عزیزۂ مصر

مصنفہ

مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر مرحوم لکھنوی

چھپوا کر شائع کیا

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

سنگدل امیر خراج

۵۴۳ھ مین طغیانیِ نیل کا زمانہ ہے اور سہ پہر کا وقت۔ اس عہد کے مشہور و معروف آبادی یعنی دار السلطنت مصر شہر فسطاط مین ایک عالیشان قصر کے بلند صحن مین جو لب آب واقع ہے ایک پچاس برس کا مغرور و متکبر شخص عجمی ریشمی قالین پر عجب و نخوت کے انداز سے زرنگار گاؤ تکیے سے لگا بیٹھا ہے۔ یہ ایک حبشی خط و خال کا سیاہ فام بڈھا ہے گنجے سر پر زرین عمامہ ہے جس کی بندش قدیم الایام کے ساسانی وزرا سے عجم کے عماموں کی سی ہے۔ غیر مسطح اور پرشکن پیشانی کے نیچے چھوٹی چھوٹی آنکھین ہین جو نیچے دیکھتے وقت گداز اور بھرے بھرے پپوٹون مین اس طرح چھپ جاتی ہین کہ معلوم ہوتا ہے بند ہین لیکن جب وہ اُنھین خوب کھول کے کسی کی طرف شدت سے گھورنے لگتا ہے تو اُن سے یک بیک سنگدلی۔ شقاوت۔ کیادی بیوفائی نفس پروری۔ بدکاری اور حرص و طمع کے جذبات ایسی بری طرح نمایان ہو جاتے ہین کہ دیکھنے والے ڈرنے لگتے ہین۔ حبشی خون کی آمیزش کے ثبوت مین ناک پھیلی اور بیٹھی ہوئی ہے۔ اور ہونٹ موٹے ہین۔ ڈاڑھی مونچھون کے بل کھائے ہوئے بالون مین نیل کا خضاب ہے جس کی سیاہی مین روغن بلسان نے چمک پیدا کر دی ہے۔ حریر سبز کی رومی قبا اس کے جسم پر ہے۔ کمر مین مرصع و مغرق پٹکہ ہے اور اس مین ایک پیش قبض گھرسی ہوئی ہے

اسی کے قریب مگر قالین کے باہر دو ایک خوشامدی مصاحب بیٹھے ہین جو اس کی ہان مین ہان ملاتے اور اُس کے بدکاری و حرص کے جذبات کو بڑھاتے رہتے ہین۔ اور اُن مصاحبون کے پیچھے دونون جانب پچاس پچاس نوعمر و نوخیز خوبرو و کمان ابرو ترکی غلام سرون پر آسمانی رنگ کے زرنگار شملے باندھے۔ کانون مین بڑے بڑے موتیون کے گوشوارے ڈالے۔ حریر سرخ کی لمبے لمبے دامنون کی قبائین پہنے۔ چوڑے چوڑے مطلا و مرصع پٹکے باندھے اور بھاری بھاری فولادی گرز شانون سے لگائے جن کی چوٹیون پر نقرئی لٹو ہین خاموش و مودب کھڑے ہین۔ یہ سو ترکی غلامون کا دلکش اور رعب ڈالنے والا گروہ اس شخص کو بہت ہی عزیز ہے جس کو وہ اپنا سرمایۂ ناز سمجھتا اور جانتا ہے کہ انھین سے لوگون پر میرا رعب پڑتا ہے۔ چنانچہ یہ غلام ہر جگہ اس کے ساتھ رہتے ہین۔ گھر کے دربار مین سامنے صف باندھ کے کھڑے ہوتے ہین کہین جاتا ہے تو راستہ مین اُسے اپنے جھرمٹ مین لیے رہتے ہین۔ اور کیسی ہی نازک جگہ ہو اس کا ساتھ نہین چھوڑتے۔

یہ مصر کا موجودہ کلکٹر یعنی اعلی افسر تحصیل خراج اور امیرال وخزانہ احمد بن مبرد ہے جو دراصل منصور بن متوکل کا آزاد شدہ غلام ہے منصور نے جو پہلے والی مصر و شام رہ چکا تھا اب کی بغداد سے واپس آکر اس کو آزاد اور اس خدمت پر مقرر کیا۔ اور چونکہ اس کے تقرر کی منظوری خاص بغداد سے منگوائی تھی اس لیے بعد کے والیون مین سے کسی کو اس کے اس خدمت سے ہٹانے کی جرأت نہین ہوئی۔ مگر ان آزادیون نے اس کی غلامی کی شرشت کو ابھار دیا۔ اس مین کبر و نخوت کے جذبات پیدا ہوے۔ حرص و طمع اور ہوس دولت روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنون اس کی بدکاریون اور سخت گیریون سے رعایا سخت نالان ہے۔ اس کوٹھی اس کا منھ دریاے نیل کی جانب ہے جس مین ہر وقت سواری اور بار برداری کی تاجرانہ کشتیان آتی جاتی رہتی ہین۔ اکثر تو بہاؤ پر نشیبی شہرون اور سمندر کی طرف جاتی ہین۔ اور بعض جن مین سے اکثر قیمتی سامان تجارت سے لدی ہوتی ہین ان کے مستولون مین رسیان باندھ کر ملاح رسیون کے سرے ہاتھون مین لے کے گھٹنون گھٹنون پانی مین

چلتے۔ اور نیل کے کنارے کنارے اُن کو کھینچتے ہوے جنوبی بلاد صعید و سود ان کی طرف لیے جاتے ہین۔

ابن مبرد دیر تک اِن کشتیون کو دیکھتا رہا۔ پھر اپنے ایک مصاحب کی طرف رُخ کر کے بولا، سفیان۔ دیکھتے ہو یہ کشتیان کس آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک یہان سے گزر جاتی ہین؟ بیزانہ در چلتا تو ان مین سے ایک بھی جب تک مقررہ شرح محصول سے جو گنی رقم نہ ادا کرتی نہ جانے پاتی۔ اور یہان تو یہ خراب معمول پڑ گیا ہے کہ جو کشتیان کنارے نہ آئین اور سیدھی آگے بڑھ جائین اُن سے کچھ لیا ہی نہین جاتا؟"

سفیان "گر حضور کو اختیار ہے کہ جس سے جتنا محصول چاہین وصول کر لین"

ابن مبرد "ہونا تو یہی چاہیے۔ اس لیے کہ خراج وصول کرنا اور ضرورت دیکھ کر اس کی شرح کو گھٹانا بڑھانا خاص میرا کام ہے۔ مگر یہان انتظام کی یہ خوبی ہے کہ والی مملکت الگ ہے اور عہدہ دار خراج الگ۔ پھر مصیبت یہ کہ والی جو شکایت لکھ بھیجے اس کا بغداد مین بہت لحاظ کیا جاتا ہے"

یہ سُن کر ایک دوسرا مصاحب بولا "خود بدولت حضور کے کام مین والی کو کیا دخل؟ اُن کا تو یہ کام ہے کہ فوج کو درست اور مملکت پہ شاہی تسلط کو برقرار رکھین باغیون کی سرکوبی کرین۔ یا قرب وجوار کے علاقون کو فتح کر کے قلمرو خلافت مین شامل کرین"

ابن مبرد "کیدر ضبعی (یہی اس دوسرے مصاحب کا نام ہے) ان کا ایک کام تم بھول گئے (مسکرا کر) اُنھین یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ لوگون کی چغلی کھائین شکایتون کے دفتر کھولین۔ اور فتنہ انگیز اطلاعین وزراے خلافت تک پہونچائین۔ اسی وجہ سے مین مجبور ہون کہ اُن کو خوش رکھون"

کیدر "والی ہمیشہ دولت کے بھوکے ہوتے ہین۔ شکایت اور چغلی فقط اس لیے ہوتی ہے کہ لوگون سے رقمین وصول کرین سچ پوچھیے تو وہ فقط اس لیے ہین کہ عہدہ داران مال کو دونون ہاتھون سے لوٹا کرین"

ابن مبرد "اور اسی وجہ سے عہدہ داران مال کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ رعایا کو لوٹین۔ ابھی تک یہان کے والی احمد بن مزاحم تھے۔ جن کے منھ پر مین ایک

[illegible]

اس ادیبانہ سخن آفرینی پر سفیان کیطرف داد طلب نگاہون سے دیکھا اور اس نے [illegible] کے کہا "سبحان اللہ یہ ہے فصاحت و بلاغت۔ اور شاعرانہ تشبیہیں کہتے ہین"

کیدر " تو یقین ہے کہ یہی پھاہا حضور نے والی احمد بن طولون کے زخم وہان پر بھی چڑھا دین گے"

ابن مبرد " ہان یہ علاج تو کرنا ہی پڑے گا۔ مگر سنتا ہون کہ وہ بڑا سخت اور نہایت مکار آدمی ہے۔ اسکی نسبت سارے شہر مین مشہور ہو رہا ہے کہ رعایا کا دوست اور سرکاری عہدہ دارون کا دشمن ہے۔ دیکھیے اُس سے کیسی نبھتی ہے"

سفیان " ابھی کل تو وہ آیا ہے۔ دو چار مہینون مین یہان کے حالات سمجھنے کے قابل ہوگا اسوقت تک اس پھوٹنے والے پھوڑے کو آپ روپیہ کی پلٹس سے توڑ کر بہا دین گے اور جو کچھ مادہ اندر باقی رہ جائے گا اسکو شربت دینار تحلیل کر دے گا"

ابن مبرد " اس علاج کو مین نے شروع کر دیا۔ کل اس سے ملنے کو گیا تھا۔ بظاہر خلق و مروت سے ملا۔ اور صبح کو اطلاع ملی کہ تھوڑی دیر مین وہ بازدید کی ملاقات کو آئے گا۔ ارادہ ہے کہ ایک لاکھ دینار نذر کرنے کا اس سے وعدہ کر لون"

کیدر " افوہ! اتنی بڑی رقم۔ اس کا یکمشت ادا کرنا تو دشواری سے خالی نہ ہوگا"

ابن مبرد " مین نے اس کی تدبیر بھی سوچ لی ایسے شخص کو تاکا ہے جس سے مجھے بہت ہی [illegible] موقع مل جائے گا۔ یہ کوئی چھپی بات نہین ہے کہ قسمت نے چند روز مجھے منصور بن متوکل عباسی کا غلام بنا رکھا اُس [illegible] کی روز ہوئے ہون گے کہ مجھے آزاد کر کے یہان کا امیر خراج مقرر کر دیا تھا۔ مگر اس کی نئی مصر پر جو [illegible] کیجے کہ جب کہا بدلہ نہ لون گا چین نہ پڑے [illegible] دولت اس سے زیادہ [illegible] کسی کے پاس نہین ہے منصور نے برابر سات سال تک اس [illegible] مصر کو لوٹا اور اب مصر مین اسے ایک ایسی جورو مل گئی جو مقوقس کی نسل سے [illegible] کہلاتی ہے۔ اس لیے کہ مقوقس کے حقوق کے لحاظ سے سلمان [illegible] اور اُس کی جائداد کی حفاظت کرتے رہے ہین [illegible] منصور بغداد سے ایوان خلافت کی بہت سی دولت لوٹ [illegible]

بڑی رقمیں والیوں کو دینا پڑتی ہیں پھر لوٹوں نہیں تو کیا کروں؟ میرے بالا دست مجھے لوٹتے ہیں اور میں رعایا کو لوٹتا ہوں"

سفیان :- "اور سچ یہ ہے کہ جو کوئی خوش انتظامی و استقلال سے سلطنت کا خراج وصول کرتا ہے اُسے لوگ ایسے ہی الزام دینے لگتے ہیں"

ابن مبرد :- "اس کو میں مانتا ہوں کہ رعایا سے جس قدر میں نے وصول کیا آج تک کوئی نہیں وصول کر سکا تھا۔ گر بقول تمھارے یہ میری خوش انتظامی اور خوش تدبیری کی برکت ہے ورنہ کوئی جان کے روپیہ نہیں چھوڑ دیتا۔ اور میری کامیابی کا اصلی راز یہ دلفریب دولڑ با غلام ہیں جو دوستوں کے آگے خوبصورت گلدستوں کا اور رعایا کے سامنے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے صاعقے کا کام دیتے ہیں"

دوسرا باب

کورنمک غلام

احمد بن مبرد اپنی اور اپنے غلاموں کی تعریف کر رہا تھا کہ اس کے حاجب (عرض بیگی) قحطبہ نے آگے ادب سے عرض کیا "اقبال امیر بلند۔ عزیزہ مصر شاہزادی جو لیانا جس کی گرفتاری کا حکم ہوا تھا حاضر ہے"

ابن مبرد :- "اور اس کا شوہر منصور نہیں آیا جو اصلی مجرم ہے؟"

قحطبہ :- "وہ تو نہیں ملا"

ابن مبرد :- "خیر اس عورت کو سامنے لاؤ۔ اسکے پھول سے رخسارے اور اُسکی فتان و سرمگین آنکھیں دیکھنے کے قابل ہیں (مصاحبوں سے) تم سب اُسے دیکھ کر خوش ہوگے"

قحطبہ اُس نازنین کے لانے کو گیا اور ابن مبرد نے اپنے خوشامدی انیسان صحبت کی طرف دیکھ کر شگفتہ چشم وابرو سے کہا "آج موقع ہے کہ میں اس عورت کو جو کبھی شب و روز مجھے ڈانٹا ڈپٹا کرتی تھی ذلیل کروں۔ اور اسی طرح ڈپٹوں اور گھڑکوں جس طرح اپنے زمانۂ حکومت میں وہ مجھے بُرا بھلا کہا کرتی تھی۔ اور لطف یہ کہ اس سے اچھی سونے کی چڑیا ہاتھ نہیں ــــــ" قحطبہ نے بریحال جولیانہ کو جو از سرتا پا برقع میں چھپی ہوئی تھی سامنے لاکے کھڑا کر دیا۔ اور ابن مبرد کی زبان چلتے چلتے رک گئی۔

چند لمحوں تک وہ اپنی اگلی ولیۂ نعمت مالکہ کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا

خوبصورت نازنین تم حسینۂ و جمیلہ بھی ہو اور دولتمند بھی واقعی عزیزۂ مصر ہو۔"

جولیانا نے حیرت سے اپنے مغرور غلام کی صورت دیکھی۔ اس کے الفاظ سُن کر نقش حیرت بن گئی۔ پھر تمام جذبات کو دل مین دبا کر بولی "خیر یہ تو معلوم ہو کہ مجھے کیون بلایا ہے؟"

ابن مبرو۔" ہان مین بھول گیا تھا کہ تم اگلے خاندان شہریاری مصر کی شاہزادی اور خلافت کے گھرانے کی بہو ہو۔" یہ کہہ کر تمسخر کے انداز سے ہنسا اور کہا "پری رخ عزیزۂ مصر میرے پاس آؤ۔ اور برقع اتار کے مجھے اپنا رخ زیبا دکھاؤ۔"

اس کی ہنسی۔ انداز گفتگو۔ اور آبرو ریزی کے الفاظ نے جولیانا کے بدن مین آگ لگا دی۔ غیرت! معلوم ہوئی کہ میرے شوہر کا زرخرید غلام مجھ سے [illegible] گفتگو کر رہا ہے! جولیانا کا جو درجہ تھا۔ دربار خلافت مین اس کی جیسی عزت تھی اور والیان ملک اُس کی جیسی تعظیم و تکریم کرتے رہے تھے ان باتون کے سامنے وہ اپنے ہی غلام کو گو کہ وہ افسر خراج تھا کیا خطرے مین لا سکتی تھی؟ بجاے قریب جانے کے فاصلے پر بیٹھ گئی۔ اور جوش کی آواز مین پوچھا "کیا یہ میری شرافت و عزت مجھے بے آبرو کرنے کے لیے بیان کی گئی؟ اور اے ابن مبرو سا ذلیل و فرومایہ حبشی غلام مجھے اپنے پاس بٹھا کے میری صورت دیکھے گا!

ابن مبرو۔" خدا کی قسم مین اس سخت کلامی کو نہین برداشت کر سکتا۔"

جولیانا۔" میری زبان سے یہ الفاظ تیرے لیے نئے نہین ہین۔ مگر مین دیکھتی ہون کہ تو اپنی ہستی بھول گیا ہے اور اگر تجھے اپنی موجودہ آزادی اور عہدہ داری کا غرہ ہے تو سُن لے کہ جو جیسا کہے گا ویسا سُنے گا۔"

ابن مبرو۔" تم نہین دیکھتین کہ میرے بس مین ہو؟ اور قید ہو کر میرے سامنے آئی ہو؟"

جولیانا۔ (کمال غیظ و غضب سے) "قید! تیری بھی اتنی مجال ہوئی کہ مجھے قید کرے! اور تیرے آدمیون کی کیا طاقت تھی جو مجھے زبردستی لاتے! انھون نے کہا تھا کہ تجھے مجھ سے کوئی سرکاری کام ہے۔ یہ سن کے مین چلی آئی کہ دیکھون تو کیا کہتا ہے۔"

ابن مبرو۔ (سفیان کی طرف دیکھ کر) "یہ تو تکرار کے ساتھ نہایت گستاخی و

جس کو تمھارے شوہر بغداد سے اُڑا لائے ہین تم آزاد ہو اور مین وعدہ کرتا ہون کہ تمھارے شوہر سے بھی تعرض نہ کیا جائے گا۔ ورنہ یاد رکھو کہ جہان ملین گے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیے جائین گے اور وہان جانا اُن کے لیے قتل گاہ مین جانا ہے "

جولیانا۔ (طیش سے) "تجھے دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہین ہے "

ابن مبرد۔ "تو پھر نہ تمھاری خیریت ہے اور نہ تمھارے شوہر کی۔ مین پرانے تعلقات کے لحاظ سے تمھارے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کر رہا ہون۔ ورنہ جانتی ہو کیا کرون گا؟ تم کو لونڈی بنا کے ابن طولون کی نذر کر دون گا جو اچھی کنیزون کے بڑے شائق ہین۔ تمھاری ساری دولت ضبط کر کے دار الخلافت مین بھیج دون گا۔ اور ہر طرف احکام جاری ہو جائین گے کہ تمھارے شوہر جہان ملین اسیر کر کے بغداد مین بھیجے جائین۔ اور زندہ اسیر نہ ہو سکین تو اُن کا سر کاٹ کے بھیجا جائے "

اب جولیانا مین زیادہ سننے کی تاب نہ تھی۔ ایک خونخوار شیرنی کی طرح جھپٹ پڑی۔ اور صدری کے اندر سے نیمچہ نکال کے گستاخ غلام پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اُس کا ایک کان اُڑ گیا۔ مگر قبل اس کے کہ دوسرا وار ہو ابن مبرد کے مصاحب بیچ مین آ گئے۔ اور غلامون نے دونون جانب سے گھیر کے جولیانا کو اسیر کر لیا۔

اب سارے قصر مین شور و ہنگامہ ہو رہا تھا۔ اور لوگ گھبرائے ہوے تھے کہ قحطبہ نے آ کے کہا "والی مصر امیر ابن طولون حضور کی ملاقات کو آئے ہین "

ابن مبرد۔ (گھبراہٹ کے ساتھ) "غضب ہو گیا! یہ ظالم بہت بُرے وقت آیا۔ اچھا فوراً اس عورت کو لیجا کے نیچے والے تہ خانے مین بند کر دو۔ اور اُس مین قفل ڈال دو۔ دیکھو خبردار بھاگنے نہ پائے۔ جس کے پہرے مین سے نکل گئی اس کو قتل کے سوا اور کوئی سزا نہ ہو گی۔ اور ہان میرے کان پر بھی پٹی باندھ دو "

جولیانا نے ارادہ کیا کہ چیخے چلائے مگر غلامون نے کپڑا ٹھونس کے منھ بند کر دیا۔ اور نہایت تعجیل کے ساتھ ہٹائے گئے۔ وہ جلوسی غلام بھی اس کے ساتھ گئے جو صفین باندھے کھڑے تھے۔ اور اُس کے کان پر پٹی بندھ گئی

ان کا [illegible] ابن مبرد [illegible] استقبال [illegible]
باہر گیا۔ مرحبا کہہ کے ہاتھ ملایا۔ لا کے مسند پر اپنی جگہ بٹھایا۔ اور خود اس کے سامنے دو زانو بیٹھ گیا۔ ابن طولون کا سولہ سترہ برس کے سن و سال کا خوبصورت لڑکا خمارویہ بھی ساتھ آیا تھا۔ مزاج پرسی وغیرہ کی قسم سے چند معمولی باتیں ہوئیں تھیں کہ ابن مبرد کے اشارے سے پری جبین و جادو نگاہ کنیزوں کا ایک طائفہ سامنے صف باندھ کے مجرے کرنے لگا۔ بعض بانسری دف اور چنگ بجاتی بعض گاتی اور بعض ناچتی تھیں۔

ابن طولون نے اس خیال سے کہ ابن مبرد کی دل شکنی نہ ہو تھوڑی دیر تک مجرا دیکھا پھر کہا "اب ان کو ہٹا دیجیے مجھے ان چیزوں کا شوق نہیں ہے" اور فوراً اوہ طائفہ ہٹا دیا گیا۔

اب ایک ساقیہ پری جمال جام و صراحی کو کشتی میں لگا کے لائی۔ اور نبیذ کا ایک چھلکتا ہوا جام بھر کے ابن طولون کے سامنے پیش کیا۔ مگر اس نے لینے سے انکار کیا۔

ابن مبرد۔ "ایں! آپ نبیذ نہیں پیتے؟ فقہائے عراق نے تو اس کی حلت کا فتویٰ دے دیا ہے"

ابن طولون۔ "میرے نزدیک اس میں سکر ہے۔ اور مسکر چیز کو نہ علمائے عراق حلال بتا سکتے ہیں اور نہ کوئی اور۔ مگر اس وقت اس مسئلہ میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر حلال ہے تو آپ شوق سے پیئیں مجھے اس کا شوق نہیں ہے"

ابن مبرد۔ (ہنس کر) "مگر حکمرانی کے ساتھ ایسے اتقا کا نبھنا ذرا دشوار ہے"

ابن طولون۔ "خدا توفیق خیر دے تو سب باتیں نبھ جاتی ہیں"

ابن مبرد۔ "خیر ارشاد ہو کہ رعایائے مصر کو آپ نے کیسا پایا؟ ان لوگوں میں شورش اور سرکشی کا مادہ بہت ہے"

ابن طولون۔ "میری رائے تو یہ ہے کہ کہیں کی رعایا ہو شورش و بغاوت ہمیشہ حکام کے غلط طرز عمل سے ہوا کرتی ہے۔ حکام اگر ان کی شکایتوں کو وسیع الخیالی سے سنیں۔ اور ان کے جذبات و خواہشات کا خیال کیا کریں تو رعایا سے ہرگز سرکشی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عمر فاروقؓ کا معمول تھا کہ رعایا کی شکایت پر اچھے سے

اچھے والی کو ہٹا دیا کرتے تھے۔ مگر اب خرابی یہ ہو گئی ہے کہ سلطنت اپنے والیوں کے خلاف کسی کی آواز نہیں سنتی۔ اسی سے ناراضی پیدا ہوتی ہے اور رعایا کو جب موقع ملتا ہے حکومت کا جوا گردن سے اُتار کے پھینک دیتی ہے۔"

ابن مبرد۔ "یہ تو آپ نے عجیب بات فرمائی۔ اگر رعایا کی آواز پر حکومت اپنے والیوں اور عہدہ داروں کو ہٹا دیا کرے تو چند ہی روز میں رعایا ایسی شیر ہو جائے کہ اُس پر حکومت کرنا دشوار ہو۔"

ابن طولون۔ "مگر حکومت کیا چیز ہے؟ شاید آپ کے نزدیک شداد و نمرود اور فرعون وہامان کی طرح لوگوں سے اپنی پرستش کرانا اور اُن کو بجبر اپنا غلام بنائے رکھنا حکومت ہے۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں شاید ایسی ہی ہوں مگر اسلامی خلافت کی اصطلاح میں تو امارت رعایا کی سرداری نہیں خدمت گذاری و حفاظت کا نام ہے ہمارا تو شعار یہ ہے کہ "سید القوم خادمہم" اور اسی خیال سے ہمارے خلفا کو ہمیشہ رعایا کی آواز سنتی چاہیے۔ پھر والی ملک کی میں یہ نہیں کہتا کہ رعایا کی شکایت سنتے ہی بے سوچے سمجھے والی معزول کر دیے جائیں۔ مگر ہاں رعایا کی فریاد و شکایت پر پوری طرح آزادی و غیر جانبداری سے تحقیقات کی جائے۔ اور جیسا ثابت ہو ویسا کیا جائے۔"

ابن مبرد۔ "خیر آپ والی ملک ہیں۔ آپ سے شاید یہ طرز حکمرانی نبھ سکے مجھ سے تو غیر ممکن ہے۔ میں اس اصول پر عمل کروں تو نہ جزیے کی ایک کوڑی وصول ہو اور نہ خراج کی۔"

ابن طولون۔ "ہاں میں نے سنا ہے کہ آپ سرکاری رقموں کے وصول کرنے میں رعایا پر سختی کرتے ہیں جس کو میں اپنے زمانے میں ایک گھڑی کے لیے بھی گوارا نہ کروں گا۔ یہ بھی دراصل سلطنت کی غلطی ہے کہ افسران مال کو حاکمانہ اقتدار دے دیے ہیں جس کے نتیجے میں بے انتہا مظالم ہوتے ہیں۔ حکومت یا امارت کا اقتدار کو فقط والی اور اُس کے ماتحت عہدہ داروں قاضیوں اور محتسبوں تک محدود رہنا چاہیے۔ افسران مال کو اگر رعایا سے غیر وصول یابی کی شکایت ہو تو اُن کو انھیں حکام عدالت کے اجلاس میں چارہ جوئی کرنی چاہیے۔

ابن مدبر۔ (گھبرا کے) "تو پھر مجھ سے کام نہ ہو سکے گا"

ابن طولون "مضائقہ نہیں۔ جتنے عہدہ داران مال بغیر جبر و تشدد کے وصول نہ کر سکیں اُن کو اپنی خدمت سے سبکدوش ہو جانا چاہیے تاکہ اُن کی خدمتیں ایسے لوگوں کو دی جائیں جو بغیر سختی کے وصول کرنے کا اقرار کریں"

ابن مدبر "مگر آپ کو کم از کم مجھے اس سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ میرا تقرر خاص امیر المومنین کی منظوری سے ہوا ہے"

ابن طولون "میں بھی جو کچھ کروں گا امیر المومنین کی اجازت اور منظوری سے کروں گا۔ اپنی طرف سے نہ کروں گا"

ابن مدبر "مگر اس معاملہ میں آپ غلطی پر ہیں۔ رعایائے مصر کی حالت دیکھ کر آپ کو خود ہی اپنی رائے بدلنی پڑے گی۔ وہ اِن شاء اللہ میں بھی وقتاً فوقتاً حاضر ہو کے اس مسئلہ میں گفتگو کروں گا۔ ابھی آپ اس اصول پر عمل کرنے میں جلدی نہ کریں۔ میں دو ہی چار روز میں حاضر ہو کر وہ نذرانہ کی رقم بھی پیش کروں گا جو ہر والی مصر کی خدمت میں اُن کے ورود کے وقت پیش کرتا رہا ہوں"

ابن طولون۔ (ہنس کر) "آپ کتنا نذرانہ ہر والی کو دیتے رہے ہیں؟"

ابن مدبر "اوروں کو تو کم ہی دیا۔ مگر آپ کے لیے میں نے ایک لاکھ دینار کا بندوبست کیا ہے"

ابن طولون "ایک لاکھ دینار! (ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کے) یہ رقم آپ کے پاس موجود ہے؟"

ابن مدبر "موجود تو نہیں ہے۔ مگر دو ایک روز میں فراہم ہو جائے گی"

ابن طولون "کہاں سے؟ وہ ہی صورتیں ہیں۔ یا آپ سرکاری روپیہ مجھے دیدیں گے اور یا رعایا سے پھر وصول کریں گے؟"

ابن مدبر "آپ کو اس سے کیا بحث؟ مجھے جہاں سے ملے گا لاکے دوں گا"

ابن طولون۔ (نہایت سنجیدہ صورت بنا کے) "بے شک مجھے آپ کے انتظام میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ مگر دربار خلافت کو اس کی اطلاع تو کرنی ہے۔

[illegible]

ابن مبرد ۔ (نہایت عاجزانہ انداز سے اور ابن طولون کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر) ہم دونوں کو اتفاق و یکجہتی سے رہنا چاہیے۔ اور اسی رقم پر منحصر نہیں۔ میں وقتاً فوقتاً اور خدمت بھی کرتا رہوں گا۔ یا آپ کو اصرار ہو تو اسی نذرانے کو دوچند کر دوں۔"

ابن طولون "جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ آپ مجھے یہ رقم کہاں سے فراہم کر کے دیں گے میں کسی نذرانے کو نہیں قبول کر سکتا۔"

اب ابن مبرد کے بانکے خوبصورت غلام جو شاہزادی کو اسیر کر کے لے گئے تھے اسے قید خانے میں بند کر کے واپس آ گئے۔ اور حسب معمول پچاس پچاس غلام دونوں جانب صفیں باندھ کے کھڑے ہو گئے۔ ابن طولون نے ان کو حیرت سے دیکھا ایک ایک کے چہرے پر نظر ڈالی اور کہا "یہ غلام تو آپ نے خوب آراستہ کر رکھے ہیں۔"

ابن مبرد "ان کو میں مدتوں میں فراہم اور مرتب کر سکا۔ اور بڑی مشکلوں سے اس قابل بنایا کہ آداب دربار کی نگہداشت کے ساتھ تحصیل خراج کی ضرورتوں کو پورا کریں۔"

ابن طولون "مجھے آپ کے یہ غلام بہت پسند آئے۔ بس اتنے ہی ہیں یا ان کے علاوہ اور بھی ہیں ــــــــ"

یکایک قصر کے باہر شور و ہنگامہ سنا گیا۔ اور سب نے اسی طرف کان لگا دیے۔ مگر زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بہت سے حبشی غلام اور بازاری لوگ جو شمشیر سینے اور برچھے لیے ہوئے اندر گھس آئے۔ ابن مبرد کے مصاحب اور جلوسی غلام بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔ اس لیے کہ ہزاروں آدمیوں کا نرغہ تھا جن سے مقابلہ کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکتی تھی۔

تیسرا باب

کورنمکی کا پھل

بلوائیوں نے اندر گھستے ہی وحشیانہ انداز سے ادھر ادھر دیکھا۔ اُن میں سے ایک کی ابن مبرد پر نظر جا پڑی اور چلایا "وہ بیٹھا ہے"، اور سب اس کی طرف جھپٹے۔ اور وہ یاس و اضطراب سے ایک ایک کا منہ تکنے لگا۔ بلوائیوں میں

سے ایک نے تلوار کھینچ کے کہا "اڑا دوں سر؟" دوسرے نے اپنا برچھا اس کے سینے کیطرف تانا اور کہا "سینے کے پار کر دوں؟" تیسرے نے فاصلے ہی پر سے تیر کمان سے جوڑا اور کہا "میں اسے اپنا ہدف بناؤں گا"۔ چوتھا تبر علم کیے سب کو ہٹاتا ہوا بڑھا۔ اور پانچواں مایوس و بد حواس ابن مبرد کے سر پہ گرز تانے کھڑا ہو گیا۔ مگر بدنصیب امیر خراج کی زبان سے مارے خوف کے ایک لفظ بھی نہ نکلتا تھا۔

اتنے میں ایک قوی ہیکل شخص نے بڑھ کے اس طرح کس کے ایک لات ماری کہ ابن مبرد قالین سے دور جا گرا۔ ساتھ ہی وہ شخص اسکے سینے پہ چڑھ بیٹھا۔ اور خنجر نکال کے سینہ چاک کرنے ہی کو تھا کہ ابن طولون نے دوڑ کے اُسکا ہاتھ پکڑ لیا وہ اس گھڑی تک بلوائیوں کی شورش کا تماشا دیکھتا رہا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ ابن مبرد قتل ہونے ہی کو ہے تو اُس کے بچانے کو تیار ہو گیا۔ اور سب کو روک کے کہا "تم لوگوں کو کیا شکایت ہے؟ اور ایک سرکاری عہدہ دار کو کیوں قتل کیے ڈالتے ہو؟"

یہ سنتے ہی سارے بلوائی جوش سفاکی کو روک کر ابن طولون کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا "اس لیے کہ یہ ظالم ہے۔ کم ظرف ہے۔ ملک کو لوٹے لیتا ہے اور اب اپنی شقاوت میں حد سے گزر گیا ہے"۔

ابن طولون: "میں والی [illegible] تھارا حاکم ابن طولون [illegible] اگر تم کو شکایت ہو تو مجھ سے کہو۔ وعدہ کرتا ہوں کہ تمھاری چارہ جوئی کروں گا"۔

ابن طولون کا نام سنتے ہی سب بلوائی ادب سے صف باندھ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور جو شخص ابن مبرد کے سینے پہ چڑھا بیٹھا تھا اُٹھ کر کہنے لگا "مگر ہم اس ظالم کو زندہ نہ چھوڑیں گے"۔

ابن طولون: "کیا تم لوگ حکومت اور انصاف کو اپنے ہاتھ میں لے لو گے؟"

بلوائی: "نہ لیں گے تو کیا کریں گے؟ جو حاکم اور والی آتا ہے اس کا طرفدار ہو جاتا ہے۔ اور ہماری نہیں سنی جاتی"۔

ابن طولون: "میں سنوں گا۔ معلوم تو ہو کہ تم کس بات سے ابن مبرد کا ایسا دشمن بنا دیا ہے؟"

سارے اہل قسطاط کے محسن ہین۔ اس سے زیادہ کیا اندھیر ہوگا کہ ہر دلعزیز شاہزادی عزیزۂ مصر کو اس نے دھوکے سے بلوا کے غائب کر دیا۔ اور کیا عجب کہ ان کو قتل کر ڈالا ہو۔ اس لیے کہ یہ ایک نمک حرام غلام ہے۔ اور کمینہ کو حکومت مل جاتی ہے تو پہلے اپنے محسنون پہ ہاتھ صاف کرتا ہے"۔

ابن طولون: "اگر اس نے ایسا کیا تو بے شک یہ ایسی ہی بلکہ اس سے زیادہ سخت سزا کا سزاوار ہے۔ خیر تو تم سب اس کو چھوڑ کے الگ ہو جاؤ۔ اور دیکھو کہ مین اسی وقت تحقیقات کر کے تمھاری دادرسی کرتا ہون یا نہین؟"

ایک بلوائی: "اے ابن طولون! گو کہ ابھی یہان کوئی تجھ کو نہین پہچانتا۔ مگر تجھ سے پہلے تیری نیکی اور عدالت گستری کی خبر یہان پہونچ گئی ہے۔ اور ساری رعایائے مصر کی نگاہین تجھ پہ لگی ہوئی ہین۔ ہم تیرا حکم خوشی سے مان کے اس سے الگ ہوے جاتے ہین۔ اور تجھے بھی آزماے لیتے ہین۔ دیکھین تیری نیکنامی رہتی ہے یا جاتی ہے"۔

دوسرا: "او عادل امیر! تیرے کہنے سے ہم نے اس کم ظرف غلام کو چھوڑ دیا۔ مگر ہمارے سامنے ہی تحقیقات کر اور عزیزۂ مصر شاہزادی کو بلوا۔ جب تک ہم اُن کی صورت نہ دیکھ لین گے یہان سے نہ ہٹین گے۔ اور اُنھین اپنے ساتھ لے کے جائین گے"۔

ابن طولون: "تم سب مطمئن رہو مین انصاف کرونگا۔ ایک بات تو یہ پہلے سے ارادہ کر چکا ہون کہ ابن مبرد کی سختیون کا سدباب کرون (ابن مبرد سے جو اسی طرح زمین پر پڑا ہوا تھا) لے اُٹھ کے میرے پاس آؤ۔ اور جو کچھ پوچھون بتاؤ"۔

مگر خوف اور زندگی سے بالکل یاس ہو جانے کے باعث ابن مبرد کے حواس بجا نہ تھے۔ نہ اُس مین جواب دینے کا ہوش تھا اور نہ اتنی طاقت تھی کہ خود سے اُٹھ کے آئے۔ ابن طولون کے اشارے سے اُس کے فرزند خمارویہ نے جا کر اُسے اُٹھایا۔ تسلی دی۔ اور لا کے اُسی جگہ بٹھا دیا جہان پہلے بیٹھا تھا۔

ابن طولون: "ابن مبرد! اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو جو کچھ پوچھون سچ سچ بتا دو۔

اور میرے حکم کی تعمیل کرو۔"
ابن مبرد۔ (جو اس وقت جان کے خوف سے ہر بات ماننے کو تیار تھا) "مین آپ کا ہر حکم مانون گا۔"
ابن طولون۔ "بتاؤ شاہزادی کا کیا واقعہ ہے؟ کیا واقعی تم نے عزیزۂ مصر کو بلایا تھا؟"
ابن مبرد۔ (کانپ کے) "ہان بلایا تھا۔ اور وہ زندہ موجود ہین۔"
ابن طولون۔ "تو جہان ہون اسی وقت میرے سامنے بلواؤ۔"
ابن مبرد۔ "مین آپ سے وعدہ کرتا ہون کہ اُن کو آج ہی چھوڑ دون گا۔"
ابن طولون۔ "اس وعدے سے کام نہ چلے گا خود اُن کو لا کے پیش کرو۔ واقعی اگر تم نے ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی کی تو بڑا غضب کیا جس خاتون کی دولت اسلام عزت کرتی ہے۔ جس کا دربار بغداد تک ادب کرتا ہے اس پر دست درازی کرنے کی مین نہین سمجھتا تمھین کیسے جرأت ہوئی۔"
ابن مبرد۔ "پہلے مجھ سے سن تو لیجیے کہ مین نے ان کو کیون اور کس مصلحت سے اسیر کیا۔"
ابن طولون۔ "یہ مین سنون گا مگر شاہزادی کے آنے کے بعد اور اُن کے سامنے۔"
ابن مبرد۔ "مگر میرا کوئی آدمی تو نظر ہی نہین آتا بلواؤن کس سے؟ کہیے تو خود جا کے لے آؤن۔"
بہت سے بلوائی۔ "نہین ہرگز نہین۔ امیر اس کو جانے نہ دیجیے۔ بھاگ گیا تو پھر ہاتھ نہ آئے گا۔"
ابن طولون۔ (بلوائیون سے) "تو پھر تم ہی لوگ جا کر ان کے کسی آدمی کو ڈھونڈھ لاؤ۔"

اشارہ ہوتے ہی کئی بلوائی اِدھر اُدھر جا کے ڈھونڈھنے لگے۔ اور چند لمحون مین چند خادمون اور جلوس کے دو چار غلامون کو پکڑ لائے۔ ان کی صورت دیکھ کر ابن مبرد نے حکم دیا کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو لے آؤ۔" وہ لوگ اس حکم کی تعمیل کو گئے تو بہت سے بلوائی بھی اُن کے ساتھ ہو لیے تاکہ شاہزادی کو ابن مبرد کے قید خانے سے نکال کے عزت و حرمت سے لائین۔

یہی بلند صحن جس پر ابن مبرد اور ابن طولون تھے اس کے نیچے تقریبًا پچاس کوٹھریون کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ جس مین اسکے جلوس کے خوش رو غلام رہتے تھے۔ ان کوٹھریون مین سے ایک کے اندر پشت کی دیوار مین ایک دروازہ تھا۔ اس کو کھولیے تو ایک تنگ زینہ ملتا جو زمین کے اندر دور تک چلا گیا تھا۔ لیکن کسی طرف سے اس مین روشنی نہ پہونچ سکتی تھی۔

جس کوٹھری مین یہ زینہ واقع تھا اُس مین سے دو مشعلین روشن کرکے ابن مبرد کے غلامون نے ساتھ لین اور زینے مین اُترنے لگے۔ کئی ملوائی بھی اُن کے ساتھ تھے۔ بیس زینون کے بعد کے ایک لمبا گلیارہ ملا جس مین اوپر ہی کیطرح برابر برابر دس کوٹھریون کے دروازے تھے۔ ان تہ زمین کوٹھریون کے دروازون مین بڑے بڑے فولادی قفل پڑے ہوے تھے۔ غلامون نے ایک کوٹھری کا قفل کھولا تو کواڑون کے پیچھے ایک آہنی جنگلا ملا۔ اس کا قفل بھی کھول کے اُس کو پیچھے ڈھکیلا گیا تو مشعلون کی روشنی مین نظر آیا کہ شاہزادی بیہوش اور نیمجان پڑی ہے۔ اس لیے کہ ہوا اور روشنی کے نہ ہونے اور رسیلن کی بو سے اس مین ایک دن بھی کسی کا زندہ رہنا دشوار تھا۔

فورًا سب لوگ جولیانا کو ہاتھون پہ اُٹھا کے اوپر لائے۔ ابن طولون کے سامنے لٹا دیا۔ جو ملوائی ساتھ گئے تھے اُنھون نے ابن طولون کے سامنے اس تہ خانے کی حالت بیان کی اور کہا "امیر آپ اس کمبخت کے قید خانے کو بھی خود اپنی نظر سے دیکھین تاکہ اس کی شقاوت کا حال معلوم ہو"

ابن طولون "یہ مین ضرور دیکھون گا"

اب سب شاہزادی کے عدیم المثال حسن و جمال اسکی پریشان زلفون اور ہر ہر چیز کو حیرت سے دیکھتے اور افسوس کرتے تھے کہ ایسی پری جمال پر ظلم کرنیوالا کیسا شقی القلب ہے۔

ابن طولون "اس وقت تو سب سے پہلے شاہزادی کی [illegible] کی فکر کرنی چاہیے کسی طبیب کو بلاؤ کہ ہوش مین لانے کی تدبیر کرے" مگر کھلی فضا روشنی اور ہوا نے بہترین نخلخے بلکہ آب حیات کا کام دیا۔ جولیانا نے ناتوانی کے ساتھ آنکھین کھول دین۔ اور سب لوگون کو بھیانک نگاہون سے دیکھنے لگی۔

[illegible]
سمجھتا تھا۔ ایسی پریجمال اور نازک اندام شاہزادی اور اتنی بڑی معزز محترم محسنہ ملک کے ساتھ یہ ظلم تمھیں سے ہو سکا“

ابن مبرد: ”مگر میں نے کیا نہیں کہا تھا کہ وہاں لے جا کے بند کر دیں جہاں ہوا نہیں پہونچ سکتی۔ میرا منشا تھا کہ اپنی حراست میں رکھیں۔ بیوقوف غلاموں نے وہاں بند کر دیا“

ابن طولون: ”خیر اس کی بھی تحقیقات ہو جائے گی (شاہزادی سے)“ ”اب آپ کا مزاج ایسا ہے کہ میری باتوں کا جواب دیں؟“

جولیانا: ”پہلے یہ بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ اور یہاں یہ مجمع کن لوگوں کا ہے“

ابن طولون: ”میں والی مصر ابن طولون ہوں۔ اور یہ سب لوگ جو گھیرے کھڑے ہیں آپ کے چھڑانے کو آئے ہیں“

جولیانا: ”ان لوگوں کو میری مصیبت کی کیونکر خبر ہوئی؟“

ایک بلوائی: ”جو غلام آپ کے ہمراہ آئے تھے اُن کو جب معلوم ہوا کہ آپ گرفتار کر لی گئیں تو اُنھوں نے فسطاط کی سڑکوں پر غل مچانا شروع کیا کہ ابن مبرد نے ملکہ عزیزہ مصر کو فریب سے اپنے گھر میں بلا کے گرفتار کر لیا۔ لہذا ہم لوگ جن پر حضور کے احسانات ہیں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ارادہ کر لیا کہ آپ کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائیں گے ورنہ اس سے انتقام لیں گے“

جولیانا: (ابن طولون سے) ”خیر اب پوچھیے میں آپ کے ہر سوال کا جواب دوں گی۔ اور امید ہے کہ یہ جوابات میرے لیے صحت بخش ہوں گے“

ابن طولون: ”تو فرمائیے کہ آپ کو ابن مبرد نے کس طرح بلوایا؟ آپ سے کیا کہا؟ اور کیوں آپ کو گرفتار کیا؟“

جولیانا: ”میرے پاس اس کا ایک آدمی گیا۔ اور کہا کہ کسی ضروری معاملے میں مشورہ کرنا ہے۔ اور کوئی ہوتا تو میں ہرگز نہ آتی مگر یہ میرے شوہر منصور ابن امیر المومنین المتوکل علی اللہ عاشر آل عباس کا زر خرید غلام ہے اور برسوں میری خدمت کرتا رہا اس لیے ——“

[illegible]

جولیانا: "جی ہاں۔ میرے شوہر اس کی مستعدی و خدمت گزاری سے خوش ہوئے تو خاص امیر المومنین المنتصر کا دستخطی فرمان لا کے اسکو حاکم خراج مقرر کر دیا۔ یہ عہدہ ملنے کے بعد اسکو غلامی ناگوار گزرنے لگی۔ اور انھوں نے آزاد کر دیا"

ابن طولون: "تو یہ مرتبہ اور عہدہ بھی آپ ہی کا دلوایا ہوا ہے"

جولیانا: "بہرحال اسی قدیم تعلق کے خیال سے خاص اپنا آدمی سمجھ کے میں چلی آئی۔ یہاں اس نے چالاکی سے میرے ہمراہیوں کو باہر روک دیا جب تنہا اندر آئی تو میری طرف توہین و تذلیل کے الفاظ میں خطاب کرنے لگا پھر جب میں نے انھیں الفاظ میں جواب دیا جن کا یہ مستحق تھا تو اس نے کہا تمھارے شوہر کی گرفتاری کا حکم بغداد سے آیا ہے۔ اور میں ان کو قید کر کے بھیجوں گا جو بغداد میں جاتے ہی قتل ہوں گے۔ اس کی اس دھمکی کا بھی مجھ پہ کوئی اثر نہ ہوا تو کہا سرکاری ضرورت سے مجھے پانچ لاکھ دینار لا کے دو تو تم کو اور تمھارے شوہر کو بچا دوں۔ میں نے انکار کیا اور اس کی سخت کلامی پہ برافروختہ ہو کر تپنچے کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا کان اڑ گیا"

ابن طولون: "معلوم ہوتا ہے یہ ابھی ابھی کا واقعہ ہے اس لیے کہ جب میں آیا ہوں ابن مبرد کا کان باندھا جا رہا تھا۔ (ابن مبرد کیطرف دیکھ کر) اور معلوم ہوتا ہے تم نے میرے نذرانے کا یہی بندوبست کیا تھا۔ مگر مجھ کو تو تم ایک ہی لاکھ دیتے تھے چار لاکھ کیا اپنے لیے وصول کر رہے تھے؟"

ابن مبرد: "اب آپ میرا بیان سننے کو تیار ہوں تو میں بھی کہوں"

ابن طولون: "ذرا ٹھہرو۔ پہلے شاہزادی کو اپنے گھر جا لینے دو۔ وہاں کچھ دیر آرام سے جا کے لیٹیں گی تو طبیعت درست ہو گی" یہ کہہ کے ابن طولون نے اپنے بیٹے خمارویہ سے کہا "تم خود ہمراہ جا کے شاہزادی عزیزۂ مصر کو ان کے مکان میں پہونچا آؤ"

جولیانا: "مگر میں ابھی اس قابل نہیں ہوں کہ گھوڑے پر سوار ہو سکوں"

یہ سنتے ہی بلوائی اور جولیانا کے غلام [illegible]

اور کہا "آپ اس چوکی پر آرام سے بیٹھ جائیں۔ ہم اپنے کندھوں پر اُٹھا کے لے چلیں گے۔ ابن طولون نے بھی اسی کو پسند کیا۔ فوراً خارویہ نے سہارا دے کے چولیانا کو چوکی پہ بٹھا دیا۔ اور سب لوگ نہایت جوش و خروش سے فتح و کامیابی کے نعرے مارتے ہوئے لے چلے۔ خارویہ گھوڑے پر سوار آگے آگے تھا اور پیچھے شاہزادی کی سواری تھی جس کو دیکھ کر بازاری اور راہگیر خوشی کے نعرے مارتے اور اُس پہ پھول برسا رہے تھے۔ اور تمام شہر والوں کے جوش و خروش سے معلوم ہوتا تھا کہ آج فسطاط میں کسی قومی عید اور خوشی کا دن ہے۔

چوتھا باب

ابن طولون کا فیصلہ

اب وہ وقت تھا کہ ابن طولون ذلیل و کمینہ جو ظالم ابن مبرد کے معاملے کا فیصلہ کرے۔ جس کے انتظار میں بہت سے بلوائی ٹھہر گئے تھے۔ اور اصرار کر رہے تھے کہ بغیر اس کا فیصلہ کیے آپ تشریف نہ لے جائیں"۔

ان واقعات نے ابن طولون کے ایسے نہایت ہی متین و سنجیدہ اور رکے تھمے آدمی کو بھی اس قدر مشتعل و از خود رفتہ کر دیا تھا کہ ابن مبرد کی طرف دیکھ کر کہا "او بیحیا و فرومایہ غلام آبق[ع] ظلم کرنے کے لیے تجھ کو اپنی ولی نعمت کے سوا اور کوئی نہ ملا! مجھے افسوس ہے کہ ان لوگوں کے پنجہ غضب سے میں نے تجھ کو کیوں چھڑایا اور اگر اس افسوس کو کوئی چیز تسلی دیتی ہے تو وہ فقط یہ ہے کہ شاہزادی جولیانا زندہ بچ گئی جو اگلی تاریخ فتوح اسلام کی یادگار اور فسطاط کا دل کش پھول ہے۔ خیر اب بتا تو کیا کہتا ہے۔ اور ان الزامات سے بچنے کے لیے تیرے پاس کیا جواب ہے؟"۔

ابن مبرد۔ "آج کل بغداد کی جو حالت ہے کسی سے چھپی نہیں۔ وہاں ترکوں کا زور ہے۔ جو ہر وقت روپیہ کے بھوکے رہتے ہیں۔ جس کو سریر خلافت پہ بٹھاتے ہیں دوسرے ہی دن اُس سے روپیہ کا تقاضا شروع کرتے ہیں۔ اور نہ ملا تو اُسے قتل کر کے دوسرے کو بٹھاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کتنا ہی

[ع] غلام جو آقا سے بے وفائی کرے اس کو عرب غلام آبق کہتے ہیں۔

روپیہ بھیجا جانے پوری نہین پڑتی۔ امیرالمومنین المنتصر باللہ نے جب اپنے والد
امیرالمومنین المتوکل علی اللہ کو تہ کون سے سازش کرکے قتل کرایا۔ اور مسند خلافت
حاصل کی تو اپنے بھائی منصور کو مصر سے بلا بھیجا کہ اُس کے عیش کی صحبتون مین
شریک ہون۔ منصور یہان شہزادہ مین حکومت مصر سے علحدہ ہونے سے پہلے ہی
اس فکر مین تھے کہ اس شاہزادی عزیزہ مصر سے شادی کرین جو مصر مین سب سے
بڑی دولت کی وارث ہین۔ مگر خلیفۂ وقت بھائی کے بلانے پر بغداد چلے گئے۔ اور میرے
ذمہ یہ کام چھوڑ گئے کہ جوکیا اکو جو اپنے چچا کی ولایت مین زندگی بسر کر رہی تھین
کوشش کرکے اُن سے شادی کرنے پر راضی کر دون اور اُن کے مامون اور دیگر ارکان
خاندان والون کو بھی ہموار کر لون۔ اس خدمت کو مین نے نہایت محنت اور وفاداری سے
انجام دیا جس کا منصور نے یہ معاوضہ کیا کہ مصر سے آئے تو میرے لیے خاص امیرالمومنین
سے دستخط کرا کے پروانہ امارت خراج لیتے آئے۔ اور مین اس خدمت پر مقرر ہو گیا۔
اسکے بعد انھون نے عزیزہ مصر سے شادی کی۔ اور شادی کے چند روز بعد مجھے آزاد
کر دیا۔ اور اس آزادی کی یہ وجہ ہوئی کہ اگرچہ میری کوشش سے شادی ہوئی
تھی مگر جوکیا نا نے شوہر کے گھر آکے میرے ساتھ بہت ادنی درجے کے غلامون
کا سا برتاو کرنا شروع کیا۔ ذرا ذرا سے کامون کے لیے مجھ کو دوڑاتین اگر کسی کام
مین ذرا بھی سستی ہوتی یا اُن کے حکم مین کوئی ادنی تاخیر بھی ہو جاتی تو مجھے بُرا بھلا کہتین
اور دو ایک بار مجھ کو اُنھون نے پٹوایا بھی۔ اس سے انکار نہین کہ مین اُن کے
شوہر کا غلام تھا۔ مگر کوئی معمولی غلام نہ تھا۔ اول تو اب مین حاکم خراج تھا دوسرے
وہ میری ہی کوشش سے خلیفہ عباسی کی بہو بنی تھین۔ جو کوئی تھوڑا احسان نہ تھا
مگر اس کا انھون نے مطلق خیال نہ کیا آخر مین نے کئی بار اسکی شکایت اپنے آقا منصور
سے کی۔ مگر وہ بیوی پر ایسے فریفتہ ہو رہے تھے کہ مطلق سماعت نہ کی۔ اور جب
مین اُن کے سامنے اپنی مصیبت پر زیادہ رویا تو انھون نے ناراضی کے ساتھ
مجھے آزاد کر دیا۔ ان باتون نے میرے دل مین یہ جوش پیدا کر دیا کہ دونون میان
بیویون سے اپنا انتقام لون۔ اسی اثنا مین مجھے معلوم ہوا کہ منتصر [illegible] ڈالے
جا کر [illegible] بغداد مین مشہور ہوا کہ منصور وہان سے ایک نادر تحفی قالین او

ترک نے معتصم باللہ کے ایک سن رسیدہ فرزند کو تخت پہ بٹھا دیا ہے جنھون نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اور اس کی کوشش ہو رہی ہے کہ متوکل کی نسل کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اور وہ سلطنت کے مجرم ہین۔ ایسی حالت مین اگر مین نے منصور اور اُن کی بیوی کے گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا تو چاہے اپنا انتقام کا خیال بھی موجود ہو مین نے کوئی ناجائز کارروائی نہین کی! اور اس پہ مجھ کو الزام نہین دیا جا سکتا۔"

ابن طولون۔ "اور تم نے جو پانچ لاکھ روپیہ مانگے یہ بھی سلطنت کے حکم سے مانگے؟"

ابن مبرد۔ "سلطنت کے حکم سے نہین تو سلطنت کے لیے سہی۔ مجھے حق ہے کہ جن لوگون کو سرکاری خزانے کا چور اور مجرم پاؤن اُن سے جتنی رقم چاہون بطور جرمانے کے وصول کر لون یا اُن کی ساری جائداد ضبط کر لون۔"

ابن طولون۔ "یہ تو والی ملک کا کام ہے۔"

ابن مبرد۔ "اور مین بھی کوئی کارروائی بغیر آپ سے منظوری لیے نہ کرتا۔ ابھی اس کارروائی کا آغاز ہوا ہے۔ کل مین شاہزادی اور ان تمام امور کو آپ کے سامنے پیش کرنے والا تھا۔"

ابن مبرد کا بیان سُن کر ابن طولون دیر تک غور کرتا رہا پھر سب لوگون کی طرف دیکھ کر کہا "اُن کے معاملے کا تصفیہ بغیر وزراے خلافت سے دریافت کیے نہین ہو سکتا۔ اس لیے سردست مین ان کو چاہتا ہون کہ قید رکھون۔ اگر تمھاری خوشی ہو تو مین اپنے پاس قید رکھون اور اگر تم کو میرا اعتبار نہ ہو تو تم خود ان کو لے جا کے اپنے پاس حفاظت سے رکھو۔ اور جس دن یہ فیصلے کے لیے طلب کیے جائین حاضر کر دو۔ مگر مین یا تم جو اپنے پاس قید رکھے وہ ان کی حراست کرتے وقت حاضر کر دینے کا ذمہ دار ہوگا۔"

بلوائی۔ "ہم اس کو اپنی حراست مین رکھین گے۔"

ابن طولون۔ "مین اس کو خوشی سے قبول کرتا ہون۔ مگر تم لوگ اپنے ذمہ داری کسی

بخوبی سمجھ لو۔ اگر تمھاری حراست سے یہ نکل گئے تو تمھاری جانیں اور مال دونوں ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب تک آخری فیصلہ ہو اُن کا بال بیکا ہو اگر یہ مر گئے یا ان کے جسم کو کسی قسم کا نقصان پہونچ گیا تو بھی تم ذمہ دار ہو گے"

بلوائی: "ہم سب ذمہ داریاں اپنے سر لینے کو موجود ہیں"

اب ابن طولون نے ابن مبرد سے کہا "تم کو اپنے اعمال اور کورنمکی کا انتقام دنیا ہی میں ملنا شروع ہو گیا۔ جاؤ ان لوگوں کی قید میں رہو۔ اور ..."

ابن مبرد: "مجھے آپ اپنی قید میں رکھیں۔ ان لوگوں سے مجھے اپنی جان کا اطمینان نہیں ہے"

ابن طولون: "تم کو نہ ہوگا مگر مجبوری ہے ابھی تم دراصل انھیں کے اسیر ہو۔ اور انھیں کی قید میں رہو گے۔ سلطنت جب تمھارے بارے میں فیصلہ کر چکے گی اسوقت تم کو ان سے لے کر جو سزا دی جائے گی ... ممکن ہے کہ تم چھوڑ دیے جاؤ اور ممکن ہے کہ قید ہو یا کوئی اور سزا دی جائے"

ابن مبرد: "ان کے حوالے کرنے سے اچھا ہے کہ آپ مجھے قتل کر ڈالیں"

ابن طولون: "افسوس کہ تمھاری اس تمنا کو میں نہیں پورا کر سکتا۔ خیر اب یہ بھی سن لو کہ تم نے مجھے ایک لاکھ دینار نذرانہ دینے کو کہا تھا جس کو اب تم کسی طرح نہیں پورا کر سکتے۔ اس لیے کہ تمھارا سارا مال و اسباب بھی گزشتہ چیرہ دستیوں کی پاداش میں ضبط کر لیا جائے گا۔ میں اس نذرانے کے عوض میں تمھارے ان [illegible] غلاموں کو لیے لیتا ہوں جو مجھ کو بہت پسند آئے۔ تمھارے مکان اور تمھارے تمام متعلقین پر بھی جب تک فیصلہ نہ ہو پہرہ بٹھا دیا جائے گا"

یہ فیصلہ سن کر ابن مبرد رونے لگا۔ مگر اس کے مظالم ایسے تھے کہ کسی کو ترس نہ آیا۔ اور اسکے غلاموں میں سے چند جو سامنے کھڑے تھے ان کو ابن طولون نے حکم دیا کہ "تم لوگ اپنے تمام ساتھیوں کو جمع کرو۔ جب تک میں مغرب کی نماز پڑھوں۔ نماز کے بعد تم سب مجھے یہاں صف بستہ ملو"

غلام اپنے ساتھیوں کے ڈھونڈھنے کو دوڑے۔ اور ابن طولون نے بجاے جامع عمرو ابن ابی عاص میں جانے کے یہیں خشوع و خضوع اور متانت و وقار سے نماز پڑھی۔ اب اندھیرا ہو گیا تھا۔ اور شمعوں کی روشنی میں ابن طولون نے

دیکھا کہ غلام زرق برق کپڑے پہنے سامنے صف باندھے کھڑے ہین۔ اُن کے سردار کو اُس نے قریب بلایا اور کہا "آج سے تم سب میرے غلام ہو۔ اور جس طرح اَبن مبرد کے ساتھ رہا کرتے تھے میرے یہان اور میرے ہمراہ رہا کرو۔ امید ہے کہ تم مجھ کو اَبن مبرد سے اچھا آقا پاؤ گے۔ اگرچہ تم سب اس ظالم و کم ظرف اسیر خراج کے کامون مین شریک ہو لہذا ضرورت ہے کہ اس کی سزا مین بھی شریک کیے جاؤ۔ مگر مین تمھارا تصور معاف کر کے تمھین اپنے ساتھ لیے لیتا ہون"

غلامون کے سردار نے عاجزی کے ساتھ اظہار احسانمندی کیا۔ اور اس نے اور اُس کے ساتھ سارے غلامون نے نعرہ مارا کہ "اَبن طولون کا اقبال بلند!"

اب اَبن طولون نے اَبن مبرد کو بلوائیون کے حوالے کیا۔ اور اُن کے چند سرغناؤن سے اس مضمون کی تحریر لکھوالی کہ مجرم اَبن مبرد کو حفاظت کے ساتھ اپنی حراست مین رکھین گے۔ اس کو کسی قسم کا آزار نہ پہونچائین گے۔ اور جب طلب کیا جائے فوراً حاضر کر دین گے۔ ورنہ اُس کا معاوضہ اُن کی جانون اور جائدادون سے وصول کیا جائے گا۔

پھر کوتوال شہر اَبن دغنہ کو بلوا کے حکم دیا کہ ابن مبرد کے زن و فرزند اہل و عیال۔ متعلقین اور اس کی ساری جائداد تمھاری حفاظت مین چھوڑی جاتی ہے۔ تمھارا فرض ہے کہ آج سے کل تک پورا تعلیقہ کر کے پرسون شب کو میرے سامنے پیش کر دو۔ اور پہرہ مقرر کر دو کہ کوئی شخص یا چیز جانے نہ پائے۔ یہ انتظام آخری فیصلہ تک رہے گا۔ اور اگر اس مین ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو تم کو سخت سزا دی جائے گی"

بہر حال اسی وقت بلوائی اَبن مبرد کو زنجیرون مین جکڑ کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ابن طولون اَبن مبرد کے غلامون کے جلوس اور اپنے ہمراہیون کی ساتھ قصر شمع مین گیا جس مین والیان مصر رہا کرتے تھے۔ اور اَبن دغنہ نے اپنی جمعیت کے لوگون کو بلا کے ابن مبرد کے مکان کو گھیر لیا۔ اور اس مین رہنے والون۔ ملازمون غلامون۔ جانورون۔ اور مال و اسباب کی

پھر تیسری مرتبہ کی جانے لگیں۔

یہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس کی بدولت ابن طولون ایک ہی دن میں فسطاط کی رعایا سے روشناس اور اُن میں نہایت ہی ہردلعزیز ہوگیا۔ اور یہ اس کے عہدِ ولایت کا پہلا کارنامہ سمجھا گیا جس نے اُس کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں بڑی بڑی امیدیں پیدا کر دیں۔ اور جو تھا اُس کا حکم ماننے اور اس پر جان فدا کرنے کو تیار تھا۔

پانچواں باب

عزیزۂ مصر کا گھر

دریائے نیل کے کنارے ایک بہت بلند ٹیلے پر ایک عالیشان قصر ہے جس کے سامنے دریا کی طرف کے پھاٹک کے آگے ایک مسطح تختۂ زمین نکال کے اس میں چمن بندی کر دی گئی ہے۔ اور اس سے پانی کے اندر تک پختہ سیڑھیاں بنتی چلی گئی ہیں۔ مگر یہ چمن اور قصر اتنی بلندی پر واقع ہیں کہ سیلاب نیل کے زمانے میں چاہے کتنی ہی بلندی تک پانی چڑھ جائے وہاں تک نہیں پہونچ سکتا۔ قصر کے سنہرے کلس دُور دُور تک نظر آتے ہیں۔ اور سچ یہ ہے کہ یہ قصر فسطاط میں پُرانے قصر شمع کا جواب ہے جو ایک مدت تک ایرانی اور رومی حکام مصر کا دار الحکومت رہ چکا تھا اور فی الحال مسلمان والیان مصر کا مسکن و دار الامارت ہے۔

شہر کی بڑی آباد و بارونق سڑک جو قصر شمع سے آئی ہے گنجان آبادی سے نکلتے ہی اس ٹیلے پر چڑھ کے قصر کے جنوبی پھاٹک میں داخل ہو گئی ہے۔ لہذا اس طرف اگر قصر کے بلند دروازوں سے دیکھئے تو سارا شہر فسطاط نظر کے سامنے ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی اچھا نقاش ہو تو یہاں سے کھڑے ہو کر شہر کا بہت ہی اچھا اور سچا نقشہ کھینچ لے سکتا ہے۔ قصر کی بلندی تک اونٹ تو نہیں پہونچ سکتے مگر گھوڑے اور خچر خوب دوڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں جو یہاں پہاڑوں پر چڑھنے کے عموماً عادی ہوتے ہیں۔

اسی شہر پناہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پرجوش جلوس آبادی سے نکل کر

قصر کیطرف چڑھنے لگا ہے۔ آگے آگے ایک سونہ سترہ سال کا خوش رو خوش پوشاک نوجوان ہے جو ترکی وضع کے بانکے عمامے مین کلغی لگائے ہے۔ اور اس کے پیچھے جلوس کے عنوان سے چار مسلح سوار ہین جن کے ہاتھون مین ننگی تلوارین رخصت ہونیوالے آفتاب کی زرد شعاعون مین چمک رہی ہین۔ یہ نوجوان نئے والی مصر ابن طولون کا بیٹا خمارویہ ہے۔ اور اتنا ہی سُن کر ناظرین سمجھ گئے ہون گے کہ اسکے پیچھے جو پریجمال و حور خصائل خاتون تخت روان پہ بیٹھی ہزارون رومیون کے پرجوش نعرہ ہاے مسرت کے ساتھ آرہی ہے عزیزہ مصر شاہزادی جولیانا ہے۔ اسکی سواری شہر مین گذری تو جو دیکھتا ساتھ ہو لیتا۔ اور جتنے وفادار جان نثارون کا گروہ اُس کو ابن مبرد کے مکان سے لے کے چلا تھا اسکے سوگنے آدمی اسوقت ہمراہ نظر آرہے ہین جبکہ وہ اپنے قصر مین پہونچی جس کی تصویر ابھی ہم نے اپنے ناظرین کو دکھائی ہے۔

آخر یہ جلوس قصر کے جنوبی پھاٹک پہ پہونچ کے رُک گیا۔ چوکی زمین پر رکھی گئی۔ اور جولیانا نے کھڑے ہو کے سب ہمراہیون کیطرف دیکھا اور اپنی شیرین و پُرنغمہ آواز مین کہا "آپ سب لوگون کی محبت و عنایت کا شکریہ ادا کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ آپ نے میری جان بچائی۔ اور اگر چند گھنٹے اور خبر نہ ملی جاتی تو مجھے کوئی زندہ نہ پاتا۔ آج مجھے معلوم ہوا کہ کم ظرف غلام آزادی پانے کے بعد کیسے شقی القلب ہو جاتے ہین۔ اور آج ہی مجھے آپ کی محبت کی قدر معلوم ہوئی۔ ظالم کی روح فرسا قید نے تھوڑی ہی دیر مین میری روح اس قدر تحلیل کر دی تھی کہ اسوقت تک مجھے ہوش بھی نہ آیا ہوتا۔ یا شاید جان بر ہی نہ ہو سکتی مگر آپ کی محبت نے مسیحائی کی۔ اور آپ کے کلمات جوش نے میرے مردہ جسم مین نئی روح پھونک دی اور اب خدا کے فضل سے مین بہت اچھی اور توانا و تندرست ہون۔ اور اپنی کامل صحت کا اطمینان دلا کے آپ سے رخصت ہوتی ہون"

جولیانا کے یہ الفاظ سنتے ہی سب لوگ پھر جوش و خروش کے نعرے مارنے لگے اور جولیانا خمارویہ کے ساتھ۔ جو کہ گھوڑے سے اتر چکا تھا قصر کے اندر داخل ہوئی۔ اور یہی وقت ہے جبکہ اس کو رحم دل و عدالت گستر حاکم مصر کے

کی بیحد شکر گزار ہوں اُنھوں نے مجھے ذلیل موذی ابن مبرد کے پنجۂ ستم سے چھڑایا اور آپ نے مجھے یہاں تک پہونچانے کی زحمت گوارا کی۔"

خمارویہ۔ "مجھے اپنی زندگی کے اس دن پر ہمیشہ ناز رہے گا جس میں مجھے ایسی عزیز و محترم نازنین اور ایسے معشوقۂ دل ربا کی خدمت ادا کرنے کا موقع ملا۔"

جوہلیانا۔ "یہ آپ کی شریف النفسی و عالی ظرفی ہے جو ایسا فرماتے ہیں۔ چلیے میرے شوہر منصور بن متوکل عباسی سے بھی مل لیجیے۔ وہ آپ سے اور آپ اُن سے مل کے خوش ہوں گے۔"

خمارویہ۔ "اگرچہ والد منتظر ہوں گے اور مجھے جلدی واپس جا کر اُن سے آپ کے مع الخیر گھر پہونچ جانے کی اطلاع کرنا ہے مگر آپ کے حکم کے بھی خلاف نہیں کر سکتا کیا امیر المومنین [illegible] کے فرزند یہاں موجود ہیں؟"

اتنے میں ایک شریفانہ صورت رئیسانہ شمائل اور شاہانہ خصائل کا خوش رو شخص جس کی عمر پچیس تیس سال سے زیادہ نہ ہوگی اور نہایت ہی مکلف لباس میں تھا جلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا آکر محل کی عمارت کے باہر جوہلیانا سے ملا اور کہا "پیاری عزیزہ ابن مبرد سے مل آئیں؟ اس نے کس لیے بلایا تھا؟"

جوہلیانا۔ (ہنس کے) "آپ کو ابھی تک نہیں خبر کہ اس نے کس لیے بلایا تھا؟"

منصور۔ "مجھے کیا خبر؟ میں تو اپنے کمرے میں پڑا ہوا تمھارے انتظار میں گھڑیاں گن رہا تھا۔"

جوہلیانا۔ "اس کا حال مجھ سے اچھا شاید والی ابن طولون کے یہ اقبالمند و جوان طالع صاحبزادے خمارویہ بیان کریں گے (خمارویہ سے) یہ میرے شوہر منصور ہیں ان سے ملیے۔ اور ساری سرگزشت بیان فرما دیجیے جس کے یاد آنے سے میری روح تحلیل ہونے لگتی ہے۔"

اس تعارف کے ساتھ ہی خمارویہ نے ادب سے منصور کو سلام کر کے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور چند معمولی ضروری کلمات ملاقات کے بعد خمارویہ نے شاہزادی کی اسیری و رہائی کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ منصور یہ واقعات

مین کمر حسرت مین آگیا۔ اور آخر ایک ٹھنڈی سانس لے کے بولا "مجھے نہ
خبر تھی کہ اس ذلیل حبشی کے دل مین اس قدر بغض بھرا ہوا ہے! افسوس اب
اس پر میرا زور نہین چل سکتا۔ مین نے اس کو آزاد ہی نہین کیا بلکہ اس کے
ہاتھ مین قوت دے دی۔ مگر اب بغداد مین میرا اتنا اثر نہین باقی ہے
کہ اس کو موقوف کراؤن"

خارو یہ "آپ مطمئن رہین۔ اس کام کو والد پورا کر دین گے"

منصور "تو مین ان کا نہایت شکر گزار ہون گا"

خارو یہ "اب مجھے واپس جانے کی اجازت دیجیے۔ والد منتظر ہون گے اور اُن
کا دل لگا ہو گا کہ شاہزادی کا مزار وہان سے آنے کے بعد کیسا رہا۔ اور مجھے
بھی اس کی فکر ہے کہ وہان ابن مبرو کے بارے مین والد نے کیا فیصلہ کیا۔ والد
کے ہمراہ دو چار غلامون سے زیادہ نہین ہین۔ اور بلیائیون کی اس قدر
یورش ہے کہ اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ والد کا یہ اصول
ہے کہ وہ ہر معاملے مین کسی کی مروت اور جنبہ داری نہین کرتے"

جولیانا "مین سمجھتی تھی کہ آپ تھوڑی دیر تشریف رکھین گے اور
کچھ ماحضر تناول فرمائین گے"

خارو یہ "اس فخر کے حاصل کرنے کے لیے مین پھر حاضر ہون گا لیکن اگر
اس وقت جلدی واپس نہ گیا تو والد ناراض ہون گے"

منصور "مگر جانے سے پہلے اقرار کرتے جائیے کہ اب کب ملاقات ہو گی"

خارو یہ "جس دن فرمائیے۔ مین ہر روز آ سکتا ہون"

جولیانا "تو کل ہی تشریف لائیے مجھے چند ضروری باتون مین مشورہ
بھی کرنا ہے"

اس کے بعد خارو یہ ادب و شائستگی کے ساتھ منصور اور جولیانا
سے رخصت ہو کر اپنے چار ہمراہی سوارون کے ساتھ واپس گیا اور منصور
و جولیانا قصر کے اندر جا کے ایک مسند پر بیٹھ گئے۔ جولیانا نے تمام واقعات اور
ابن مبرد کی گستاخانہ باتون کو از سر نو بیان کر کے کہا "مگر مجھے بہت بڑی فکر آپ کی

متعلق ہو گئی ہے۔ ابن مبرد کے بیان سے معلوم ہوا کہ بغداد کے وزرا و امرا آپ
کے دشمن ہو رہے ہیں اور آپ کی تلاش میں ہیں۔"

منصور: "اس کا کسی قدر مجھے بھی چند روز سے علم ہو گیا تھا مگر تم سے اس لیے
نہین بیان کیا کہ تم پریشان ہو گی لیکن مجھے اس کا یقین نہین آتا کہ ابن مبرد کے نام
اس قسم کا کوئی حکم آیا ہو۔ وہان سے حکم آتا تو والی مصر کے نام آتا۔"

جولیانا: "لیکن مجھے کچھ وہان کا حال تو بتائیے ابھی تک تو مین سمجھ رہی تھی
کہ ابن مبرد نے روپیہ کے لالچ مین جھوٹ سچ باتین بنا دین مگر اب آپ کے کہنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بیان صحیح ہے۔"

منصور: "تم سے کیا کہون؟ کوئی خوشی اور اطمینان کی بات ہوتی تو کہتا۔ ان باتون
سے بجز اس کے کہ جو صدمہ میرے دل پر ہے اس سے تمھارے نازک دل کو بھی دکھ ہو
اور کیا فائدہ ہوگا؟"

جولیانا: "تو کیا مین تمھارے رنج و راحت کی شریک نہین ہون؟"

منصور: "ہو مگر ابھی تمھارا سن ایسے صدمون کے اٹھانے کے قابل نہین ہے۔
تاہم مجھے بتا دینے مین کوئی عذر نہیں ہے۔"

چھٹا باب

خلافت بغداد کی پولیٹکل حالت

اب منصور نے اپنی ناز آفرین بیوی کی تسلی و دلدہی کے خیال سے اپنے اور
دولت خلافت عباسیہ کی موجودہ پولیٹکل حالت ان الفاظ مین بیان کرنا شروع کی:
"حسرت سے کہنا پڑتا ہے کہ اب ہمارے خاندان سے خلافت تو نام کو باقی ہے
اور سچ تو یہ ہے کہ جا چکی۔ اور یہ سب ان جاہل و بے عقل خلیفہ کی حماقتون کا نتیجہ ہے
جو ہمارے دادا تھے۔ انھون نے جب دیکھا کہ امراے عرب مین عیش پرستی و بزدلی کے
ساتھ سرکشی اور نافرمانی کا مادہ پیدا ہو گیا ہے تو ترکی غلامون کو جمع کرنا شروع
کیا جو بظاہر نہایت ہی فرمان بردار نظر آئے اور ان کے اشارون پر چلتے تھے۔ ان
غلامون کا پورا ایک [illegible] لشکر پیدا ہو گیا جس سے [illegible]

شاذ و نادر ہی کام لیا گیا۔ مگر ہان اُن کا رعب داب البتہ بڑھ گیا۔ اور نسل عرب کے
معزز لوگون کو اُن سے اذیت پہونچنے لگی۔ یہان تک کہ چند روز مین اُن غلامون نے
شرفاے بغداد اور وہان کی غریب رعایاے عرب کو اس قدر ستانا اور پریشان کرنا شروع
کر دیا کہ آخر دادا معتصم باللہ کو اپنے ترکی غلامون کے رہنے کے لیے نیا شہر سر من راے
(موجودہ سامرہ) آباد کرنا پڑا۔ جہان کی سکونت خود اُنھون نے بھی اختیار کر لی۔ اور گویا
ترکون نے عباسی خلیفہ کو اسکے نجی اعزہ اور ابناے وطن سے چھین لیا۔ تاہم اُن کے
زمانے تک خلافت کی سطوت قائم رہی اور قیصر روم کو ایک زبردست شکست دے کر
اُنھون نے ناموری بھی حاصل کر لی۔ اُن کے بعد پانچ چھ سال تک اُن کے فرزند الواثق باللہ خلیفہ
رہے پھر ۲۳۲ھ مین اُن کے بیٹے جعفر متوکل جو میرے والد بزرگوار تھے سریر خلافت پر بیٹھے وہ
زیادہ تر مذہبی جھگڑون اور معتزلیون کے استیصال مین مصروف رہے۔ جس چیز نے
اُن کو ملک گیری و جہانبانی کے معاملات سے بالکل غافل رکھا۔ اور سب سے زیادہ
خرابی یہ تھی کہ اُن کو مجھ سے اس قدر زیادہ محبت تھی کہ مجھی کو اپنا ولی عہد بنانا
چاہتے تھے۔ اور میرے بڑے بھائی محمد کے خلاف تھے جن کو پہلے ولی عہد تسلیم کر چکے
تھے آخر اظہار عنایت کے لیے اُنھون نے مجھ کو والی مصر مقرر کر دیا۔ جس کا انجام
یہ ہوا کہ بھائی محمد میرے دشمن ہو کر ترک سردارون سے سازش کرنے لگے۔ اور اُنھین
یہ دُھن ہو گئی کہ کسی تدبیر سے مجھ کو مروا ڈالین۔ میرا سن اُن دنون اٹھارہ
برس سے زیادہ نہ تھا۔ بھائی کو اپنے خون کا پیاسا سُنا اور ترک غلامون اور
ترک سرداران فوج مین اُن کا اثر بڑھتا دیکھا تو چھپ کے مصر مین بھاگ آیا۔ مین
اگرچہ مصر کا والی تھا مگر والد کے پاس بغداد ہی مین رہتا تھا اور میری طرف سے
ایک نائب یہان حکومت کرتا تھا۔ خود میرے یہان آنے کی ضرورت نہ تھی
مگر جان کے خوف سے گھر چھوڑ کے بھاگنا پڑا۔

میرے آنے کے بعد بھائی میرے قتل کرنے سے زیادہ سنگین جرم پر آمادہ ہو گئے
اور ارادہ کیا کہ خود والد کو قتل کرا کے تخت خلافت پر بیٹھ جائین۔ محل کے تمام
ترک غلامون اور فوج کے تمام تاتاری سردارون سے اُن سے سازش تھی
ہی۔ اس کوشش مین اُن کو زیادہ دشواری نہین پیش آئی۔ والد کے مخصوص

[illegible]

[illegible]

[illegible] منتصر باللہ کا لقب اختیار [illegible]

تخت نشین ہوتے ہی انھون نے مجھ کو ولایت مصر سے معزول کر دیا۔ اور ساتھ ہی لکھا "اگر تم بے عذر میرے پاس چلے آؤ گے تو جان بخشی، عزت افزائی ہو گی اور چھوٹا عزیز بھائی سمجھ کے تم کو سب سے زیادہ عزیز رکھون گا۔ ورنہ جہان ہو گے میرے سردار تم کو ڈھونڈھ کے قتل کر دین گے"۔ اب مجھے بجز اسکے کوئی مفر نہ تھا کہ فوراً اُن کی خدمت مین حاضر ہو جاؤن۔ چنانچہ خط پڑھتے ہی مین نے اُن کو اطلاع دی کہ مین حسب الحکم بھائی کی شفقت کا لطف اٹھانے کے لیے حاضر ہوتا ہون۔ اور آپ کو یقین دلاتا ہون کہ کبھی کسی امر مین آپ کے حکم کے خلاف نہ کرون گا"۔ اور اس خط کے روانہ کرنے کے چوتھے روز بذات خود بغداد کی راہ لی۔

اُن دنون پیاری جولیانا مجھے تمھارے عشق نے دیوانہ بنا رکھا تھا تمھارے ساتھ شادی کا پیام دیا تھا اور تمھارے عزیزون اور ولیون کے راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیسا ہی ضروری کام ہوتا مین نہ جاتا۔ مگر یہ ایسا معاملہ تھا کہ جوش عشق پر بھی غالب آ گیا۔ اور اپنی زندگی کی مسرتون اور تمناؤن کو یہین چھوڑ کے عراق مین پہونچا۔

جب مین سامنے پہونچا تو بھائی منتصر باللہ سریر خلافت پر بیٹھے تھے۔ مین نے بڑھ کے اُن کے زانو کو بوسہ دیا۔ اور سامنے مودب کھڑا ہو گیا۔ پہلے دیر تک وہ میری صورت دیکھ دیکھ کے مسکراتے رہے۔ پھر کہا "تم کو تو نامرادی دنیا کا بڑا افسوس ہو گا"۔ مین نے قسم کھا کے کہا "لا واللہ! مجھے خلافت کی ہوس نہ تھی اور نہ ہے۔ اور نہ کبھی میرے دل مین یہ خیال آیا کہ بڑے بھائی کو محروم کر کے مین جانشین خلافت ہون۔ مگر والد مرحوم کے طرز عمل نے آپ کو مجھ سے بدظن کر دیا ہو گا"۔ اس پر انھون نے کہا "مجھے اُس زمانے کے واقعات سے تعلق نہین مگر اب تو تمھارے دل مین بغض و عداوت نہین ہے"؟ اس پر مین آبدیدہ ہو گیا اور کہا "معاملہ ایسا نازک ہے کہ آپ کو شاید اعتبار نہ آئے۔ مگر مین سچ کہتا ہون

اس کا منتصر پر ایسا اثر پڑا کہ تخت سے اُٹھ کر مجھے گلے لگا لیا۔ میری پیشانی چومی اور کہا "تمھارا یون اشارہ ہوتے ہی چلا آنا تمھاری بھائی اور صاف دلی کی دلیل ہے۔ اور اب مین وعدہ کرتا ہون کہ تم مجھ کو والد سے زیادہ اپنے حال پر شفیق پاؤ گے" اس پر خوش ہو کر اظہار احسان مندی مین مین نے پھر اُن کے قدم چومے اور اُنھون نے اسی گھڑی سے مجھ کو اپنا انیس صحبت بنا لیا۔

اب بھائی منتصر کو بغیر میرے نہ دربار مین لطف آتا اور نہ سیر و شکار مین۔ نہ کوئی بزم طرب مجھ سے خالی ہوتی۔ اور نہ کوئی خلوت کا محبتانہ۔ اندر باہر خلوت و جلوت مین ہر وقت مین موجود رہتا تھا۔ اور اُن کو اپنی اولاد سے شاید اتنی محبت نہ تھی جتنی مجھ سے تھی۔ مگر والد کے قتل کرنے سے ترکی سردارون کے منھ کو خون لگ گیا تھا اور اُن کے دل مین خیال پیدا ہو گیا تھا کہ خلافت ہماری لونڈی ہے۔ ہم جس کو چاہین دلوا دین اور جس خلیفہ کو چاہین قتل کر ڈالین بھائی سے وہ بار بار روپیہ کا تقاضا کرتے اور جب نہ دیا جاتا یا خزانے مین نہ ہوتا تو اُن کے چشم و ابرو سے ناراضی ظاہر ہوتی جس سے مین بہت خائف تھا۔ اور کئی بار بھائی سے کہا بھی کہ یہی تاتاری سردار جنھون نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کے دشمن ہو جائین مگر اُنھون نے ہمیشہ یہی کہا کہ "تم والد کے واقعے سے خائف ہو۔ مگر یہ لوگ میرے دوست اور جان نثار ہین۔ اور غیر ممکن ہے کہ میرے ساتھ دغا بازی کرین" لیکن آخر مین ایک بار جبکہ کوئی اور قریب نہ تھا اُنھون نے کہا "تمھارا اندیشہ بے بنیاد نہین ہے۔ مین خوب جانتا ہون کہ یہ بے وفا ترک میرے خون کے پیاسے ہین۔ اور میرے قتل کرنے کی تاک مین ہین۔ مگر مین ایسی احتیاط سے رہتا ہون اور اس کا مین نے پورا بندوبست کر لیا ہے کہ مجھ پر حملہ کرنے کا ان کو کبھی موقع نہ ملے گا"

اس کے بعد جو مین نے غور کیا تو نظر آ گیا کہ واقعی سرداران ترک کی بجز دربار کے خوابگاہون اور خلوت سراؤن تک مطلق رسائی نہ تھی۔ اور وہ شب و روز اس فکر مین رہا کرتے تھے کہ کوئی موقع ملے تو اس خلیفہ کا خاتمہ کر دین جس کو ہم پر بھروسہ نہین ہے۔

اسی اثنا مین ایک دن بھائی منتصر نے جشن منانے کا ارادہ کیا۔ اس ضرورت کے لیے ایک خاص قصر آراستہ کیا گیا۔ اور اس کی رونق بڑھانے مین اس قدر اہتمام تھا کہ مجھ کو ساتھ لے کر خود گئے اور اعلی درجہ کے قالین نکلوا نکلوا کے بچھوانے لگے اتنے مین اُن کو کچھ یاد آیا فوراً داروغۂ فراش خانہ کو بلا کے کہا "وہ سارے کمرے کا بڑا ریشمی قالین جو دولت ساسانی کی یادگار ہے نکال لاؤ۔ آج ارادہ ہے کہ اپنی صحبت نشاط مین اُسی کو بچھواؤن" داروغہ نے تعمیل مین ذرا تامل کیا تو بھائی نے بگڑ کے کہا "تم لوگ ہمیشہ اسی فکر مین رہتے ہو کہ خزانۂ خلافت کی چیزون کو ہاتھ نہ لگایا جائے مگر مین تمھاری ایسی بیہودگیون کی پروا نہین کرتا۔ خزانے مین جو کچھ ہے کام مین لانے کے لیے ہے رکھنے کے لیے نہین ہے"

داروغہ "امیر المومنین۔ مگر بہت سی چیزین تاریخی یادگار ہوتی ہین اور اس قابل نہین ہوتین کہ کام مین لائی جائین۔ وہ قالین ایسی ہی چیزون مین ہے۔ اور حضور یہ بھی خیال فرمائین کہ اگرچہ اس مین اعلی درجہ کے نقش و نگار اور گل بوٹے بنے ہین مگر ایسی چیزین خوش نصیب لوگون کے کام کی نہین ہوتین جس طرح ایک افسردہ دل شخص زندہ دلی کی صحبتون کو افسردہ کر دیا کرتا ہے ویسے ہی بدبخت لوگون کی یادگارین بھی اقبالمندون کے حق مین منحوس ہوا کرتی ہین"

منتصر "بس زیادہ نہ بکو۔ اور جو حکم دیا گیا ہے اُس کی تعمیل کرو۔ مجھے عورتون کی طرح بدشگونیون کا وہم نہین ہے۔"

جب کوئی عذر نہ سنا گیا تو داروغہ اس قالین کو لے آیا۔ جو اتنا بڑا تھا کہ پورے کمرے مین پھیلا کے بچھا دیا گیا۔ اب جو غور کیا گیا تو نظر آیا کہ اس مین اعلی درجے کے نقش و نگار اور رنگین بوٹون کے درمیان ایک جوان و خوشرو تاجدار عجم کی بڑی بھاری تصویر بنی ہے جس کے سر پر تاج خسروی جسم مین قبائے شاہی۔ اور پیران کے نیچے بادر قبا گھیرا ہے۔ اور تصویر کے نیچے قدیم پہلوی زبان مین کچھ لکھا ہے۔ منتصر کو فکر ہوئی کہ کیا لکھا ہے۔ اسی وقت ایک عجمی موبد کو بلوا کے حکم دیا کہ پڑھو اس مین کیا لکھا ہے۔ موبد نے پڑھا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اور حسرتناک صورت بنا کے خاموش ہو بیٹھا۔ منتصر نے جب زیادہ اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ امیر المومنین یہ قالین غالباً

کی تصویر بنی ہے - اور اُس کے نیچے یہ الفاظ لکھے ہین - "مین شیرویہ بن پرویز ہون - مین نے سلطنت کی ہوس مین اپنے باپ کو مار ڈالا مگر چھ مہینے سے زیادہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا" یہ اتفاق تھا اسوقت منتصر کو تخت نشین ہوے چھ مہینون مین چند روز باقی تھے - یہ تحریر پڑھتے کے ساتھ ہی اپنا واقعہ یاد آگیا کہ مین نے بھی سلطنت کی ہوس مین اپنے باپ کو قتل کیا ہے - یکایک جشن طرب کا سارا شوق خاک مین مل گیا اور بہت ملول ہو کے تخت مین بیٹھ گئے - مین نے بہت تسلی دی مگر کچھ اثر نہ ہوا - اور تھوڑی دیر مین بخار بدن پر چڑھ آیا - اب نہایت بدحواسی و پریشانی کے ساتھ اُنھون نے مجھ سے کہا "جاؤ یہ تصویر والا قالین تم ہی لے جاؤ - ایسی پریشان کرنیوالی چیز کو خزانۂ خلافت مین نہ رہنا چاہیے"

اسی ضمن مین اتفاق ان کو پھر خیال آیا کہ شاید ترک لوگ مجھ کو قتل کر کے میرے بھائی کو تخت پر بٹھا دین - پھر دل مین تمھاری طرف سے بدگمانی پیدا ہوئی - اور یہ کہا "تم اب فوراً مصر چلی جاؤ - اور اس قالین کو بھی اپنے ساتھ لیتی جاؤ - دیکھو اب ایک گھڑی کے لیے بھی یہان ٹھہرنا اچھا نہین" اسی موقع پر مین نے ان سے ابن مدبر کے نام امیر خراج مصر مقرر ہونے کا حکم لکھوا لیا - اور اُن کو کچھ ایسا اضطراب تھا کہ بلا تامل لکھ دیا اور کہا "بس اب اسی وقت چلی جاؤ - رات تم کو یہان نہ ہو"

میری تو تمھارے شوق دیدار مین خود ہی یہ تمنا تھی اسی وقت چل کھڑا ہوا - یہان آتے ہی والی مصر اُسید بن مزاحم کے سامنے وہ فرمان خلافت پیش کر کے ابن مدبر کو امیر خراج مقرر کرایا - اور ایک ہی ہفتہ کے اندر خدا نے تمھارے وصل سے شاد کام کیا -

اب مین شادکامی و مسرت مین دنیا و مافیہا کو بھولا ہوا تھا کہ آنے کے مہینہ بھر بعد مجھے اطلاع ملی کہ بھائی منتصر کا مرض بڑھتا ہی گیا - بخار کی شدت کسی طرح کم ہونے کو نہ آئی - اور درد سر کی شدت سے سر پھٹا جاتا تھا - آخر طبیبون نے فصد تجویز کی - اور قصر خلافت سے خلافت کے خاص جراح ابن طیفور کے نام جو بڑا ہوشیار جراح تھا اطبا کا حکم ہوا کہ کل صبح کو آ کے امیر المومنین کی فصد کھول لو"

اس رات کو بھائی منتصر سوتے سوتے ڈر کے اور روتے ہوئے چونک پڑے۔ امان جان نے جو ممتا کے جوش مین سرہانے بیٹھی سر دبا رہی تھین پوچھا "بیٹا روتے کیون ہو؟" کہا مین نے ابھی ابھی ابا جان کو دیکھا کہ آئے اور کہتے ہین محمد تو نے مجھ کو قتل کیا تا کہ خلافت ملے۔ مگر خدا کی قسم تو چند ہی روز اس سے بہرہ یاب ہو گا" صبح ہوئی تو ابن طیفور نے آ کے فصد کھولی۔ مگر فصد سے جائے فائدے کے یکایک طبیعت بگڑ گئی۔ ہوش و حواس رخصت ہوئے اور سخت تشنج شروع ہو گیا۔ ہونٹ اور ناخن سیاہ ہو گئے۔ اور صاف معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے زہر دیا ہے۔ آخر کھلا کہ ذلیل و کمینہ امام ابن طیفور نے ترک سردارون سے ایک ہزار اشرفیان لے کر زہر آلود نشتر سے فصد کھولی جس کا زہر دم بھر مین سارے جسم کے اندر دوڑ گیا۔ اور آخر چھ ہی مہینے مین سریر خلافت منتصر سے خالی ہو گیا۔

اب خلیفہ گر سرداران ترک کو اندیشہ ہوا کہ متوکل کی نسل مین سے کوئی شاہزادہ تخت خلافت پر بٹھایا گیا تو وہ اپنے باپ اور بھائیون کے خون کا انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ انھون نے متوکل اور منتصر دونون کی اولاد کو محروم کر کے معتصم باللہ کے ایک بیٹے احمد ابو العباس کے سر پر دستار خلافت رکھی اور اس نے المستعین باللہ کا لقب اختیار کر کے حکمرانی شروع کی۔ اور وہی اس وقت امام زمانہ و وارث و جانشین آل عباس مانا جاتا ہے۔ لیکن وہ فقط نام کے لیے خلیفہ ہے۔ عنان حکومت سرداران لشکر اور غلامان ترک کے سرغنا ذوالنون باغر اور وصیف کے ہاتھ مین ہے۔ وہ دونون المستعین کے نام سے جو چاہتے ہین کرتے ہین۔ خزانے اور رعایا کو لوٹتے ہین اور جو احکام چاہتے ہین جاری کرا دیتے ہین۔

چنانچہ اسی وہم اور وسوسے سے جو اُن کو متوکل کی اولاد سے ہے عام حکم جاری کر دیا ہے کہ متوکل اور منتصر کی نسل سے [illegible] قتل کر دیا جائے۔ [illegible] خلیفہ زادہ [illegible] جہان پایا جاتا ہے قتل کر ڈالا جاتا ہے۔ آج کل بغداد [illegible] میں [illegible] پر یہ اشتہار جاری ہین۔

خلیفۃٌ فی قفصٍ بین وصیف و بغا یقول ما قالا لہ کما تقول البغا

(خلیفہ ایک پنجرے مین بند وصیف اور بغا کے درمیان مین رکھا ہوا ہے۔ جو بولیان وہ سکھا دیتے ہین وہی بولتا ہے۔ جیسے کہ طوطا بولے۔)

اس مین شک نہین کہ امیرالمومنین المستعین نہایت دانا و عاقل اور ذی علم و فضل ہین۔ اور تاریخ ایام سے ماہر سب سمجھتے ہین مگر ترکون پر کوئی زور نہین چلتا۔ اور جو مظالم اُن کے ہاتھ سے کرائے جا رہے ہین ان کو وہ نہایت ناگواری کے ساتھ برداشت کرتے ہین۔

اسی سلسلہ مین کون تعجب نہین اگر سب سے قتل ہونے کا بھی حکم جاری ہو گیا ہو۔ مگر تم کو ان پریشان نہ ہونا چاہیے۔ یہان مصر مین کوئی ہاتھ نہین ڈال سکتا اور تم نے دیکھ لیا کہ اس کور نمک غلام نے ایسی جرأت کی بھی تو اسکو کیا سزا ملی ۔

جولیانا:۔ یہ تو صحیح ہے۔ مگر ایسا نہ ہو کہ ابن طولون کے نام بھی وہان سے تمہارے خلاف حکم آجائے۔

منصور:۔ اول تو ابن طولون نیک نفس آدمی ہین وہ ایسے ظالمانہ احکام کی ہرگز تعمیل نہ کرین گے اور اگر انھون نے بھی ہم سے بیوفائی کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ فسطاط کی رعایا اُن کے ساتھ بھی یہی کرے گی جو ابن مبرد کے ساتھ ہوا۔

جولیانا:۔ یقین ہے کہ عنقریب خمارویہ اپنے وعدے کے مطابق پھر ملنے کو آئین گے۔ اس وقت مین اُن سے اس کا ذکر کرون گی۔

منصور:۔ خمارویہ ابھی بچے ہین اُن کی باتون کا کیا اعتبار! مین خود ابن طولون سے مل کے اس کا تذکرہ کرون گا۔

جولیانا:۔ اس سے اچھا یہ ہوگا کہ ہم ابن طولون کی دعوت کرین۔ اور دونون باپ بیٹون کو بلائین۔ دیکھیے وہ کس طرح ملتے ہین۔ اور کیا خیال ظاہر کرتے ہین۔ اسی دعوت مین موقع نکال کے اس کا ذکر چھیڑا جائے۔

اس تجویز کو منصور نے پسند کیا۔ اور دوسرے دن صبح کو ایک گرجستانی غلام کے ہاتھ ابن طولون اور اُسکے فرزند خمارویہ کے نام دعوت کے رقعے بھیج دیے گئے۔

ساتوان باب

بہائم پرست ولی عہد

شہر فسطاط سے دو میل کے فاصلے پر دریاے نیل کے مشرقی کنارے ایک وسیع و پرفضا باغ ہے۔ بہار کا موسم ہے اور دن کا ابتدائی حصہ پھولون کے تختے ہر طرف لہلہا رہے ہین۔ اور خوشبودار پھولون نے سارے باغ کو مہکا دیا ہے۔ یہ باغ رعایا مین سے کسی کا نہین۔ بلکہ سلطنت کی جائداد ہے۔ کہتے ہین کہ عبدالعزیز بن مروان نے اپنے ولایت مصر کے زمانے مین اپنی تفریح اور دلچسپی کے شوق مین اس کو بنوایا تھا جب سے معمول ہو گیا ہے کہ جو والی ملک آتا ہے اگرچہ اس کا قیام شہر فسطاط کے اندر قصر شمع مین ہوتا ہے مگر سیر و تفریح اور دلچسپیون کے لیے اس باغ کو خوب رونق پر رکھتا ہے۔ مگر فی الحال اس کی آراستگی و سرسبزی کی بے انتہا کوشش کی گئی ہے کوہ مقطم کا سارا میدان اس مین شامل کر لیا گیا ہے اور بڑے اہتمام سے جنت کا خطہ بنا دیا گیا ہے۔ اور اس کے گرد کا میدان مرغزار مینو سواد ہو رہا ہے۔

اسی باغ مین دریا کنارے ایک عالیشان قصر بھی بنا ہوا ہے جس کے بلند صحن سے دریاے نیل کی روانی کی خوب سیر ہو سکتی ہے اور قصر کا ہر کمرہ یا دیوانخانہ زرین و مرصع نقش و نگار سے خوب آراستہ کر کے دلہن بنا دیا گیا ہے۔ دنیا بھر کا سامان زینت و عیش یہان جمع کر دیا گیا ہے۔ اور روز بروز اس کی دلکشی و نزہت کو بڑی سرگرمی سے ترقی دی جا رہی ہے

قصر کے سامنے ایک چمن ہے جس مین ہر جگہ رنگ رنگ کے پھول کھلے ہوے ہین پھولون کے درمیان مین ایک عجیب و غریب حوض بنایا گیا ہے۔ جیسا شاید دنیا مین کہین نہ نظر آئے گا۔ یہ حوض بیس گز لمبا اور بیس گز چوڑا اور دو گز گہرا ہے چارون طرف کنارون پہ چار چار گز تک سنگ رخام کی سلون پہ برنجی پتر چڑھا دیے گئے ہین جن کی وجہ سے پورا حوض سونے کا ڈلا معلوم ہوتا ہے جس پر آفتاب کی شعاعین تڑپ کر اسے ایسا جگمگاتی ہین کہ دیکھنے والون کی نظر نہین ٹھہر سکتی۔ کنارے کنارے اُن پیتل کے پترون مین برنجی کڑے لگے ہوے ہین۔

اس طلائی حوض میں پانی کے عوض پارہ بھر دیا گیا ہے اور آفتاب کی گرمی سے اس چاندی کے دریا میں ایسا پر لطف تموج پیدا ہوتا ہے کہ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ اسکے بیچ میں پارے کے اوپر زرد چمڑے کی ایک توشک پڑی ہوئی ہے جس میں ہوا بھری گئی ہے جو کشتی کیطرح اس چاندی کے دریا میں تیرتی رہتی ہے توشک میں چاروں طرف سونے کی کڑیاں لگی ہیں جن میں باریک باریک خوبصورت طلائی زنجیریں ڈال کے حوض کے کنارے والے ستونوں سے وابستہ کردی گئی ہیں اور ان کی وجہ سے توشک اگرچہ پارے کے طلاطم سے ڈگمگاتی رہتی ہے مگر اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتی۔

اس توشک پر ابن طولون کا جوان سال عیش پرست بیٹا خمارویہ ہوائی تکیے پر سر رکھے لیٹا ہے۔ اور حوض کے کنارے کی برجی زمین پر ایک شیر خمارویہ کیطرف منھ کیے بیٹھا ہے۔ جو خمارویہ کا ایسا مطیع و منقاد ہے کہ اشاروں پہ چلتا اور جو حکم دیا جائے اسکو فوراً بجا لاتا ہے۔ نوجوان امیرزادہ اُسی سے باتیں کر رہا ہے۔ اور وہ غرانے کی ایسی رسیلی آوازیں نکالتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسکی باتوں کو سمجھتا اور محبت سے جواب دیتا ہے۔ اس شیر کے گلے میں سونے کی ہیکل ہے۔ اور اس کے سر پہ دونوں کانوں کے درمیان ایک خاص وضع کا تاج نما طلائی مرصع زیور جس کو خمارویہ نے اپنی طبیعت سے ایجاد کیا ہے۔

اتنے میں شیر ایک طرف دیکھ کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور غراتا ہوا جھپٹا خمارویہ بہت روکتا اور "زریق" "زریق" کہہ کے پکارتا رہا مگر شیر نے مطلق سماعت نہ کی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آیا تو اُس کے پنجے میں ایک مرا ہوا کالا زہریلا سانپ تھا جس کو اس نے حوض کے کنارے ڈال دیا۔ اب خمارویہ کو معلوم ہوا کہ یہ سانپ حوض کیطرف آرہا تھا شیر نے میری ہی جان بچانے کے خیال سے اس کو جا کے مار ڈالا اور اُٹھا لایا ہے کہ مجھے اپنی خیر خواہی کا ثبوت دے۔ چنانچہ خمارویہ نے چمکار کے اُسے بٹھایا۔ اور پکار کے کہا "ہنا" (یہاں آؤ) فوراً ایک حبشی غلام آیا اور سامنے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو گیا۔

خارو یہ: "دیکھو۔ زرریق نے ابھی اس سانپ کو مارا ہے۔ اس کو لے جا کے کہیں دور پھینک آؤ۔ اور تھوڑا سا پلاؤ لا کے اس کے سامنے رکھ دو۔" غلام سانپ کو اٹھا کے چلا گیا۔ اور خارویہ نے شیر کی طرف دیکھ کے کہا "زرریق۔ بس دنیا میں اکیلا ایک تو ہی میرا سچا انیس اور میری جان کا محافظ ہے۔ کسی نے میری طرف بری نگاہ سے دیکھا اور تو اس پر جھپٹ پڑا۔ میں سوتا ہوں تو تو پلنگ کے پاس بیٹھ کے میری حفاظت کرتا ہے۔ کاش آدمیوں میں بھی ایسے وفادار ملتے۔ والد نہیں پسند کرتے کہ تو شب و روز میرے ساتھ رہے۔ افسوس انھیں تیری وفاداری کا ایسا تجربہ نہیں ہے جیسا کہ مجھ کو ہے۔"

یہ باتیں سنتے سنتے زرریق نے کان کھڑے کیے۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک طرف دیکھ کے غرایا۔ خارویہ نے اس طرف دیکھا تو ایک خوش رو نوجوان نظر آیا۔ جو باریابی کی اجازت چاہتا تھا۔ فوراً شیر کو چمکار کے بٹھایا اور اس شخص سے پکار کے کہا "جمیل آؤ۔ اس وقت تمھیں سے ملنے اور باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا۔"

جمیل کانپتا اور ڈرتا ہوا آیا۔ بعد اجازت حوض کے کنارے بیٹھ گیا۔ اور ہنس کے کہنے لگا "بیشک حضور کی شوکت و عدالت شیر اور بکری کو ایک گھاٹ سے پانی پلاتی ہے۔"

خارویہ۔ (خوش ہو کر) "تم نے بات خوب پیدا کی۔ مگر میں نے تو اپنی جان کی حفاظت کے لیے زرریق کو دوست بنایا ہے۔ دسترخوان پر بھی اسی کو اپنے ساتھ کھلاتا ہوں۔ ہر چیز پہلے اسے کھلا لیتا ہوں پیچھے خود کھاتا ہوں۔"

جمیل: "مگر حضور ہم لوگوں کی خیریت نہیں نظر آتی۔ کسی نہ کسی دن اس کے شکار ہوں گے۔"

خارویہ: "نہیں۔ میرا زرریق ایسا بدتمیز نہیں ہے۔ یہ میرے سب دوستوں کا دوست ہے۔ اب تم اس وقت اٹھ کر اسے مارو اور کان پکڑو۔ دم پکڑ کے کھینچو چٹکیاں لو۔ کچھ کرے نہ بولے گا۔ ہاں جب میں سوتا ہوتا ہوں اس وقت البتہ کسی کو میرے پلنگ کے پاس قریب نہ آنے دیتا۔"

جمیل: "کیا اگر حضور کسی آدمی کو ایسا ہی عزیز رکھیں تو وہ جان نثار و وفادار

نہ ہو جائے گا۔"

خارویہ "مجھے انسان کا اعتبار نہیں۔ مین نے تمام قومون کی تاریخ پڑھی ہے اور اکثر نظر آیا کہ وہی لوگ جو جان نثار دوست اور خاص اپنے ساختہ پرداختہ تھے ذرا سے لالچ مین دشمن سے مل گئے۔ اور موقع پا کے آقا کا کام تمام کر دیا۔ خلفاے بغداد کو نہین دیکھتے کہ اپنے ہی ساختہ پرداختہ اور اپنے مورد عنایت لوگون کے ہاتھ سے قتل ہو رہے ہین۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ یہ شیر بھی کسی سے سازش کر کے میرے خون کا پیاسا ہو جائے گا؟"

جمیل "حضور کا فرمانا بجا ہے۔ یہ کسی سے سازش نہ کرے گا۔ مگر خود اس کی ہیبت خطرے سے خالی نہین۔"

خارویہ "اس کی ہیبت سے مین نہین ڈرتا۔ چاہون اس کی بوٹیان کاٹ ڈالون۔ مجھ پر غصہ کرے گا۔ زریق سے مجھے بیوفائی کا ہرگز اندیشہ نہین ہے۔"

جمیل "تو پھر ہم بھی اس کا اعتبار کرنے پر مجبور ہین۔ مگر اس وقت تو مین حضور کو پہلے پہل اس چاندی کے حوض مین رونق افروز ہونے پر مبارکباد دیتا ہون۔ اسی لیے حاضر ہوا ہون۔ شوق تھا کہ اپنے آقا کو اس دریاے نور مین جہازرانی کرتے آنکھون سے دیکھ لون۔"

خارویہ "ہان آج ہی یہ حوض پارے سے لبلب کیا گیا۔ اور واقعی حکیم صاحب کے کہنے کے مطابق مجھے اس مین بڑا آرام ملا۔"

جمیل "حضور نے فرمایا تھا کہ کسی کے پاؤن دبانے کو برداشت نہین کر سکتے۔ اور اتنی تاب نہین ہے کہ کسی کا ہاتھ جسم مبارک مین لگے۔"

خارویہ "ابھی اصل واقعہ مجھ سے سنو۔ چند روز سے ایسے واقعات پیش آئے ہین کہ مجھے رات رات بھر جاگتے گزر گئی اور کسی پہلو پر قرار نہین آتا۔ والدہ نے سبب پوچھا تو کیا کہتا یہی ظاہر کیا کہ دماغ مین خشکی بڑھ گئی ہے۔ انھون نے حکیم صاحب کو بلا کے دکھایا۔ حکیم صاحب نے چند نسخے تجویز کیے اور کہا کہ مین سوتے وقت لیٹ کر پاؤن دبوایا کرون۔ اس کو مین گوارا نہین کر سکتا۔ اس لیے کہ مرد ہو یا عورت مجھے کسی پر بھروسہ نہین۔ اسی وجہ سے مین نے زریق کے علاوہ

علاوہ

سو کے قریب شیر اور چیتے رکھتے ہین۔ مین نے اپنی بیویون اور حرمون تک سے ملنے کا یہ معمول رکھا ہے کہ بیداری مین اُن سے مل لیا کرتا ہون۔ سوتے وقت کسی کو پلنگ کے پاس نہین آنے دیتا۔ اپنا یہ اندیشہ حکیم صاحب پر ظاہر کرتا تو وہ اور اُن سے سُن کر والد اور تمام لوگ سٹری بناتے۔ اور جنون کا علاج ہونے لگتا۔ ان باتون سے بچنے کے لئے مین نے حکیم صاحب سے کہا کہ مین اس کا عادی نہین کہ کوئی میرے پنڈے مین ہاتھ لگائے۔ مین کسی کے ہاتھ کی تاب ہی نہین لا سکتا۔ انھون نے اس حوض کی ترکیب بتائی کہ اس کی لہرین دلک کا کام دین گی۔ والد نے فوراً اس حوض کے بنوانے کا حکم دے دیا۔ اور ابھی مین آج پہلے پہل اس مین آکے لیٹا تو بڑا لطف آیا۔"

جمیل "مگر یہ نہین معلوم ہوا کہ حضور کی نیند کیون اُڑ گئی؟"

خمارویہ "آہ! اس کو نہ پوچھو۔ اس راز کو کاش مین اپنے ساتھ قبر مین لے جاتا اور کسی پر ظاہر نہ کرتا۔ مگر افسوس بے کہے بھی نہین رہا جاتا۔ تم سن کر لوگون مین مشہور کر دوگے اور نئی آفت اُٹھ کھڑی ہوگی۔"

جمیل "حضور کا راز اور مین فاش کرون! اگر حضور کو اتنا بھی میرا اعتبار نہین تو پھر میرا جینا ہی بیکار ہے۔"

خمارویہ "مین یہ نہین کہتا کہ مجھے تمھارا اعتبار نہین۔ مگر وہ بات ایسی ہے کہ اس کو زبان تک لاتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب سے مین نے عزیزۂ مصر شاہزادی جولیانا کی صورت دیکھی ہے بھوک پیاس نیند سب اُڑ گئی۔ نہ کسی حال پہ قرار آتا ہے۔ اور نہ کسی کام مین دل لگتا ہے۔ اور کیا عجب کہ مجھے جو وحشی درندون سے علی العموم اُنس ہے اور زریق کے سوا کسی کی صحبت نہین پسند آتی یہ مجنون عامری کی وہ عاشقانہ سنت قدیم ہو کہ وحشیان صحرا کے سوا انسانون سے کم ملتا تھا۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ شاہزادی ایک عباسی خلیفہ زادے کی دلھن ہے۔ اس سے تعلق پیدا کرنے کا خیال بھی دل مین لانا زنائے محصنہ کے حکم مین ہے۔ آہ! وہ ان لڑی آنکھ جہان اپنا گذارا ہی نہین۔ پہلے پہل جب ابن مبرد کی گرفتاری کے دن وہ اس کے قیدخانے سے بیہوش اُٹھا کے لائی گئی ہے۔ اُس کی پریشان زلفین بیمار نرگسین آنکھین۔ گلاب کی پنکھڑیون کے سے ہونٹ۔ اور بیخودی کی ادائین دیکھ کے مین

بہوت رہ گیا۔ مجھے ایسا نظر آیا کہ زلیخا اور شیرین کے عدیم المثال تاریخی حسن اُس کے پیارے مکھڑے مین بھر دیئے گئے ہین۔ پھر جب وہ ہوش مین آنے لگی تو پہلے اُس کی نیم خواب آنکھین دیکھین۔ اور جب مین اس کے گھر پہونچا کے اُس سے رخصت ہوا تو دیکھا کہ اُنھین آنکھون سے مسلسل غمزون اور کرشمون کے تیر چل رہے ہین جن مین سے ایک بھی نہ تھا جس نے میرے دل کو خطا کیا ہو۔ آہ سب اس زخمی دل مین پیوست ہین۔ اور جب وہ پیاری صورت یاد آتی ہے کھٹکنے لگتے ہین۔

"الغرض جمیل مین فقط دیکھنے کو زندہ ہون ورنہ اصل مین مجھے زندہ نہ سمجھو۔ مین جولیانا کی نرگس فتان کا کشتہ ہون۔ دوسرے دن اسی ماہوش نازنین نے مجھے اور والد کو دعوت مین بلایا۔ والد سے اُس سے اور اُس کے شوہر منصور سے باتین ہو رہی تھین۔ اور مین بیٹھا اُس کی ہر ہر ادا کو دیکھتا اور دل ہی دل مین تڑپ رہا تھا۔ والد سے جولیانا اور منصور نے اپنے متعلق پوچھا اور درخواست کی کہ بغداد کے سرکش وطاغی سرداران ترک کے مقابلے مین وہ اُن کو اپنی امان مین لے لین۔ اور والد پر بھی جولیا کے حسن وجمال کا اس قدر اثر پڑا تھا کہ اس نے جو درخواست کی قبول کر لی۔ اور جو کچھ وہ کہتی گئی وہ اس کو مانتے چلے گئے۔ چنانچہ اب والد اُس کے حال پر اس درجہ مہربان ہین اور اُس کی باتون مین اس قدر آ گئے ہین کہ خلافت کی مخالفت کرنے تک کو آمادہ ہین۔ اُن کی اس جنبہ داری نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔ وہ اپنے اصول پر اس قدر مستقل ہین کہ اب اگر مین منصور کے خلاف کوئی لفظ بھی زبان سے نکالون تو محبت پدری کو الگ رکھ کے میرے خون کے پیاسے ہو جائین گے۔ مین اُس نازنین اور اُس کے شوہر سے بارہا ملا۔ اور اب مین نے مجبور ہو کے ملنا بھی چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ ڈر لگتا ہے زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جو میرے راز عشق کو آشکارا کر دے۔ اور پھر اس قابل بھی نہ رہون کہ اُس کی صورت دیکھنے کو جاؤن"

جمیل (تعجب سے) "حضور نے بڑا ضبط کیا کہ آج تک اس راز کو زبان پر نہ لائے۔ لیکن اگر مجھ سے فرمایا ہوتا تو مین کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکالتا"

خالدیہ "تم کیا صورت نکالتے؟ ایک شوہر والی عورت پر عاشق ہونا کس قدر

شرمناک ہے؟ مین کس زبان سے کہتا؟ اور کہتا بھی تو لوگ سن کر مجھے کس قدر برا سمجھنے لگتے؟"

جمیل "مگر انسان تحمل اور ہوشیاری سے کام لے تو ہر قسم کی دشواریون پر غالب آجاتا ہے۔ اگر غور کیا جاتا تو ہم سے جان نثار جو حضور کی فیاضی و عنایت پر جی رہے ہین کوئی نہ کوئی بات پیدا ہی کر لیتے"

خارویہ "کوئی جایز صورت تو میرے خیال مین نہین آتی۔ یہ اور بات ہے کہ ایک جرم و گناہ کے لئے اور گناہ بھی گوارا کر لیے جائین"

جمیل "اوہ! جس طرح ہر مشکل دور ہو سکتی ہے اسی طرح ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ خیر یہ تو فرمایئے کہ ابن مبرد کا کیا حشر ہوا؟"

خارویہ "وہ اب تک شہروالون کے پاس اسیر ہے۔ والد نے منصور اور جولیانا کے خوش کرنے کے لیے زور و شور سے اُس کے خلاف لکھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے دربار خلافت مین اُس کے طرفدار بھی موجود ہین۔ جن کی وجہ سے اس کو سزا دینے کی اجازت نہین ملتی۔ بلکہ حکم آیا ہے کہ وہ چھوڑ دیا جائے مگر والد جولیانا کی طرفداری مین بغداد کے حکمون کی بھی پروا نہین کرتے۔ اور کیا عجب کہ فسطاط کی رعایا کو اشارہ کر دیا جائے کہ اندر ہی اندر اُس کا کام تمام کر دین"

جمیل "تو اُس کو جس طرح بنے بچانا چاہیے۔ اگر اس کو آزادی مل گئی تو مین وعدہ کرتا ہون کہ آپ کی تمنا پوری ہو جائے گی"

خارویہ "یہ کیسے؟"

جمیل "وہ ابھی عباسی شاہزادے منصور اور اُس کی بیوی جولیانا کا جانی دشمن ہے۔ اُس نے پہلے ہی تجویز کیا تھا کہ منصور کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دے جہان وہ فوراً مار ڈالا جائے گا۔ اور جولیانا کو آپ کے والد ابن طولون کی نذر کر دے۔ مگر اس مین کامیابی نہ ہوئی۔ اور اب آپ کے والد کے مخالف ہو جانے سے وہ بالکل بے بس ہو گیا۔ اگر کسی کوشش سے وہ چھوڑ دیا جائے تو یقیناً ایسی کارروائی کرے گا کہ آپ کی آرزو بغیر کوشش

کئے پوری ہو جائے گی"

خارویہ "مگر والد سے تو مین اُس کی طرفداری مین کچھ نہین کہہ سکتا"

جمیل "اس کی بھی ضرورت نہین۔ آپ ایک زبردست والی امیر کے فرزند ہین۔ آپ کا ادنی اشارہ کافی ہوگا"

خارویہ "تو مین کیا اشارہ کرون؟ اور کس سے کہون؟"

جمیل "اگر حضور اجازت دین تو مین جا کے یہان کے کوتوال ابن الدغنہ سے ملون۔ وہ بظاہر بہت سیدھا آدمی ہے۔ اور شہر کے حالات اور شہر والون کے حرکات سے بخوبی واقف ہے۔ مین اُسے آپ کا طرفدار بنا لون گا۔ اور وہ سب کام کر لے گا"

خارویہ "اور اگر اُس نے والد سے جا کے پوچھا۔ اور کہہ دیا کہ مین ایسا چاہتا ہون تو کیا ہوگا؟"

جمیل "مین اس کا بھی اطمینان کر لون گا۔ اُس سے وعدہ لے لون گا کہ اس کارروائی کو حضور امیر مصر ابن طولون پر نہ ظاہر کرے۔ اول تو اُس کے خیال مین یہ بات ضرور ہو گی کہ جس امر کو آپ چاہین اُس مین آپ کے والد خلاف بھی ہون تو آخر مین طرفداری ہی کرین گے۔ تاکہ آپ خوش رہین۔ علاوہ برین اس کا بھی تھوڑا اشبہ نہ ہو گا کہ آپ ہی ولی عہد سلطنت ہین۔ اور ایک دن آپ ہی سے سابقہ پڑنے والا ہے"

خارویہ "جمیل تم میرے دل کو خوش کر رہے ہو۔ اور بے شک یاس کی گہری تاریکی مین تم نے ایک شمع روشن کر دی ہے۔ مگر سچ یہ ہے کہ عشق نے میری عقل ٹھکانے نہین رکھی۔ فی الحال مجھ مین نیک و بد کے پہچاننے کا امتیاز نہین ہے۔ تمھاری باتین اچھی معلوم ہوتی ہین مگر ان پر دل نہین جمتا۔ خیر جاؤ۔ اور جو مناسب جانو کرو۔ مگر یاد رکھو کہ اگر تمھاری کوشش سے جولیانا مل گئی تو تمھارا غلام ہو جاؤن گا"

جمیل "اپنے غلامون کو اتنا نہ بڑھائیے۔ مین جاتا ہون اسی وقت سے کارروائی شروع کر دون گا۔ اور کوشش کرون گا کہ جہان تک بنے

آپ کا نام درمیان مین نہ آئے"۔

یہ کہہ کے جمیل بن سنان آداب بجا لا کے چلا گیا۔ اور اُس کے جانے کے بعد خارویہ نے شیر کی طرف دیکھ کے کہا "میرے رازدار دوست۔ اور میرے محافظ مہربان۔ مین تجھ سے اپنے سب راز کہہ دیا کرتا ہون۔ جمیل چالاک آدمی ہے مجھے جیسے کسی پر بھروسہ نہین ہے اُس پر بھی نہین ہے۔ خدا جانے وہ کیا کیا مصیبتین اُٹھا کے کھڑی کر دیگا۔ وہ منصور اور جولیانا کے خلاف کوشش کرنے کو گیا ہے جن کی رعایائے فسطاط عاشق ہے۔ ابن مبرو نے ان سے دشمنی کر کے کیا پھل پایا جو یہ پائے گا۔ انجام یہی ہونا ہے کہ یہ شہر والون کے ہاتھ سے ذلیل ہو یا مارا جائے۔ اور خرابی یہ ہے کہ اُس پر جو لوگون کا نرغہ ہوگا اُس کا اثر مجھ تک پہونچے گا۔ اُس وقت اے زریق تو ہی میرا بچانے والا ہے۔ جہان پر غلامون کا مسلح گروہ۔ اور بہادرون کا لشکر کام نہ آئے وہان تو کام آئے گا"۔

اس کے جواب مین شیر اظہار محبت مین غرانے کی مہیب آوازین نکالنے لگا اور خارویہ اسی قالین کے اوپر جسے متلاطم پارہ جھلا رہا تھا ہوائی تکیے پر سر رکھ کے سو گیا۔

آٹھوان باب

خوفناک سازش

جمیل خارویہ سے رخصت ہو کے گیا تو سیدھا ابن الدغنہ کے دروازے پر تھا دروازے پر چند حبشی غلامون کا پہرہ تھا جن سے معلوم ہوا کہ کوتوال صاحب حسب معمول شہر کی گشت کو گئے ہین۔ مگر اب آتے ہی ہون گے۔ اس لیے کہ دوپہر کا وقت آگیا جبکہ وہ ہمیشہ واپس آجایا کرتے ہین۔ جمیل ڈیوڑھی کی ایک صحنچی مین بیٹھ کے انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر مین ابن دغنہ جو ایک کشیدہ قامت شامی عرب تھا پچاس حبشی غلامون کے ساتھ جن کے ہاتھون مین چوڑے چوڑے سیفے تھے آگیا۔ گھوڑے سے اُتر کے اندر جانے لگا۔ ڈیوڑھی مین جمیل کی صورت دیکھی تو ٹھہر گیا اور پوچھا "آپ کون ہین؟"

جمیل "مین امیر ابن طولون کے بڑے فرزند خارویہ کا رفیق خاص جمیل بن سنان ہون۔ اور آپ کے پاس اُن کا بھیجا ہوا آیا ہون"۔

یہ سنتے ہی ابن دغنہ کی صورت و وضع میں ایک فوری تغیر پیدا ہوا۔ یا تو حکومت اور عہدہ داری کی نخوت۔ پولیس کی افسری کی رعونت و درشتی تھی یا حد سے زیادہ تواضع اور فروتنی پیدا ہو گئی۔ نہایت محبت و خلوص کے ساتھ اُس سے ہاتھ ملایا۔ ذوق و شوق سے لبیک و مرحبا کہی۔ اور کہا میں امیر زادہ بلند اقبال کا شکر گزار ہوں کہ مجھے یاد فرمایا۔ کیا کوئی خاص حکم ہے؟"

جمیل "جی نہیں۔ اگر کوئی حکم ہوتا تو آپ کو خود امیر سے ملتا۔ امیر کو اُن سے ایسی محبت ہے کہ اُن کی بات کو ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹالتے۔ فوراً حکم جاری کر دیتے ہیں۔ مگر آج خدا جانے کیا بات تھی کہ مجھے حکم ہوا آپ سے مل لوں۔"

ابن دغنہ "تو آپ نے اور انھوں نے دونوں نے مجھ کو سرفراز کیا۔ آئیے دم بھر تشریف رکھیے۔ اور شربت کے دو ایک جام پی لیجیے۔"

جمیل "تشریف لے چلیے۔ میں تو اسی لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے دو گھڑی باتیں کروں۔"

اب ابن دغنہ جمیل کو اپنے دیوانخانے میں لے گیا۔ بیٹھتے ہی شربت مانگا۔ ایک رومیہ لونڈی صراحی اور جام لے کے آئی۔ اپنے آقا اور جمیل دونوں کو شربت کے دو دو جام پلائے اور چلی گئی۔

ابن دغنہ "کام اس قدر زیادہ ہے کہ گھر پہونچتا ہوں تو بالکل خستہ ہو جاتا ہوں۔ اگر آپ بدتمیزی نہ سمجھیں تو ذرا پاؤں پھیلا لوں۔ سچ یہ ہے کہ اب میں زیادہ محنت کی تاب نہیں لا سکتا۔"

جمیل "تو اس میں مضائقہ کیا ہے؟ آپ شوق سے پاؤں پھیلا لیجیے۔"

اجازت پاتے ہی ابن دغنہ نے گاؤ تکیہ سے پیٹھ لگا کے دونوں پاؤں پھیلا دیے۔ اور ساتھ ہی دو رومی غلام بیٹھ کے چپی کرنے لگے۔

جمیل "جب سے ابن مہر کے گھر کی نگرانی آپ کے سپرد ہوئی ہے کام بہت زیادہ ہو گیا ہے۔"

ابن دغنہ "اس کام سے تو میں عاجز آ گیا۔ کسی طرح فیصلہ ہونے کو آتا ہی نہیں دربار خلافت سے اُس کی رہائی کا حکم آ گیا مگر ہمارے امیر کسی مصلحت سے اُس کو

نہین چھوڑتے "

جمیل "اور چھوڑین کیسے؟ اُس کو اگر چھوڑ دین تو رعایا مین سے کوئی نہ کوئی اُس کو مار ڈالے گا۔ اس کو قید مین رکھنا دراصل اس کی جان کی حفاظت کرنا ہے"

ابن دغنہ "یقیناً۔ اگر حضور امیر نے اس کی مدد نہ کی ہوتی تو اسی دن مار ڈالا جاتا۔ اور اب بھی جو بچا ہوا ہے تو انھین کی مہربانی سے اگر شہر والون سے ضمانت نہ لے لی گئی ہوتی تو کب کے اس کا کام تمام کر چکے ہوتے"

جمیل "خدا جانے شہر والون کو اس سے اس قدر عداوت کیون ہے؟"

ابن دغنہ "اُس کے مظالم ہی ایسے تھے کہ کوئی اُس سے خوش نہ تھا۔ اور اس آخری حرکت نے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو فریب سے بلا کے قید کر لیا لوگون کا غصہ اور بڑھا دیا"

جمیل "لیکن ایسا مجرم ہے تو اُس کو قتل کر ڈالنا چاہیئے"

ابن دغنہ "غالباً ہمارے امیر کا بھی یہی منشا ہے۔ مگر سنتا ہون دارالخلافت کے وزرا و سردار اور خود امیر المومنین اُس کے طرفدار ہین"

جمیل "مگر امیر وہان کے اور حکمون کی کب پروا کرتے ہین جو اس حکم کا خیال کرتے؟"

ابن دغنہ (جمیل کی صورت کو ذرا غور سے دیکھ کے) "اب حضور امیر کی مصلحتون کو مین کیا سمجھ سکتا ہون؟ وہ جو کچھ کرتے ہی کسی مصلحت ہی سے کرتے ہون گے"

جمیل (مسکرا کر) "غالباً آپ کو مجھ پر بدگمانی ہو گئی کہ مین آپ کے بعض راز دریافت کرنے کو آیا ہون اور نفاق کی باتین کرتا ہون۔ لیکن مین امیر المومنین اور اپنے امیر زادۂ بلند اقبال خارویہ کی حرمت و اقبال کی قسم کھا کے آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ ملنا چاہتا ہون۔ اور دراصل میری طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ ریاکاری سے قطعی نفرت ہے۔ ہمارے امیر زادے کے مزاج کی حالت شاید آپ جانتے ہون کہ انھین مرد ہو یا عورت کسی کا اعتبار نہین۔ اور اس بدگمانی مین یہانتک بڑھ گئے ہین کہ وحشی درندون سے صحبت رہتی ہے۔ کسی انسان سے نہین ملتے۔ مگر انھین

انسانوں مین اعتبار ہے تو میرا۔ اور محض اسی وجہ سے کہ مجھے صاف باطن اور سچا جانتے ہین۔"

ابن دغنہ: "نہین مجھے آپ پر مطلق بدگمانی نہین ہے۔ مگر میرا معمول ہے کہ بجز اُن باتون کے جن سے مجھے تعلق ہے اور کسی امر مین دخل نہین دیتا۔ مجھ کو اس سے بالکل واسطہ نہین رہتا کہ امیر المومنین کیا کرتے ہین اور امیر مصر کی اصلی غرض کیا ہے۔ میرا تو اس کوتوالی کی ملازمت نے یہ مذہب کر دیا ہے کہ

اگر شہ روز را گوید شب است این ‌ ‌ ‌ بباید گفت اینک ماہ و پروین

اسی سبب سے کبھی میرا خیال اس طرف گیا ہی نہین کہ دربار خلافت ابن مبرد کا کیون طرفدار ہے اور ہمارے امیر کی اُس کے بارے مین کیا کوشش ہے۔"

جمیل: "آپ کو نہین معلوم تو مجھ سے سنیے۔ امیر ابن طولون کو دار الخلافت کے احکام کی مطلق پروا نہین۔ وہ مستقل فرمان روائے مصر بن گئے ہین۔ اور امرا و وزرائے خلافت مین اتنا دم نہین کہ اُن کو مغلوب کر کے اپنا مطیع و منقاد بنائین اس کو آپ تقدیر کا سچا فیصلہ سمجھین۔ اور یقین کر لین کہ اب آپ کو انھین سے سابقہ رہے گا۔ باقی رہا یہ کہ ہمارے امیر صاحب ابن مبرد کو قتل کی کیون سزا نہین دیتے اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ وہ خود اپنی ذات سے اس کو قتل کرنا نہین چاہتے اسی خیال سے ایک طرف ابن مبرد کو اسی کے دشمنون کے ہاتھ مین دے کر اُن سے اچھی طرح رکھنے کی ضمانت لے لی ہے۔ اور دوسری طرف آپ کو اُس کے بال بچون اور مال و متاع کا محافظ بنا دیا ہے۔ ہمارے امیر اپنے زمانے کے اعلی ترین عقلا مین ہین اُن کی حکمت عملی کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ ابن مبرد کی حفاظت بھلا اس سے زیادہ عمدگی سے اور اس سے زیادہ حیرت ناک طریقے سے کوئی اور بھی کر سکتا کہ خود اپنے دشمنون کے ہاتھ مین ہے مگر کوئی اس کا بال بیکا نہین کر سکتا۔ علی ہذا القیاس اس کو بھی سوچیے کہ اُن کے گھر بار کی حفاظت، آپ سے زیادہ کون کر سکتا تھا؟"

ابن دغنہ: "آپ کا قیاس تو ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔"

جمیل: "یہ قیاس نہین۔ مین بیچارا سیدھا سادھا آدمی ان باتون کی تہ کو بھلا

کیا پہونچ سکتا تھا - دراصل یہ وہ باتین ہین جو امیر ابن طولون نے اپنے فرزند سے کہین جن کو ولی عہد بنانے کی وجہ سے تعلیم کے طور پر ہمیشہ اپنی حکمت عملیان بتا دیا کرتے ہین - ان سے یہ باتین مجھے معلوم ہو گئین"

ابن دغنہ "تو سمجھنا چاہیے کہ ابن مبرد بڑا خوش نصیب آدمی ہے - مین آج تک اس کو نہایت بدنصیب خیال کر رہا تھا"

جمیل "اور یہ بھی نہ سمجھیے کہ ہمارے امیر دل سے عباسی شاہزادۂ منصور کے دوست ہین - اُن کو پری جمال عزیزۂ مصر کی صورت بھلی معلوم ہوئی - اس سے ملنے جلنے اور اس کا دل ہاتھ مین لینے کے لیے اس کے شوہر سے بھی مل لیتے ہین"

ابن دغنہ "مجھے اس کا یقین نہین آتا - ایسا ہوتا تو منصور کو گرفتار کر کے بغداد بھیجتے - جہان سے فرمان پر فرمان چلے آتے ہین کہ اُن کو گرفتار کر کے بھیجو"

جمیل (ہنس کر) "یہی کہتا ہون کہ آپ نے ہمارے قابل و ہوشیار امیر کو ابھی تک نہین پہچانا - اگر شاہزادۂ منصور کو گرفتار کرتے یا کرا دیتے تو ایک طرف فسطاط کی رعایا اُن سے ناراض ہو جاتی - دوسری طرف خود شاہزادی عزیزۂ مصر کے دل کو ملال ہوتا - اور وہ نہ رعایا کو ناراض کرنا چاہتے ہین - اور نہ شاہزادی کا دل دکھانا انھین منظور ہے"

ابن دغنہ "واقعی آپ سچ کہتے ہین - اب مجھے یقین آیا"

جمیل "مجھے یہ باتین محض اس وجہ سے معلوم ہو جاتی ہین کہ امیرزادے صاحب کا ہمدم و ہمراز ہون - ورنہ بھلا مین کیا خاک سمجھتا"

ابن دغنہ "اب تو مجھے خود اپنے معاملات مین دشواری نظر آتی ہے - سمجھ مین نہین آتا کہ مین کیا طرز عمل اختیار کرون"

جمیل "آپ کے لیے کوئی دشواری نہین - اور آپ کو ان امور سے کیا تعلق؟ آپ کو جو احکام ملین اُن پر عمل کرتے رہیے - مگر ہان اتنا کیجیے کہ امیر کے ان مقاصد کو ذہن نشین رکھیے"

ابن دغنہ "آخر مجھے کام کرنا ہے - یہی ابن مبرد کا معاملہ ہے - نہین سمجھ مین آتا کہ کیا کرون - امیر کا ظاہری حکم یہ ہے کہ اُس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت

نہ کی جائے۔ اور اصلی منشا یہ ہے کہ اُس کو کوئی آزار نہ پہونچے"
جمیل "آپ فقط اتنا کرین کہ حتی الامکان اُس کے ساتھ نرمی کرین۔ شہر والون کو سمجھا بجھا کے اُس کے موافق بناتے ہین۔ مگر اس طرح نہین کہ امیر کے دل مین ذرا بھی شبہہ پیدا ہونے پائے کہ آپ اُن کی حکمت عملی کو سمجھ گئے ہین۔ وہ بہت ہی گہرے آدمی ہین ایسے شخص سے بھی دنیا کو خالی کر دیتے ہین جس کی نسبت گمان ہوتا ہے کہ اُن کے راز سے واقف ہو گیا۔ اور ایسی خوش تدبیری سے کہ اُس کو یا کسی کو اُن کی کارروائی کا وہم و گمان بھی نہین ہونے پاتا"
ابن دغنہ "مین نہایت شکر گزار ہون کہ آپ نے مجھے ایسی باتون سے آگاہ کر دیا جن سے واقف ہونے کی بے انتہا ضرورت تھی"
جمیل "انھین باتون پر کیا موقوف ہے اگر آپ نے رازداری کی تو مین ہمیشہ ہر معاملے مین آپ کو بتا دیا کرون گا کہ امیر کا اصلی منشا کیا ہے؟" یہ کہہ کے جمیل نے پوچھا "کیا وقت ہو گا؟"
ابن دغنہ "اب سہ پہر کا وقت ہے"
جمیل "تو مین رخصت ہوتا ہون۔ امیر زادے کی خدمت مین حاضر ہونے کا وقت آگیا۔ اور وہ نازک مزاج ایسے واقع ہوئے ہین کہ ذرا مین ناراض ہو جاتے ہین۔ خدا حافظ"
ابن دغنہ (رخصت کا مصافحہ کر کے) "تو پھر ملنے کا وعدہ کرتے جائیے"
جمیل "ضرور حاضر ہون گا۔ اور اب تو مین اکثر ملتا رہون گا مجھے آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ اسی لیے اپنے آقا کے ذریعہ سے تعارف حاصل کر لیا"
ابن دغنہ "آپ مجھے ہمیشہ اپنا خادم پائین گے۔ اور امید ہے کہ امیر زادہ بلند اقبال کی خدمت مین میرا سلام عرض کر کے اتنا فرما دین گے کہ غلام اُن کا حکم بجا لانے کو ہمیشہ اپنا فخر اور سرمایۂ ناز تصور کرے گا"
جمیل "وہ انشاء اللہ آپ سے خوش رہین گے۔ میری ملاقات کا اتنا بھی نتیجہ نہ ہوا تو مجھ سے کیا امید ہو سکتی ہے؟" یہ کہہ کے چلا آیا۔
دوسرے دن جمیل نے خارویہ سے مل کر کوتوال سے ملنے کا حال بیان کیا

اور کہا "آپ کے ہر حکم کو وہ اپنا فخر سمجھ کے بجا لائین گے" ان معمولی باتون کے بعد اُس نے ولی عہد امارت کو پوری طرح اطمینان دلایا کہ "عنقریب حضور اپنے عشق مین کامیاب اور اپنی خواہشون مین بامراد ہون گے"

خارویہ "تم جس وقت یہ باتین کرتے ہو میرے تاریک دل مین ایک چراغ سا روشن ہو جاتا ہے مگر تمھارے جانے کے بعد پھر وہی اندھیرا گھپ ہو جاتا ہے اور تمنائین حسرت و اندوہ کے ساتھ اس مین بھٹکنے اور ٹھوکرین کھانے لگتی ہین"

جمیل "مین نے تو اپنے دل سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک شاہزادی عزیزۂ مصر جولیانا کو آپ کے پہلو مین لا کے نہ بٹھا دون گا چین نہ لون گا"

خارویہ "مگر کچھ بتاؤ بھی تو سہی کہ تم نے کیا تدبیر اختیار کی ہے۔ اور ابن دغنہ سے کیا باتین ہوئین؟"

جمیل "ان باتون کو اُس وقت عرض کرون گا جب خدا مجھے آپ کی نظر مین سرخرو کرے گا"

خارویہ "اس کا تمھین اختیار ہے مگر ایسا نہ ہو کہ اس کوشش مین تم کوئی فتنہ اٹھا کے کھڑا کر دو۔ یا مجھے والد کی نظر مین ذلیل کرو"

جمیل "حضور اس کا مطلق اندیشہ نہ فرمائین"

اب جمیل اُس سے رخصت ہو کے چلا گیا۔ اور خارویہ اپنے وحشی رفیق زریق کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو سب شیرون کا سردار تھا۔ اور ہمیشہ پاس رہا کرتا تھا۔

نوان باب

بدمعاشون کا جتھا

جمیل نے دو چار ملاقاتون مین ابن الدغنہ کو اس قدر شیشے مین اُتار لیا کہ کٹھ پتلی کی طرح اس کے ہاتھ مین تھا اور ہمہ تن اس کوشش مین مصروف تھا کہ شہر والون کو ابن مبرد کا طرفدار بنائے۔ انجام یہ ہوا کہ اہل شہر کی طرف سے سابق حاکم خراج کو سزا دینے کے بارے مین جو اصرار ہو رہا تھا کمزور پڑ گیا۔ شہر کے کئی بڑے صاحب اثر تاجر علانیہ اُس کے طرفدار ہو گئے۔ اور دو دولتمند تاجر ابو حوقل

ومیاطی جو فسطاط میں ملک التجار کی حیثیت رکھتا تھا اور اسی کے گھر میں ابن مبرد رکھا گیا تھا اور ہمیشہ طوق وسلاسل میں جکڑا ایک کوٹھری کے اندر بند رہا کرتا تھا وہی ابوحوقل اپنے قیدی کے حال پر اس قدر مہربان ہوگیا کہ اس کی زنجیریں کھول دیں۔

ابن دغنہ کے ذریعے سے جمیل نے ابو الحوقل سے بھی ملاقات پیدا کر لی۔ دوسرے تیسرے روز اُس سے ملنے لگا۔ اور آخر ایک روز باتیں کرتے کرتے اُس سے کہا جب آپ ابن مبرد کے حال پر مہربان ہوگئے ہیں اور اُن کی زنجیریں کھول دی ہیں تو انھیں اس کا موقع کیوں نہیں دیتے کہ آپ کی صحبت میں آکر بیٹھا کریں سب جانتے ہیں کہ وہ معزز شخص ہیں۔ کل تک بڑے رعب داب کے حاکم تھے "

ابوحوقل "مجھے اس میں کوئی عذر نہیں ہے"

جمیل "عذر نہ ہونا اور بات ہے دیکھنا یہ چاہیے کہ مصلحت کیا ہے۔ وزراے خلافت اور مدینۃ السلام بغداد کے سرداران ترک ابن مبرد کے حال پر اس قدر مہربان ہیں کہ مجھے معلوم ہوتا ہے ایک روز وہ رہائی حاصل کر کے پھر مصر کے حاکم خراج ہوں گے۔ اور اُن کو یہ عہدہ ملا تو ان لوگوں کے ساتھ کوئی دشمنی نہ اٹھا رکھیں گے جنھوں نے اس مصیبت کے زمانے میں اُن پر سختی کی ہوگی۔ میری راے میں تو یہ ہے کہ آپ انھیں اپنے ہی ساتھ کھانا کھلایا کریں۔ اور ان کو اپنی صحبت میں آنے جانے کی آزادی دیں"

ابوحوقل "آپ کی راے بے شک مصلحت پر مبنی ہے۔ دیکھیے میں اسی وقت اُن کو بلواتا ہوں" یہ کہتے ہی اپنے ایک غلام کو بھیج کر ابن مبرد کو بلا بھیجا۔ اور جیسے ہی وہ آیا ابوحوقل اور جمیل اس کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ دولتمند تاجر نے اس کو جمیل سے ملایا اور کہا "آپ جمیل بن سنان امیرزادۂ خاروبہ کے مصاحب خاص ہیں۔ اور آپ سے ملنے کے مشتاق تھے"

ابن مبرد "میں آپ کی محبت و نوازش کا شکر گزار ہوں۔ مگر افسوس اب تو میں اس قابل نہیں کہ کسی کے کچھ کام آؤں۔ تاہم آپ کی جو خدمت ہو یا آپ کا جو حکم ہو اس کو خوشی سے بجا لاؤں گا۔ کاش آپ سے اُسوقت ملاقات ہوئی ہوتی جب میں برسرکار تھا۔ اُس وقت آپ ملتے تو دیکھتے کہ میں اپنے

دوستون کا یکسا خالص و فادار دوست ہون۔ اور سچ یہ ہے کہ مین نے ہمیشہ اپنے کرم فرماؤن کی غلامی کی ورنہ میرا یہ حال نہ ہوتا اور اب تو ساری دنیا بھر مین بدنام اور ذلیل وخوار ہون۔"

جمیل "عوام جو چاہین کہین مگر مین آپ کو رئیس قوم سمجھتا ہون۔ امید ہے کہ ایک دن خدا ان مصیبتون کو دور کر دے گا اور آپ پھر قوم کے معزز و محترم رئیس ہون گے۔"

ابن مبرد "شاید خدا دن پھیر دے۔ مگر ہان اپنے محافظ ملک التجار کی مہربانیون سے تو اب میرے دل مین بھی زندگی کی کچھ امید پیدا ہو گئی ہے۔ یا تو ایک بدترین مجرم کی حیثیت سے طوق وسلاسل پہنے کوٹھری مین بند پڑا رہتا تھا یا اب یون کھلے بندون یہان تک آنا نصیب ہوا۔ اور اس خوش نصیبی کے ساتھ کہ میری تعظیم کے لیے آپ دونون حضرات اُٹھ کھڑے ہوئے۔"

ابو حوقل "بے شک آپ کے ساتھ سختی ہوئی۔ مگر یہ فقط اس وجہ سے تھا کہ عوام کی یورش سے مجھے اندیشہ رہتا تھا کہ کہین مجھ سے بدگمان نہ ہو جائین مگر اب کئی معزز لوگ آپ کے طرفدار ہو گئے ہین۔ اور وہ شورش فرو ہوتی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی موقع ملا کہ آپ کے ساتھ وہی برتاؤ کرون جس کے آپ مستحق ہین اور اب انشاء اللہ آپ یہان ایک قیدی کی حیثیت سے نہین بلکہ میرے ایک عزیز مہمان کی طرح رہین گے۔ اور جس چیز کی ضرورت ہو فرما دیجیے فوراً حاضر کر دی جائے گی۔"

ابن مبرد "مین چاہتا تھا کہ چند گھڑیون کے لیے اپنے ویران گھر مین جاتا اور اپنے اہل وعیال سے مل آتا۔"

ابو حوقل "ابھی اس کا ارادہ نہ کیجیے۔ آپ اس گھر سے ایک لمحہ کے لیے بھی باہر نکلے تو اندیشہ ہے کہ عوام مین پھر شورش نہ مچ جائے۔"

جمیل "مضائقہ نہ ہو تو مجھے ارشاد ہو۔ جو پیام فرمائیے آپ کے گھر مین جا کے پہونچا دون۔"

ابن مبرد "پہلے تو مجھے فقط اپنے متعلقین کی خیریت معلوم ہونی چاہیے۔"

جمیل "میں انشاء اللہ کل ہی مفصل حالات دریافت کر لوں گا۔ اور پرسوں آپ سے مل کے عرض کروں گا"۔

الغرض جمیل نے تھوڑے ہی زمانے میں ابو حوقل اور ابن مہرد سے تعلقات بڑھا دیے۔ اُن دونوں کو باہم ایک دوسرے کا دوست بنا دیا۔ اور سب کے بعد یہ کارروائی کی کہ ابو حوقل سے اس مضمون کی ایک عرضداشت امیر المومنین خلیفہ بغداد کے نام لکھوائی کہ "ابن مہرد جو بے قصور میرے گھر میں قید رکھا گیا ہے اس کا جلد ہی کوئی فیصلہ کیا جائے ورنہ میں مجبور ہو کر اس کو چھوڑ دوں گا تاکہ آستان خلافت پر حاضر ہو کے خود ہی اپنے معاملہ کا تصفیہ کرا لے"۔ اور اس عرضداشت کو بغیر اس کے کہ والی مصر ابن طولون کو خبر ہو دربار خلافت میں بھیج دیا۔

اس درخواست کے بھیجنے کے بعد کبھی کبھی جمیل کو اس کا موقع بھی مل جاتا کہ ابن مہرد کی کوٹھری میں جا کر اس سے ملاقات کرے۔ چنانچہ ایک روز ایسے ہی تنہائی کے موقع پر جمیل نے ابن مہرد سے ہمدردی و دوستی کا اظہار کیا تو اُس نے کہا "آپ میرے حال پر نہایت مہربان ہیں۔ اور افسوس میں اس قابل نہیں کہ ان عنایتوں کا کوئی معاوضہ کر سکوں۔ تاہم یہ مہربانیاں لوح دل پر لکھی ہوئی ہیں۔ ایک دن ان کا معاوضہ ضرور ہو گا۔ آپ امیرزادہ خارویہ کے مصاحب ہیں۔ بھلا اُن کے ذریعہ سے یہ ممکن ہے کہ اُن کے والد ابن طولون امیر مصر کو میرے حال پر مہربان کر دیں؟"

جمیل "امیر مصر اس قدر گہرا آدمی ہے کہ اُس کے دل کا حال کسی کو نہیں معلوم ہو سکتا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کل وہ کیا کرنے والا ہے۔ مگر میں نے اُن کے ولی عہد خارویہ کو آپ کے حال پر مہربان بنا دیا ہے"۔

ابن مہرد "بے شک وہ مجھ پر مہربان ہیں۔ اُن کے خوبصورت بشاش چہرے اور اُن کے دلکش اخلاق نے مجھے اسی دن ان کا گرویدہ کر دیا تھا جس روز اپنے والد کے ساتھ وہ میرے یہاں آئے تھے اور وہ ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا جس کی بدولت میں قید میں پڑا ہوں۔ میں نے اسی روز ان میں بوئے محبت پائی تھی"۔

جمیل "بے شک وہ ایسے ہی دل فریب نوجوان ہیں۔ مگر اب جو وہ آپ کے طرفدار ہو گئے ہیں تو اس کا ایک سبب ہے۔ اور اس کا اصلی باعث میں ہوا ہوں۔

مین ہی نے اُن کے اثر سے فائدہ اٹھا کر کوتوال ابن الدغنہ کو اور ان کے ذریعے سے بہت سے لوگون کو آپ کا طرفدار بنا دیا۔ اور ابن الدغنہ ہی کے کہنے سے آبوحوقل نے آپ کے ساتھ نرمی شروع کی۔ اور پھر مین نے ان سے ملاقات پیدا کر کے انھین آپ کا دوست بنا دیا۔"

ابن مبرد "ان مہربانیون کا شکریہ ادا کرنا میرے امکان سے باہر ہے۔ اور اگر ان کارروائیون مین آپ کا کوئی مقصد ہو تو وہ بھی صاف صاف بیان کر دیجیے تاکہ اس کے پورا کرنے کے لیے مین تیار ہو جاؤن۔"

جمیل "مگر وعدہ فرمائیے کہ اس کام کو جو امیرزادۂ خارویہ کا ہے مجھ سے سن کر آپ نہایت رازداری اور پوری مستعدی سے انجام دین گے۔"

ابن مبرد "اس بارے مین آپ کو کیونکر اطمینان دلاؤن۔ مجھ سے جس کی قسم کہیے کھا لون جیسی حلف بتائیے اٹھا لون۔ یا جیسی تحریر آپ چاہتے ہون آپ کو لکھ دون۔"

جمیل "آپ کا زبانی اقرار کر لینا کافی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خارویہ عزیزۂ مصر شاہزادی جولیانا کے شمع جمال کے پروانہ ہو گئے ہین۔ اور ان کے وصال سے محروم ہونے کے باعث انگارون پر لوٹ رہے ہین۔ مگر یہ معاملہ ایسا ہے کہ کسی کے سامنے زبان سے نہین نکال سکتے۔ ایک معزز خاندان کی شاہزادی جو ایک عباسی خلیفہ زادے کو بیاہی ہوئی ہے اُس کے عشق کا نام بھی زبان سے لین تو سارے مصر مین تہلکہ پڑ جائے۔ ان کی بےقراری و بیتابی حد سے زیادہ بڑھی مین نے ان کو یقین دلایا کہ دنیا مین یہ کام صرف آپ سے ہو سکتا ہے۔ پہلے وہ اس کو نہ مانتے تھے مگر میرے کہنے اور سمجھانے سے سمجھ مین آ گیا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے اُن کے سامنے جھوٹا نہ کرین گے۔"

ابن مبرد (بشاش چہرے سے) "یہ تو ان کی نہین بلکہ میری ذاتی تمنا ہے۔ شاید انھون نے سنا بھی ہو کہ میرا ارادہ یہی تھا کہ منصور کو گرفتار کر کے بغداد مین سرداران ترک کے حوالے کر دون جو اس کی جان لینے کو تیار بیٹھے ہین۔ اور جولیانا کو امیر ابن طولون کے حرم مین داخل کر دون۔ اسی لیے جولیانا کو دھوکے مین بلا کر

اسیر کر لیا تھا۔ مگر افسوس ابن طولون نے اس کو پسند نہ کیا۔"
جمیل "مگر اب یقین ہے کہ پسند کرین گے۔ کیونکہ خود اُن کے فرزند کی زندگی خطرے مین ہے۔"
ابن مبرد "خیر۔ اب مجھے اُن کے پسند کرنے یا نہ کرنے سے تعلق نہین۔ مین تو امیرزادۂ خارویہ کی تمنا پوری کرون گا۔ اور اُن کا مہربان ہونا میرے لیے کافی ہے"
جمیل "تو پھر آپ کے نزدیک اس مقصد کے پورا ہونے کی کون صورت ہے؟"
ابن مبرد "وہی جو مین پہلے سوچ چکا تھا۔ اگر امیر ابن طولون موافق ہو جاتے اور کسی طرح پھر میری پرانی خدمت مجھے دلوا دیتے تو مین یہین بیٹھے بیٹھے اُن کے فرزند کی تمنا پوری کر دیتا۔ اور اگر وہ ساتھ نہ دین تو مجھے اتنا موقع ملنا چاہیے کہ یہان سے بھاگ کے بغداد پہونچ جاؤن۔ پھر کسی کو مدد دینے کی ضرورت نہین ہے۔ مین سب کام خود ہی کر لون گا۔"
جمیل "خیر آپ اس خدمت کے انجام دینے کے لیے تیار رہیے کوئی صورت پیدا ہی ہو جائے گی۔"
یہ کہہ کے جمیل بن سنان اس سے رخصت ہو کے اپنے گھر گیا۔ اور دوسرے ہی روز جا کے ابن مبرد سے ملنے کا حال خارویہ سے بیان کر دیا۔ وہ روز روز کا حال اپنے آقا سے بیان کر دیا کرتا تھا۔ مگر کبھی یہ نہین بتایا کہ شاہزادی کو آپ سے ملانے کی کیا تدبیر اختیار کی گئی ہے۔"

دسوان باب

ابن مبرد چھوٹ کے بھاگا

جمیل جس روز ابن مبرد سے ملا ہے اُس کے ایک ہفتہ بعد ایک دن یکایک شہر فسطاط مین غل ہوا کہ ابن مبرد ابو حوقل کی حراست سے بھاگ گیا۔ رعایا مین ایک فوری جوش پیدا ہوا۔ بہت سے لوگ امیر ابن طولون کے پاس پہونچے اور شکایت کی کہ اس معاملے کو اتنے دنون تک ڈال رکھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بدمعاش اور سفلہ مزاج ابن مبرد قید سے نکل بھاگا۔"

ابن طولون نے کہا "تمھارے اطمینان کے لیے قیدی خود تمھارے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اور تم نے جس کے پاس چاہا اُس کو رکھا۔ لہٰذا اُس کے نکل جانے کا الزام ہم پر نہیں خود تم لوگوں پر ہے۔ بلکہ ہم کو حق ہے کہ اُس کو تم سے طلب کریں۔ اور اس غفلت کے جرم میں تم سے بڑا جرمانہ بھی وصول کر لیں۔ باقی رہا یہ کہ اس کے مقدمہ کا فیصلہ ہونے میں تاخیر کیوں ہوئی تو اس کا سبب بھی تم جانتے ہو؟ مدینۃ السلام بغداد اور دربار خلافت سے حکم پر حکم چلے آتے تھے کہ ابن مبرد چھوڑ کر اپنی قدیم خدمت پر بحال کیا جائے۔ مگر میں نے محض تمھاری دل شکنی کے خیال سے ان حکموں کی تعمیل نہیں کی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ دار الخلافت سے میرے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ اب بدقسمتی سے وہ خود تمھاری حراست میں سے نکل گیا تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ اور سب سے زیادہ حیرت کی یہ بات ہے کہ اب تمھیں میں سے بعض ذی اثر لوگ اُس کے طرفدار نظر آتے ہیں۔"

شہر والوں کے پاس اس کا کچھ جواب نہ تھا سب لاجواب و نادم ہو کے واپس گئے۔ مگر ان کو رخصت کیے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ شاہزادی عزیزۂ مصر جولیانا اپنے شوہر منصور کے ساتھ امیر ابن طولون سے ملنے کو آئی۔ فوراً استقبال کے لیے ابن طولون قصر کے دروازے پر نکل آیا۔ دونوں کو عزت و حرمت سے اندر لے گیا۔ اور تعظیم و تکریم سے بٹھا کے مزاج پرسی کی۔

ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد شاہزادی نے کہا "افسوس ابن مبرد کو سزا نہ ملی اور عدالت کے پنجۂ غضب سے نکل گیا۔ جو ہمدردی آپ نے پہلے دن میرے ساتھ کی تھی اُس سے مجھے یقین تھا کہ ہمارے اس سرکش و گستاخ غلام کو اب پھر کبھی شرارت کا موقع نہ ملے گا۔"

ابن طولون "پری جمال و صاحب اقبال شاہزادی اگرچہ آپ کے نازک اور پھول سے ہونٹوں سے شکایت بھلی معلوم ہوتی ہے تاہم مجھے اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے کہ آپ کے دل کو صدمہ پہونچا۔ مگر اس میں میرا مطلق قصور نہیں ہے۔ باب عالی خلافت سے تاکیدی حکم آ رہے تھے کہ ابن مبرد قید سے آزاد کر کے پھر اپنی خدمت پر مامور کر دیا جائے۔ میں ایسی صورت میں

کیا کرسکتا تھا۔ آپ ہی کے خیال سے مین نے ان احکام کا مطلق لحاظ نہ کیا تو دس سال تک اس کو قید رکھا۔ آپ کی مروت کا مجھ پر اتنا اثر تھا کہ اس بارے مین آپ کے باعث مین نے خلافت اور وزرا و امراے بغداد کو اپنا دشمن بنا لیا جس کا انجام مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا۔ مگر باوجود میری ان کوششون کے ابن مبرد کے بھاگ جانے کا مجھے بڑا افسوس ہے"

منصور "لیکن آپ نے تو اُن لوگون سے ضمانت لے لی تھی جن کی حراست مین ابن مبرد رکھا گیا تھا۔ اُن لوگون سے آپ اس کو طلب کرسکتے ہین"

ابن طولون "بے شک طلب کرسکتا ہون۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ دولتمند تاجر ابو الحوقل و میاطی نے جو اب اس کا طرفدار ہو گیا ہے کیا عجب کہ اسی نے جان بوجھ کر اسے بھگا دیا ہو۔ لیکن ان لوگون کے ساتھ توت کی بنا پر اگر ذرا بھی سختی کی گئی تو امراے بغداد اور دربار خلافت سے مجھ سے علانیہ دشمنی ہو جائے گی۔ ممکن ہے کہ مین اُس دشمنی کی بھی پروا نہ کرون۔ مگر ابن مبرد کا ہاتھ آنا غیر ممکن ہے۔ اُس نے چھوٹتے ہی عراق کی راہ لی ہو گی اور دو ہی چار روز مین اُن لوگون کے پاس پہونچ جائے گا۔ جو وہان اس کی طرفداری کر رہے تھے"

جولیانا "اگر وہ وہان گیا تو آپ کے دوست منصور کے لیے بہت نازک زمانہ آجائے گا"

ابن طولون "وہ یقیناً آپ دونون صاحبون کے خلاف شورش پیدا کرے گا۔ مگر مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ جب تک میرے دم مین دم ہے وہ آپ کا کچھ نہین بگاڑ سکتا۔ آپ میری ضمانت مین ہین۔ اور خلیفۂ بغداد یا وہان کے سرکش امراے ترک کی اتنی مجال نہین کہ مصر مین کوئی کارروائی بغیر میری منظوری کے کرسکین۔ مین نے بفضلہ تعالی اتنی قوت پیدا کر لی ہے کہ دربار بغداد نہ مجھے معزول کرسکتا ہے اور نہ میری مخالفت مین کامیاب ہو سکتا ہے"

منصور "تو پھر آپ علانیہ علم مخالفت کیون نہین بلند کرتے؟"

ابن طولون "مین اسلامی خلافت کا بظاہر مطیع و منقاد بن کے رہنا چاہتا ہون مگر اسی اطاعت کے ذریعے سے اپنی حکومت مصر کی بنیاد اتنی مضبوط کر لون گا کہ ولایت مصر مدتون تک میرے اور میرے خاندان کے اختیار مین رہے گی"

منصور "یہ خبر تو مجھے آپ کی کفالت و حمایت میں یہاں اطمینان حاصل رہے گا سچ یہ ہے کہ ہم لوگ آج کل سب سے بڑے مظلوم ہیں۔ اور محض چند شرفائے اسلام کی مدد پر جی رہے ہیں۔ ورنہ ترک سردار جن کو ہمارے جد امجد معتصم باللہ نے پرورش کر کے بڑھایا تھا آج انھیں کی نسل کے خون کے پیاسے ہیں۔ اور ان کی بے رحمیوں اور بے اعتدالیوں نے یہ حالت کر دی ہے کہ ہم خود اپنے غلاموں سے آزار پاتے اور ڈرتے ہیں"

جولیانا "بےشک اب ہماری عزت و آبرو آپ ہی کے بچائے بچ سکتی ہے"

ابن طولون "جب تک میں زندہ ہوں آپ کو ان لوگوں سے کوئی ضرر نہ پہونچ سکے گا"

اس گفتگو کے بعد جولیانا اور منصور اظہار امتنان کر کے والی مصر سے رخصت ہوئے اور اپنے قصر کی راہ لی۔ اور گو کہ منصور کے دل سے تردد گیا نہ تھا۔ مگر اپنی نازک دل بیوی کی تسلی کے لیے بظاہر نہایت ہی اطمینان و فارغ البالی سے زندگی بسر کرتا"

اس حالت کو تقریباً دو مہینے ہو گئے۔ ابن طولون نے ابو حوقل کو بلوا کے کئی بار دھمکایا۔ اور کہا "اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابن مبرد کو حاضر کر دو۔ میں ضمانت کی رقم اس لئے وصول نہیں کرتا کہ مجھے روپیہ نہیں خود مجرم درکار ہے جسے تم نے کیفر کردار کو پہونچنے سے بچا دیا" اسی طرح وہ اکثر عزیزۂ مصر کے قصر میں جا کے دونوں میاں بیویوں کی تسلی و تشفی کرتا۔ مگر ان سب سے مخفی اندر ہی اندر ایک اور سازشی قوت اپنا کام کر رہی تھی جس کے اصلی بانی خارویہ اور جمیل بن سنان تھے۔ اور ابن الدغنہ کوتوال اور ابو حوقل دمیاطی بھی اس میں شریک ہو گئے تھے۔ ابن الدغنہ کو یقین تھا کہ والی مصر ابن طولون بھی ہمارے ساتھ ہے۔ مگر ابو حوقل محض جمیل کے بہکانے سے اس امر کا امیدوار تھا کہ ابن مبرد جب دوبارہ حاکم خراج مقرر ہو گا تو مجھے اس سے بہت نفع حاصل ہو گا۔

انھیں دنوں ایک روز جمیل حسب معمول خارویہ کے پاس حوض سیماب کے کنارے بیٹھا تھا۔ خارویہ اس کے اندر جمیل کی طرف منھ کیے ہوائی توشک پر لیٹا ہوا تھا وہ اس کے سر کی طرف حوض کے کنارے اس کا حبشی زریق خاموش سو رہا تھا جمیل نے اپنے آقا کو اطمینان دیا کہ "اب عنقریب عزیزۂ مصر آپ کے حرم میں داخل ہو گی۔ ابن مبرد کا چھوٹ جانا آپ کی تمنا پوری ہونے کا مقدمہ ہے جس کا نتیجہ دو ہی چار روز میں نظر آ جائے گا"

خارویہ "مگر میں نہیں سمجھتا کہ ابن مبرد سے مجھے کیسے مدد مل سکتی ہے؟"

جمیل "وہ یہان سے سیدھا دار السلام بغداد گیا ہے۔ اور وہان کے تمام وزرا و سپہ سالار اُس کے بس مین ہین۔"

خارویہ "یہ بھی میری سمجھ مین نہین آتا کہ دربار خلافت کے لوگون پر اُس کا کیون اثر ہے؟ ایک حبشی غلام کی بغداد کے صاحب اقتدار امرا کی نظر مین بھلا کیا وقعت ہو سکتی ہے؟"

جمیل "حضور نے ابھی تک زمانے کو نہین پہچانا۔ بغداد مین ان دنون نہ شرافت کی قدر ہے۔ اور نہ لیاقت و شجاعت پوچھی جاتی ہے۔ وہان تو ہر شخص روپیہ کا بھوکا ہے جو شخص کچھ دولت و خزانہ پہونچاوے یا کسی جگہ سے روپیہ کے ملنے کی امید دلادے وہی کامیاب و بامراد اور ارکین دولت خلافت کا سچا دوست ہے۔ ابن مبرد کو سب جانتے ہین کہ جابر و ظالم کینہ اور ایک سفلہ مزاج حبشی غلام ہے۔ مگر اپنی چالاکی سے خفیہ مراسلت کر کے اُس نے امراے خلافت کو یقین دلادیا کہ ایک بہت بڑی دولت منصور اور جولیانا کے گھر سے مل سکتی ہے۔ اور اگر مجھے موقع دیا گیا تو مین اس کو بہ آسانی حاصل کر کے بغداد مین پہونچا سکتا ہون۔ بس سب کے سب اُس کے طرفدار ہو گئے۔ ادھر سے اپنے تعلقات مضبوط کر لینے کے بعد اس نے شاہزادی عزیزۂ مصر پر ہاتھ ڈالا تھا۔ اور اسی کا باعث ہے کہ اگرچہ ساری رعایاے مصر اُس کے خون کی پیاسی ہے اور حضور کے والد امیر ابن طولون بھی اُسے قتل کرنا چاہتے تھے مگر بغداد سے بلا ہتاکیدی احکام چلے آتے تھے کہ اس کو چھوڑ کے پھر پہلی خدمت پر بحال کر دو۔"

جمیل اور خارویہ ان باتون مین محو تھے کہ یکایک کسی نے جمیل کے پیچھے سے نکل کے اُس پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ زخمی ہو کے حوض کے کنارے گر پڑا اور اس کے خون نے پارے کے پانی مین جابجا ارغوانی رنگ کے پھول کھلا دیے جمیل کو گراتے ہی اس شخص نے ارادہ کیا کہ حوض مین پھاند کر خارویہ سے کچھ کہے کہ زریق چونکا۔ جھپٹ کے اس کو چھاپ بیٹھا اور خون پی لینے کے بعد ایک چشم زدن مین ایسا پھاڑ ڈالا کہ پہچاننا مشکل تھا۔ خون پی کر وحشی شیر آپے سے باہر تھا۔ اور اس کی آنکھون سے شعلے نکل رہے تھے۔ مگر خارویہ نے قریب جا کے پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ پیار کیا۔ سہلایا۔ اور آخر اس کا غصہ فرو کر کے پھر اسی جگہ ہٹا دیا جہان وہ معمولاً بیٹھا رہا کرتا تھا۔

اب خارویہ نے جمیل کے قریب جاکے دیکھا کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا۔ مگر وہ مرا نہ تھا بیہوش تھا۔ خارویہ نے فوراً آدمیون کو بلاکے حکم دیا کہ اس کے منھ پر پانی چھڑک کر ہوش مین لائین۔ اور جب اسے ہوش آگیا تو معلوم ہوا کہ قاتل کی تلوار بہت اوچھی پڑی تھی۔ سر سے اُچٹ کے شانے پر پڑی اور خفیف سا چرکا دے کے رہ گئی۔ مگر وہ ایک رگون کے کٹ جانے سے خون البتہ زیادہ بہ گیا۔ خادمون نے اُس کے زخم دھو کر پٹی باندھ دی پھر قاتل کی لاش کو اٹھالے گئے جس کی صورت کو شیر نے چیر پھاڑ کے اس قابل نہ رکھا تھا کہ کوئی پہچان سکے۔ خادمون کے چلے جانے کے بعد خارویہ نے جمیل سے کہا "خدا نے بڑی مہربانی کی کہ تم بچ گئے"

جمیل "خدا کی اصلی مہربانی تو یہ ہے کہ حضور کا بال بیکا نہین ہوا۔ اس مین کوئی مضائقہ نہ تھا کہ مین حضور پر سے تصدق ہو جاتا۔ مگر وہ کمبخت خونی تو مجھے زخمی کر کے حضور کی طرف چلا تھا"

خارویہ "اگر میرا زریق نہ جھپٹ پڑے تو وہ واقعی مجھ تک پہونچ گیا تھا مگر یہ سمجھ مین نہین آیا کہ یہ کون شخص تھا اور مین نے اس کا کیا بگاڑا تھا جو میری جان لینے کے درپے ہو گیا"

جمیل "مین بھی خداوندا اسی چکر مین ہون۔ شہر مین جاؤن تو شاید کچھ پتہ لگے مگر آج معلوم ہو گیا کہ دنیا مین ہم سے بے آزار لوگون کے بھی دشمن موجود ہین"

خارویہ "تم کو اعتراض تھا کہ رات دن زریق کو ساتھ رکھنا اچھا نہین ہے۔ اب بتاؤ کہ ایسے نازک موقع پر کوئی اور بھی کام آسکتا تھا؟ زریق نہ ہوتا تو آج میری اور تمھاری دونون کی خیریت نہ تھی"

جمیل "حضور کا فرمانا بجا ہے۔ اور واقعی مجھے آج اس جانور کی قدر معلوم ہوئی جو باوجود وحشی ہونے کے وفادار رہے"

خارویہ "یہی باتین دیکھ کر مین اپنے زریق کی صورت کا عاشق ہون" یہ کہکر اس نے ہوائی قالین کی ایک طرف کی زنجیر کھولی۔ ایک ہاتھی دانت کی پلی سے کھے کر اس کو حوض سیماب کے کنارے لایا۔ جہان زریق بیٹھا تھا۔ چمکار چمکار کے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا جس کی شکر گزاری مین وہ غرانے لگا۔ پھر آدمیون سے منگوا کے اسے بہت سا گوشت کھلایا۔ اور اپنے تئین کو حوض کے بیچ مین کر کے جمیل سے کہا "خیر اب ابن بردکا

حال پورا کرو۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے سے تم کہتے ہو عزیزۂ مصر میرے آغوش شوق مین
آجائے گی۔ سچ پوچھو تو میری زندگی کی اصلی تمنا یہ ہے کہ ملائک فریب نازنین جو لیا مجھ سے
ہم آغوش ہو اور میرا پیارا زریق پاس بیٹھا ہو۔ ان دو تمناؤن مین سے ایک تو خد انے
پوری کر دی مگر دوسری باقی ہے۔ وہ شاید تمھاری کوشش سے پوری ہو جائے"

جمیل "حضور شاید نہ پسند کرین مگر اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے مین نے ابن مبرد کو
آزاد کرایا۔ ابو جو قتل کسی طرح منظور نہ کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ ایک طرف شہر والے مجھے مار
ڈالین گے۔ اور دوسری طرف امیر ابن طولون زر تاوان وصول کرنے کے نام سے
میرا سارا گھر لوٹ لین گے۔ مگر مین ہی تھا کہ ایسے کچ ولے زر پرست کو سمجھا بجھا کے آمادہ کر دیا"

خارویہ "مگر اُس کے چھوٹ جانے سے مجھے کیا مل جائے گا؟"

جمیل "وہ جو کچھ کرے گا مجھے بتایا گیا ہے۔ اور مین اس کو حضور کی خدمت مین
عرض کیے دیتا ہون۔ یہان سے چھوٹ کر وہ سیدھا بغداد مین گیا ہے۔ وہان امیر
باغر اور وصیف سے ملے گا جو بڑی بے صبری سے اُس کے آنے کے منتظر ہین۔ دار الخلافت کے
خزانے اور تاریخی قیمتی قالین کے اُڑا لانے کی وجہ سے منصور کی وہان تلاش ہو رہی
ہے۔ ابن مبرد جاتے ہی اُن دونون کو یقین دلائے گا کہ اگر منصور کے قتل کرنے کا کام
میرے سپرد کیا جائے تو ان کی اور ان کی دولتمند بیوی جو لیانا کی ساری دولت لاکے مین
حاضر کر دون گا۔ لہذا آپ یقین جانین کہ خلافت کے فرمان اور ایک زبردست لشکر
کے ساتھ وہ عنقریب آتا ہو گا۔ اور آتے ہی منصور کو قتل کرکے سر بغداد بھیجے گا اور اس کی
مغرور جورو کو حضور کی نذر کرے گا"

خارویہ۔ (دیر تک غور کرکے) "مگر والد اس کو ایسا کرنے دین گے؟ انھون نے تو
عزیزۂ مصر اور منصور دونون کی حمایت کا عہد کر لیا ہے"

جمیل "یہ مجھے معلوم تھا۔ اور مین نے ابن مبرد کو سمجھا دیا ہے کہ حضور امیر مصر سے
جھگڑا نہ کرے۔ اور نہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کرے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ
تھوڑے سے دلیر و جانباز بہادرون کے ساتھ ایک رات کو ناگہان جولیانا کے قصر پر
آپڑے۔ اور اس کے شوہر کے سر اور ساری دولت کو جھٹ پٹ لوٹ کے واپس چلا
جائے۔ اور قبل اس کے کہ حضور والی کو خبر ہو وہ اپنا کام کر لے جائے۔ بس

آپ ایک روز صبح کو یک بیک سنیں گے کہ یہ کارروائی ہو گئی۔ اس راز کی مصر میں یا تو مجھے خبر ہے اور یا ابو حوقل کو۔ ہم دونوں نے ابن مبرد کو کئی دن تک سمجھا بجھا کے اس کارروائی پر آمادہ کیا ہے۔"

خارویہ "مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میری وجہ سے اتنا بڑا ظلم ہو جائے مگر خیر میں نے مانا کہ منصور مار ڈالا جائے گا۔ مگر جولیانا مجھے کیسے ملی گی؟"

جمیل "اس کی تدبیر بھی میں نے ابن مبرد کو بتا دی ہے۔ وہ جولیانا اور اس کی تمام لونڈیوں کو قصر سے پکڑ لے جائے گا۔ اور شام کے شہر عسقلان میں ایک ہفتہ تک قیام کرے گا جس دن مصر میں یہ واقعہ ہوگا اس کے دوسرے روز ابو حوقل یہاں سے ملک شام کی راہ لے گا۔ اور عسقلان میں پہونچے گا۔ وہاں ابن مبرد ان تمام لونڈیوں کو جو اسیر ہوں گی مختلف لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالے گا۔ اسی سلسلے میں ابو حوقل جولیانا کو خرید کے یہاں واپس لائے گا۔ اور حضور اس کو ایسی خاموشی کے ساتھ خرید لیں گے کہ امیر ابن طولون یا کسی شہر والے کو خبر بھی نہ ہوگی کہ کیا کارروائی کی گئی۔ اور آپ نے عزیزۂ مصر کو مول لیا ہے۔"

خارویہ "تدبیر تو معقول ہے۔ مگر نہایت ہی سفاکی و بے رحمی کی تدبیر ہے۔ مگر خیر میں اس کو گوارا کروں گا۔ اس لیے کہ یہ کام نہ میرے ہاتھ سے ہوں گے اور نہ میرے اشارے سے۔"

جمیل "اس بار کو حضور کی خدمت بجا لانے کے لیے یہ غلام اپنی گردن پر بڑے شوق سے لے گا۔ بلکہ اس کی ضرورت بھی نہ ہوگی کہ ابو حوقل سے حضور سے خرید و فروخت کی معاملت ہو وہ ایک اور شخص کے ہاتھ بیچیں گے اس سے میں خریدوں گا۔ اور اپنی طرف سے نذرانے کے طور پر لا کے ملاحظہ میں پیش کر دوں گا۔"

خارویہ "مگر افسوس میری حور وش اور پری جمال محبوبہ پر کتنا بڑا ظلم ہوگا!"

جمیل "بادشاہوں اور شاہزادوں کو ایسی باتوں کا خیال نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُن کے ہاتھوں سے تو ایسے کام روز ہی ہوا کرتے ہیں۔ اب حضور کی اجازت ہو تو غلام شہر میں جا کے اس بات کا پتہ لگائے کہ یہ بدقسمت خونی کون تھا جو یہاں تک پہونچ کر مجھ پر حملہ آور ہوا تھا۔"

خاروبیہ وہان جاؤ۔ اور جب پتہ لگے تو مجھے فوراً آکر خبر دینا کہ یہ کون شخص تھا اور کیون ہمارے خون کا پیاسا تھا؟"

جمیل "بہت خوب" کہہ کر اپنے آقا سے رخصت ہوا اور اپنے گھر کی راہ لی۔

گیارھوان باب

سازش کرنے والون کا غلبہ

آدھی رات کا وقت ہے۔ اور اندھیری رات۔ تارے کھلے ہوئے ہین۔ اور سیلاب نیل سے جو پانی کوسون تک میدانون اور کھیتون مین پھیلا ہوا ہے اُس پر ہلالی مہینے کی پچھلی راتون کے چاند نے افق مشرق سے منھ نکال کر اپنی نور کی چادر بچھا دی ہے جس کے نیچے سے بے قرار لہرین اُبھر اُبھر کے کسی طرح شکنون کو نہین مٹنے دیتین۔ یہ متلاطم موجین کسی عاشق بے تاب کی طرح چاہتی ہین کہ ماہتاب کے عکس کو اپنے آغوش مین چھپا لین مگر نہین چھپا سکتین۔ اسی فرش سیمین کے درمیان ایک بلند خطہ زمین پر شہر فسطاط کی عمارتین نمایان ہین۔ شمال کی جانب ایک بہت اونچے ٹیکرے پر عزیزۂ مصر کا تاریخی قصر اپنے کلسون کو فلک بے مہر کے کلیجہ مین پیوست کیے ہوئے ہے۔ درمیان مین وہ پرانا قصر الیون ہے جس مین والی مصر رہتا ہے اور اُس کی چوٹی پر دولت عباسیہ کا پھریرا اُڑ رہا ہے ان دونون قصرون کے درمیان اور ہر چہار طرف دور دور تک شہر فسطاط کی آبادی پھیلی ہوئی ہے جو قبطیون کے عہد کی بہ نسبت اب بہت زیادہ ترقی پر ہے اور اسی موجودہ عروج کے باعث یہ شہر سارے یورپ مین فی الحال "بابل" کے نام سے مشہور ہے۔ اس لیے کہ فرنگستان والون نے توراۃ کی تاریخ مین فرات کے کنارے والے فنا شدہ بابل کے جو افسانے پڑھے ہین وہ سب اُن کو ان دنون اسی شہر کی سیر کر کے اور اس کی عالیشان عمارتین دیکھ کر یاد آجاتے ہین۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ فسطاط نے اسکندریہ کی ساری دولت و عظمت کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اُس اگلے دارالسلطنت مصر کی وقعت ایک مرکز تجارت بندرگاہ سے زیادہ نہین باقی رہی۔

اسی آبادی کے آگے آگے اور دریا کے کنارے کنارے جو سڑک شمال سے جنوب کی طرف چلی گئی ہے اُس پر اس سناٹے کی گھڑی مین دو شخص آپس مین باتین کرتے ہوے آہستہ آہستہ جا رہے ہین - ان مین سے ایک جس کے سر اور شانے پر پٹیان بندھی ہوئی ہین ہمارا مفسد دوست جمیل بن سنان ہے اور دوسرا اُس کا رفیق کور بصیت - ابو الحوقل و میاطی - عالم آب اور اس پر چھلکتے اور تڑپنے والی چادر نور نہایت دلکش اور پُر لطف چیزین ہین - مگر دونون کچھ ایسے افکار و ترددات مین محو ہین کہ خبر بھی نہین ہوتے کہ مشرقی افق سے کیسی نور پاشی ہو رہی ہے - اور صفحۂ عالم پر کیسا بہار کا عالم طاری ہے - انھین اپنی فکرون کے سوا کسی بات کا خیال نہین - ابو الحوقل نے چلتے چلتے رک کے اپنے رفیق کی طرف منھ پھیرا اور کہا "مین تو سمجھتا ہون کہ آج ہی کی تاریخ سے یہ سب اندیشے دور ہو جائین گے - بس ابن مبرد کے واپس آنے کی دیر ہے"

جمیل "مگر مجھے تو اس واقعہ کی وجہ سے اپنے تمام منصوبون کی نسبت شبہ ہو گیا اور ایسا نظر آتا ہے کہ جیسے کوئی اور مخالف قوت اور خوفناک سازش پردے کے پیچھے پیچھے ہمارے خلاف کام کر رہی ہے"

ابو الحوقل "اس واقعے کے اندیشہ ناک ہونے مین شبہ نہین مگر آپ اس کو جہان تک بڑھاتے ہین وہ آپ کا وہم ہے"

جمیل "آخر مجھ پر اور میرے آقا خارویہ پر کسی کو حملہ کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے جو کوئی ہماری جان کا خواستگار ہو گا؟ یقیناً کوئی شخص ان تدابیر مین ہمارا مزاحم ہونا چاہتا ہے - اور اسی لیے مین نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک اس سازش کو ڈھونڈھ نہ نکالون گا دم نہ لون گا"

ابو الحوقل "مگر آدھی رات کے سناٹے مین اس وقت کیسے پتہ لگے گا؟ اس کا خیال چھوڑ دو اور اس وقت جو ہونے والا ہے اس کا ذکر کرو"

جمیل "جس شخص نے ہم پر حملہ کیا اگرچہ شیر نے چیر پھاڑ کر اس کی صورت بگاڑ دی مگر جس وقت اُس نے مجھ پر تلوار اُٹھائی ہے مین نے پلٹ کے اس کی صورت دیکھی تھی - اُس صورت کا ایک شخص ملاحون کی گلی مین رہتا ہے-

اور اس کی کشتی پر ایک بار سوار ہو کے مین قصبۂ ارسوف مین گیا ہون۔ پھر اس کے بعد مین نے ایک دن اس کو کوتوال شہر ابن دغنہ کے دروازے پر دیکھا تھا۔ چل کے اس کو دیکھتا ہون۔ اگر صحیح و سلامت ملا تو سمجھون گا کہ وہ کوئی اور شخص تھا۔ اور اگر نہ ملا تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ وہی تھا جو زریق کے پنجہ کا شکار ہوا۔ اور اتنا پتہ مل جانے کے بعد مین سب باتین دریافت کر لون گا۔" پہلے اُس کو چل کے دیکھ لو۔"

ابوالحوقل :- "اِس وقت گھبراہٹ مین آپ نے کیا دیکھا ہو گا۔ بھلا ایسے دیکھنے کا کچھ اعتبار ہے؟ اور اگر اس کا کچھ خیال ہے بھی تو ابن دغنہ سے کہیے گا وہ پتہ لگا لین گے۔"

جمیل :- "اپنا کام آپ ہی خوب ہوتا ہے۔ اور ابن دغنہ سے امید بھی نہین کہ سچائی سے اس کام کو انجام دین۔ مجھے اُن پر بھروسا تھا۔ اگرچہ چند روز سے اُن کو یہ وہم ہو گیا ہے کہ مین نے اُن کو فریب دیا اور غلط باور کرایا کہ امیر ابن طولون دل سے ابن مبرد کے طرفدار ہین۔"

ابوالحوقل :- "تو کیا آپ نے اُن سے یہ کہا تھا؟"

جمیل :- "مین نے یہ تو کہا نہین کہ مجھے صحیح طور پر ایسا معلوم ہوا ہے۔ مین نے اپنا یہ قیاس اُن پر ظاہر کیا تھا۔ تو اول تو ابھی اس خیال کی پوری طرح تکذیب نہین ہوئی اور ہو بھی تو کسی قیاس کے غلط ہو جانے سے مجھ پر بدگمانی کیسے کی جا سکتی ہے؟ ۔ اور لو یہ ملاحون کا محلہ بھی آ گیا۔ اور یہ دیکھیے اس مشتبہ شخص کا مکان ہے۔" ساتھ ہی بڑھ کے دروازہ دھم دھمایا۔ اور اندر سے ایک ضعیف العمر شخص نے نکل کر صاحب سلامت کے بعد پوچھا "آپ کیا چاہتے ہین۔"

جمیل :- "اسی مکان مین وہ ملاح رہتا ہے جو ٹھنگنا۔ گداز اور بڑے بڑے نتھنون والا شخص ہے۔ اس کی ڈاڑھی چھوٹی ہے اور سر گنجا ہے۔"

بڈھا :- "شاید آپ ابن الغسوق کو پوچھتے ہین۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ اور پرسون چند شامی سپاہیون کو لے کر دمیاط کی طرف گیا ہے امید ہے کہ دو تین ہفتون مین واپس آ جائے۔"

جمیل :- "تو وہ پرسون سے یہان نہین ہے؟"

بڈھا "ہان ہان نہین ہے ان لغوا ور فضول باتون سے کیا حاصل؟ اپنا مطلب کہیے۔ تھوڑی دور جانے کی ضرورت ہو تو مین پہونچادے سکتا ہون۔ مگر میری کشتی دور نہین جا سکتی۔"

جمیل "مجھے کہین جانا نہین ہے۔ تمھارے بیٹے سے مجھے ایک ضروری کام تھا۔" یہ جواب پاکر بڈھے نے گھر مین گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ اور جمیل و ابو الحوقل واپس روانہ ہوئے۔ اور دو قدم بڑھ کے ابو الحوقل نے کہا "اب تو یقین ہو گیا کہ یہ شخص نہ تھا؟"

جمیل "ابھی مین کچھ نہین کہہ سکتا۔ اس کی صورت دیکھ لون تو جانون کہ وہ نہ تھا"

یہ باتین ہو رہی تھین کہ ایک حبشی نے قریب آکے کہا "میرے آقا آپ خوب ملے۔ مجھے اندیشہ تھا کہ شاید آپ اس وقت آدھی رات کو نہ آئے ہون مگر آپ میرے لکھنے کے مطابق موجود ہین اور یہ آپ کے دلی دوست جمیل ہین" ابو الحوقل نے اپنے غلام کو فوراً پہچان لیا اور کہا "کافور۔ تم نے بڑا انتظار کرایا" اچھا جلدی کہو کہ سب کام پورا ہو گیا"

کافور "جی ہان آپ کی عنایت سے ابن مبرد اپنی سب تدبیرون مین کامیاب ہوئے۔ جب آپ نے اُن کو آزادی دینے کے بعد مجھے اُن کے ساتھ روانہ کیا تو ہم دونون یہان سے بھاگ کر سیدھے شہر عسقلان مین پہونچے۔ اور وہان دو چار روز دم لینے کے بعد دارالسلام۔ بغداد کی راہ لی۔ وہان پہونچنے کے دوسرے دن ابن مبرد سردار عساکر ترک باغر سے اور پھر باغر کے ساتھ جا کے ایوان خلافت کے داروغہ وصیف سے ملے۔ اور اپنی رہائی کا حال بیان کر کے اُن دونون کو اپنا دوست اور طرفدار بنا لیا۔"

جمیل "یہ دونون ترک سردار اُن کے ہمدرد پہلے ہی سے تھے تم نے کچھ بھی سُنا کہ اُن سے کیا باتین ہوئین"

کافور "اگرچہ مین ابن مبرد کے ساتھ وہان گیا تھا مگر اتنے فاصلہ پر ٹھرا دیا گیا تھا کہ ان کی گفتگو اپنے کانون سے نہین سن سکا۔ تاہم جو کچھ ابن مبرد سے مین نے سنا عرض کیے دیتا ہون۔ ابن مبرد نے ان سے کہا آپ کو اپنی قوت وشوکت بڑھانے کے لیے دولت اور روپیہ کی ضرورت

کسی جگہ اتنی نہین مل سکتی جتنی کہ مصر کے صرف ایک گھر یعنی جولیانا اور منصور کے مکان سے مل جائے گی۔ آپ نے جب میری خواہش کے مطابق منصور کے گرفتار کرنے کا حکم جاری کیا تو مین نے اس کارروائی کو اسی وقت شروع کردیا تھا۔ مگر ابن طولون مزاحم ہوا مین نے جولیانا کو بلا کے حراست مین لیا ہی تھا کہ اس کے اشارے سے بازاری لوگون نے مجھ پر نرغہ کردیا اور عین اسی وقت خود ابن طولون بھی آ پہونچا۔ انجام یہ ہوا کہ جولیانا چھوڑ دی گئی اور مین قید کر کے شہر کے بازاری لوگون کے حوالے کردیا گیا جن کی حراست سے چھوٹ کر اب کئی سال بعد مجھے یہان آنا نصیب ہوا ہے۔

باغر ”تو پھر اب اس دولت کے حاصل کرنے کی کیا تدبیر ہے؟ ابن طولون کو لکھا جائے؟“

ابن مبرد ”ابن طولون کے ذریعے سے اس کام کا انجام پانا غیر ممکن ہے۔ وہ جولیانا کا جامہ پہنے ہوئے ہے۔ اور ان دونون میان بیویون کی حمایت کا ذمہ لے چکا ہے“

وصیف ”اچھا تو باغر آپ زبردست لشکر کے ساتھ ابن طولون پر حملہ کردین اور اس سرکش والی کے ساتھ اُن دونون میان بیویون کو گرفتار کرا کے اور ان کا مال و اسباب ضبط کر کے یہان لے آئین“

ابن مبرد ”اس طرح آپ کا مطلب حاصل نہین ہو سکتا۔ ابن طولون کے مقابلے پر لشکر گیا تو وہ مقابلہ کرے گا۔ اور اگر آپ فتحیاب بھی ہوئے تو سونے کی چڑیا کے اس جوڑے کو مع اس کے خزانۂ جواہرات کے افریقہ کے کسی ایسے دور و دراز مقام مین پہونچا دے گا کہ پھر ان کا ہاتھ آنا غیر ممکن ہو جائے گا اس لئے مجھے اپنے خیال مین تو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے فقط ایک ہزار بہادر وجرار ترکون کے ساتھ روانہ کرین۔ مین ابن طولون اور تمام اہل فسطاط کو غفلت مین ڈال کے ناگہان ایک آدھی رات کو جا پہونچون اور رات کے اندھیرے مین عزیزۂ مصر کے قصر پر شبخون مار کے ان دونون میان بیویون کو گرفتار کر لاؤن اور جو کچھ مال و دولت ملے اس کو بھی لا کے آپ کی خدمت مین حاضر کردون۔ پھر اس کے بعد جب مصر کے اس قدیم دولتمند گھرانے کی

دولت ہاتھ آجائے۔ اور منصورہ و جولیانا بھی آپ کے قبضے مین ہوجائین۔ تب سردار
باغرجا کے ابن طولون کو اس کی بغاوت وسرکشی کی سزا دین"
اس تجویز کو وصیف و باغر دونون نے پسند کیا۔ اور ایک ہفتے کے اندر
ایک ہزار جوانان ترک کا شاندار لشکر ابن مہرد کے حوالے کر دیا۔ جس کو لے کر
وہ نہایت خاموشی کے ساتھ شام مین آئے اور مشہور کر دیا کہ عسقلان سے
جہازون پر سوار ہو کر جزیرۂ اقریطش (کریٹ) پر جائین گے۔ وہین سے آپ کو
ہین نے ایک قاصد بھیج کر اطلاع کر دی کہ آج آدھی رات کو وہ جولیانا کے
قصر پر حملہ کرین گے۔ اور واپسی کے وقت آپ ان کو جبل مقطم کی اُس
گھاٹی مین ملین جس گھاٹی مین سے گزر کے قافلے مصر سے شام کو جایا کرتے ہین
اور جب وہ جبل مقطم سے نکل کے قصر جولیانا کی طرف چلے مین ان سے الگ ہو کر
آپ کی خدمت مین چلا آیا تاکہ آپ کو ساتھ لے چل کے اس وقت اُن سے
ملاؤن جب وہ اپنا کام پورا کر کے اُس گھاٹی مین واپس جائین گے"
ابو الحوقل ۔ تو چلو ہم اُنھین پہاڑون مین چل کے ٹھہرین"
جمیل ۔ بے شک چلیے۔ ابن مہرد نے بڑی ہوشیاری سے اپنا کام پورا کر لیا۔ اور
بہتر ہوتا کہ ہم اسی وقت عزیزۂ مصر کو ان سے لے کر آپ کے گھر مین رکھ
دیتے اور جب موقع ملتا اس کو خارویہ کے پاس پہونچا دیتے"
فوراً دونون شخص کافور کے ساتھ ہو لیے اور سیلاب کے درمیان،
بلند بندون پر قدم رکھتے ہوے کوہسار مقطم کی طرف چلے۔ اور تقریباً
ایک گھنٹہ مین جبکہ دو ثلث رات گزر گئی تھی اُس گھاٹی مین پہونچ کر جو ملاقات
کے لیے مقرر ہو گئی تھی ابن مہرد کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ ایک گھنٹے کے انتظار
کے بعد ابن مہرد اپنے ترک ہمراہیون کے ساتھ واپس آگیا۔ یہ لوگ مال و
دولت سے خوب لدے ہوے تھے۔ اور تقریباً پچاس رومی و ترکی کنیزین
اُن کے ہاتھ مین اسیر تھین۔ جن مین حور خصال و پری جمال نازنین جولیانا بھی تھی
ابن مہرد جمیل اور ابو الحوقل کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر کر ان سے
بغل گیر ہوا۔ اور چلایا "میرے مہربان دوستو مرحبا" ساتھ ہی جمیل بولا

اُور میرے فتح مند بہادر زندہ باش ۔"

ابن مبرد "بے شک آپ کی مہربانی وحمایت سے مین بہادر اور فتحمند ہون۔ اور اصل مین یہ آپ کی فتح ہے ۔ مگر اصلی فتح آپ کو اس وقت حاصل ہو گی جب آپ کی مدد سے سپہ سالار بغداد باغر کو فتح ہو گی ۔ اور اُن کے علم اقبال کے سایے مین ہم آپ مل کے مصر پر حکومت کرین گے ۔ اور اس کی تدبیر یہ ہو گی کہ ہم ابن طولون کو قتل کر کے خارویہ کو یہان کا فرمان بردار بنا دین گے جو اپنے وحشی شیر زریق کی پناہ مین بیٹھ کر عزیزۂ مصر کے وصال کا شربت پیین گے اور ہم آپ حکومت کرین گے ۔"

جمیل "اور یہ کامیابی خارویہ کے لیئے نعمت غیر مترقبہ ہو گی ۔ اس لیے کہ مین نے ان کو ابھی اس کی مطلق امید نہین دلائی ہے ۔ مگر یہ تو بتایے کہ آپ پوری طرح کامیاب ہوئے ؟"

ابن مبرد "ہان جولیانا اور اس کی تمام کنیزین میرے ساتھ ہین ۔ اس کا بہت سا مال وخزانہ بھی مل گیا ۔ مگر اس مین سے بہت سی قیمتی چیزین جلدی مین ہم نہین لا سکے ۔ مگر ایک بڑی بات رہ گئی ۔ وہ یہ کہ منصور ہاتھ نہ آیا ۔ وہ کسی طرف نکل گیا اور نہ وہ تاریخی قالین ملا جس کو منصور خزانہ خلافت سے اڑا لایا ہے ۔"

جمیل "یہ تو بہت برا ہوا مگر کوئی مضائقہ نہین ۔ اس کو ہم مخفی رکھین اور اگر وہ غائب نظر آیا تو خارویہ پر مین یہی ظاہر کرون گا کہ وہ اسیر ہو کے بغداد گیا اور مار ڈالا گیا ۔ اور یہی آپ ظاہر کرین ۔"

ابن مبرد "بہتر ہے یہی ہو گا ۔ مگر مین نے قصر کا ایک ایک کونا ڈھونڈھ ڈالا اس کا کہین پتہ نہ تھا ۔ اچھا اب یہ بتائیے کہ جولیانا کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے ؟ مین اپنے ساتھ لیتا جاؤن یا آپ اپنے پاس رکھین گے ؟"

جمیل "اس کو اپنے ساتھ کیون لے جائیے ؟ یہین ابو الحوقل کے سپرد کر جائیے تاکہ جس کی وجہ سے آپ کو مصری ملک التجار ابو الحوقل کی قید بھگتنا پڑی اسی قید کا مزہ گذشتہ واقعات کے انتقام مین چند روز

وہ بھی بھگت لے۔"

ابوالحوقل "مگر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسب قرارداد سابق آپ شاہزادی کو اپنے ساتھ لے جائین۔ اور عسقلان مین ایک مجمع عام مین سب لونڈیون کے ساتھ اس کو بھی فروخت کر ڈالین۔ میرا غلام کافور جو پھر آپ کے ساتھ جائے گا اس کو میری طرف سے خرید کر اپنے پاس رکھے۔ یہان تک کہ تجارت کے بہانے کسی موقع پر میرے پاس مصر مین پہونچا دے۔ اس طرح کسی پر اس کا حال نہ کھلے گا۔ اور نہ کوئی یہ جان سکے گا کہ کیونکر میرے قبضے مین آئی۔ پھر چند روز بعد مخفی طور پر مین اسے امیرزادۂ خارویہ کی نذر کر دون گا۔"

ابن مبرد "اس مصلحت کے خیال سے بہتر یہ ہوگا کہ آپ خود عسقلان مین چلے آئین ممکن ہے کہ کسی کو خبر ہو جائے اور لوگ راستے مین سے اس کو چھڑا لے جائین۔ اور پھر آپ سے بدگمان ہون۔ عوام الناس پر عزیزۂ مصر کا بڑا اثر ہے۔"

ابوالحوقل "بہتر ہے مین خود چلا آؤن گا۔"

اب ابن مبرد واپسی کے لئے ان دوستون سے رخصت ہو رہا تھا کہ جمیل نے پوچھا "آپ نے جس وقت جولیانا کے قصر پر حملہ کیا ہوگا بڑا ہنگامہ مچا ہوگا۔ کاش مین اُس وقت کی حالت کو دیکھتا مگر اپنا جانا کسی طرح مصلحت نہ نظر آیا۔"

ابن مبرد۔ (ہنس کر) "بے شک وہ گھڑی لطف سے خالی نہ تھی جب ہم رات کے سناٹے مین گھوڑون کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پہاڑی کی بلندی پر پہونچے۔ جہان ہر طرف خموشی کا عالم طاری تھا۔ پھاٹک خوش قسمتی سے کھلا ملا۔ اور ہم فوراً اندر گھس پڑے۔ دو دربانون کو جاگ رہے تھے تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اور قصر کی اندرونی عمارت کی طرف چلے۔ اس گھڑی تک تو سناٹا اور سکوت تھا مگر دربانون کے قتل ہوتے ہی سارے قصر مین شور مچ گیا۔ لوگ گھبرا گھبرا کے صحن مین دوڑنے اور بھاگنے لگے۔ کنیزین اور محل کی ملازم عورتین چلانے اور ماتم کرنے لگین۔ ہم نے نہایت استقلال کے ساتھ

محل کو چارون طرف سے گھیر لیا۔ اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ مرد ہو یا عورت جو سامنے آتا اسے باندھ لیتے اور اگر مزاحم ہوتا تو تلوار سے خبر لیتے۔ اس طریقہ سے ہم نے باہر ہی کھڑے کھڑے قریب قریب قصر کے تمام آدمیون کو اسیر کر لیا اور منتظر تھے کہ اسی طرح جولیانا اور اس کا شوہر بھی خود ہماری کمند مین پھنس جائینگے۔ مگر وہ کسی طرح نہ آئے۔ آخر آدھ گھنٹہ کے توقف کے بعد بغیر کسی روک ٹوک کے ہم محل کے اندر داخل ہوئے۔ ہمراہیون کو حکم دیا کہ جو کچھ قیمتی مال و اسباب اور سونا چاندی ملے اس کو لا کر قصر کے برآمدے مین جمع کرین۔ اور مین خود قصر کے کمرون اور مختلف حصون مین چکر لگانے لگا کہ عزیزۂ مصر اور منصور کو گرفتار کرون مگر باوجود سخت جستجو کے انکا کہین پتہ نہ تھا۔ اب مجھے اندیشہ ہوا کہ بہت دیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو شہر والون کو ہمارے حملے کی خبر ہو جائے۔ سارے اہل فسطاط چڑھ آئین اور اُن کے ساتھ امیر کی فوجین بھی ہون۔ سخت ناامیدی کے بعد مین ایک ٹوٹے ہوئے صندوق کی آڑ مین جولیانا مل گئی جو خوف سے سہمی اور دبکی ہوئی تھی۔ میری صورت دیکھتے ہی اس نے ایک چیخ ماری۔ اور جھپٹی کہ مجھ پر حملہ کرے۔ مگر میرے بہادر ساتھ والون نے پکڑ لیا اور منہ مین کپڑا ٹھونس کے باندھ لائے۔ اس کے بعد مین نے منصور کو ڈھونڈھا مگر معلوم ہوا کہ وہ ہاتھ سے نکل گیا۔

جمیل "نہین نکلا نہین بلکہ اسیر ہوا ہے اور بغداد مین قتل ہو گا" یہ کہہ کے ہنسنے لگا۔

ابوالحوقل "اور عزیزۂ مصر جولیانا کہان ہے؟"

ابن مبرد "مین نے اس کو ایک خچر کی پیٹھ پر بندھوا دیا ہے۔ یہان سے ایک منزل نکل جانے کے بعد کھلواؤن گا۔"

یہ کہہ کے ابن مبرد دونون رفیقون سے رخصت ہو کر کوہ مقطم کی گھاٹیون سے گزر کے مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔

بارھوان باب

شیرون کی پسھگری

مذکورہ واقعہ کو ایک ہفتہ گزرا ہو گا کہ ایک شام کو ہم شہر فسطاط کے پاس ترکی

ترکی سواروں کو جوش و خروش سے نعرے کے ساتھ اپنی تلواروں کو حرکت دیتے اور عراقی گھوڑوں کو
ہنہناتے دیکھتے ہیں۔ یہ دس ہزار ترکوں کا لشکر بغداد سے آیا ہے۔ اور علم سپہ سالاری
امیر الجیش خلافت باغر کے سر پر لہرا رہا ہے۔ باغر سر پر خود اور جسم میں دوہری
زرہ پہنے ہے۔ اور اس کے مضبوط و لمبے قامت راہوار پر بھی فولادی جال پڑا
ہوا ہے جو ترکی الاصل غلام ان دنوں تاج و تخت دولت عباسیہ پر حاوی ہیں
ان کا سردار اعظم یہی شخص ہے۔ جس نے خلافت کو اپنے ہاتھ کا کھلونا بنا لیا
ہے۔ خاندانی شرفائے عرب کمزور کر کے گھروں میں بٹھا دیے گئے ہیں۔ اور یہ غلاموں
کا سردار جس کو چاہتا ہے تخت پر بٹھاتا ہے جس خلیفہ کو چاہتا ہے کمال
بے رحمی سے قتل کرتا ہے۔ اور اب ابن طولون کو اپنی اطاعت سے باہر اور اپنی
شرمناک ظالمانہ خواہشوں کے خلاف پا کے لشکر جرار کے ساتھ آ پہونچا ہے کہ اسے
قتل کر کے حکومت مصر خمارویہ کے ہاتھ میں دے دے۔ ان لوگوں کو یقین ہے کہ
قبل اس کے کہ اہل مصر کو خبر ہونے پائے ہم بلائے ناگہان کی طرح یکایک آ پہونچے
ہیں کسی کو مزاحمت کی جرأت نہ ہوگی۔ ہم جی بھر کے امرائے شہر اور دولت مند مصریوں
کو لوٹیں گے۔ اور دولت سے لدے پھندے واپس جائیں گے۔

مگر ان لوگوں نے جبل مقطم کی گھاٹیوں سے سر نکالا ہی تھا کہ امید کے خلاف سامنے
مصری سواروں کا لشکر صفیں باندھے اور لڑائی کے لیے تیار نظر آیا۔ جس کے آگے
خود ابن طولون ایک اعلیٰ درجے کے گھوڑے پر سوار زرہ جوشن سے آراستہ اور خود
پہنے کھڑا تھا۔ اور اس کے سر پر مصری علم کا پھریرا سایہ کیے ہوئے تھا۔ باغر حریف کو
تیار دیکھ کے ذرا ٹھٹکا۔ اور دل میں سوچا کہ اب کیا کیا جائے۔ مگر دلیری و شجاعت کی غیرت
نے جوش دلایا۔ اور یہ نعرہ مار کر کہ ان دشمنان خلافت کو پامال کر ڈالو" حملہ کر دیا۔ اس
لشکر کو آتے دیکھ کر چار ہزار مصری سواروں نے سجائے آگے بڑھ کر روکنے کے اپنے
نیزے آگے جھکا دیے کہ گویا ترک ان میں چھد کے رہ جائیں۔

چند منٹ کے اندر دونوں لشکر مل گئے۔ ترکوں نے قریب پہونچ کر مصریوں کے
نیزے اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالے یا زمین پر گرا دیے اور بڑھ بڑھ کے تلواروں
سے وار کرنے لگے سخت خونریزی ہونے لگی۔ اور ہر طرف [illegible] کے نعروں۔ گھوڑوں

آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اور میدان خون سے سرخ ہوتا جاتا تھا۔ تقریباً دو گھنٹوں تک اس سخت معرکہ آرائی رہی۔ اور دونوں طرف کے سپہ گر کثرت سے مارے گئے۔

یہ حالت دیکھ کر باغر ترک ابھرتا نیزوں اور تلواروں کے صدہا واروں کو اپنے آہنی لباس کے مقابل بیکار ثابت کرتا ہوا ابن طولون کے قریب پہونچا اور پکار کے کہا ابن طولون۔ ادھر آ۔ اور بہادری کا دعوی ہے تو بہادروں کا مقابلہ کر۔

ابن طولون ایک وحشی شیر کی طرح اُس پر جھپٹا اور باغر کے سینے پر اس زور سے نیزہ مارا کہ گرچہ فولادی چار آئینہ پہ کارگر نہیں ہوا مگر ترک سپہ سالار اس کے دباؤ اور زور سے اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر چت لیٹنے کے قریب جھک گیا۔ مگر ساتھ ہی نیزے کو ہاتھ سے پکڑ کے سینے پر سے ہٹایا اور سنبھل کے سیدھا ہوا۔ اور کہا ابن طولون تو باغی ہے اور نمک حرام۔ خلافت نے اس لیے تجھکو حکومت مصر نہیں دی ہے کہ باغی بن کر امام وقت اور جانشین مسند آل عباس سے دشمنی کرے۔"

ابن طولون:- "میں نہ خلافت کے خلاف ہوں اور نہ اپنے امام کا دشمن۔ میں تم طاغی و ظالم سرداران ترک کے پنجۂ ستم سے خلافت کو چھڑانا چاہتا ہوں۔ اور ان دشمنان خدا کے خون کا پیاسا ہوں جو آل عباس کے محترم و مقدس خون سے زمین کو تر کرتے ہیں۔"

باغر:- "کیا تجھے اس میں شک ہے کہ اس لشکر کو امیر المومنین المنتصر باللہ نے بھیجا ہے؟ اور ہم خاص علم خلافت کے نیچے لڑ رہے ہیں؟"

ابن طولون:- "ہاں جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ امیر المومنین تمہارے ہاتھ کا کھلونا اور تمہارے مظالم سے نالاں ہیں۔ اور دینی اقتدارات خلافت کو تم لوگوں نے غصب کر لیا ہے۔ لہذا تمہارے احکام ہرگز واجب العمل نہیں ہیں۔"

باغر:- "خیر اگر ہوس نے تجھے خلافت کا دشمن بنا دیا ہے تو اپنی جان پر اپنے بال بچوں پر اپنی فوج پر اور اپنے شہر والوں پر ترس کھا۔ اور اطاعت قبول کر۔ اس لیے کہ تیرا لشکر کمزور پڑ چکا۔ تیرے سپاہی اپنی تعداد کی کمی کی وجہ سے ہمت ہار چلے اور بالکل بیکار جانیں دے رہے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ یا ہمت ہار کے بھاگ جائیں گے یا سب کے سب مارے جائیں گے۔ اس لیے تیرے لیے مناسب یہ ہے کہ اطاعت قبول کر کے ہتھیار رکھ دے۔ خلافت و امامت کی دشمنی کی سزا

تو تجھے مرنے کے بعد ملے گی مگر عقل کا دشمن نہ بن جس کی سزا اسی دنیا میں اور اسی میدان میں تجھے بہت جلد ملا چاہتی ہے۔"

ابن طولون "میرے بہادر مرجائیں گے مگر تم ظالم غاصبان امامت کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے۔"

اس جواب پر طیش کھا کے باغر نے ابن طولون کے خود پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار خود میں پیوست ہو کے رہ گئی۔ اور باغر کو مجبوراً اس سے دست بردار ہو جانا پڑا۔ تلوار کو چھوڑ کے وہ پیچھے ہٹا اور ابن طولون گرز تانکر بڑھا کہ ایک کوہ شکن ہاتھ سے بھیجا پاش پاش کر دے۔ مگر باغر اپنے لشکر میں غائب ہو گیا۔

اب لڑائی کا یہ رنگ تھا کہ مصری ساعت بہ ساعت کمزور ہوتے جاتے تھے۔ اور حملہ آوران شام کا زور اور جوش و خروش بڑھتا جاتا تھا۔ ابن طولون کے رفقا شہر کی گلی کوچوں میں پکارتے پھرتے تھے کہ حمایت وطن کو چلو ورنہ دم بھر میں مردم خوار وبہائم صفت ترک آکر تمہارے گھروں کو لوٹیں گے اور تمہاری بے حرمتی کریں گے مگر رات ہو جانے کی وجہ سے بہت کم لوگ گھروں سے نکلتے تھے۔

اب رات ہو چکی تھی۔ اور ظلمت نے عالم کے چہرے پر اپنا تیرہ و تار غلاف ڈال دیا تھا۔ مگر تارے اس خونیں منظر کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھ رہے تھے۔ مصری لشکر میں ہزاروں مشعلیں روشن تھیں۔ مگر عراق کے ترکی لشکر والوں کے پاس روشنی کا سامان کم تھا۔ اس لیے وہ لوگ باوجود غلبے کے چاہتے تھے کہ لڑائی کو کل پر اٹھا رکھیں۔ مگر مصری ابن طولون کی حوصلہ افزائیوں سے برابر مقابلہ کیے جاتے تھے۔ اور روشنی کا اچھا انتظام ہونے کے باعث میدان سے واپس جانے کا خیال نہ تھا۔ آخر عراقی لشکر التوائے جنگ کے ارادے سے پیچھے ہٹ کر سمٹنے لگا کہ رات کو ایک ہی جگہ جمع ہو کر بسر کریں۔

اسی حالت میں ناگہاں باغر کے ترکی لشکر میں ایک عجیب ہلچل پڑ گئی۔ ہر حصہ فوج کمال بدحواسی و اضطراب سے ایک دوسرے پر گرنے لگا۔ لوگ چیخیں مار مار کے بھاگتے تھے۔ اور ہر شخص دوسرے کی آڑ میں پناہ ڈھونڈھتا تھا۔ ان کے شور و غل اور ان کی چیخوں اور آہ و فریاد کی آوازوں نے ایک عجیب دہشتناک عالم پیدا کر دیا تھا

[illegible] ... سمجھ میں نہ آتا تھا کہ عراقیوں پر یکایک یہ کیسی بلا نازل ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ابن طولون نے اپنے لوگوں سے پکار کے کہا خدا نے اچھا موقع پیدا کر دیا۔ گو کہ رات کا وقت ہے مگر اے بہادران مصر ایک اور جان بازی کا حملہ کرو اور ان بے حمیت دشمنوں کو جن پر معلوم ہوتا ہے عذاب الٰہی نازل ہو گیا ہے [illegible] میں کاٹ کے ڈال دو۔"

ابن طولون [illegible] رہا تھا کہ اس کا نوعمر فرزند خارویہ جھپٹ کے قریب آیا۔ اور چلایا کہ "بابا جان ذرا توقف فرمائیے۔" خارویہ باپ کے سامنے ادب سے کبھی زبان نہ کھول سکتا تھا اس نے جو جرأت کر کے یہ فقرہ کہا تو ابن طولون نے حیرت سے اس کی صورت دیکھی اور کہا "اس سے بہتر بھی حملے کا کوئی موقع ہو سکتا ہے؟"

خارویہ "جی ہاں ابھی موقع نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس وقت دشمنوں پر میرا حملہ ہو رہا ہے۔ شجاعان مصر کو کمزور دیکھ کر میں اپنے زبردست لشکر کو مرتب کر کے لے پہنچا اور یہ میرے خونخوار بہادر ہیں جنھوں نے دشمنوں میں ہلچل ڈال رکھی ہے۔"

ابن طولون "تمہارے بہادر کون؟ اور تمہارا حملہ کیسا؟ تم تو یہاں میرے پاس کھڑے ہو!"

خارویہ "جی ہاں میں یہاں کھڑا ہوں مگر میرے بہادر لڑ رہے ہیں۔"

ابن طولون "تمہارے بہادر کون؟"

خارویہ "میرے بہادر میرے پالو شیر ہیں۔ جن کے رکھنے سے آپ ہمیشہ ناراض ہوا کرتے تھے میں نے جب دیکھا کہ آبادی کے اندر لوگ ملک پر بلا کے جاتے ہیں اور کوئی نہیں آتا تو دل میں خیال کیا کہ آج ہی ان بہادروں کے امتحان کا دن ہے چنانچہ اپنے میں خونخوار شیروں اور چیتوں کو لا کے دشمنوں پر چھوڑ دیا۔ جو اپنے پرائے کو خوب پہچانتے ہیں۔ میرا پیارا زریق ان کا سپہ سالار ہے [illegible] شیروں اور چیتوں کو لڑا رہا ہے۔ دشمنوں میں جو آپ پریشانی اور بدحواسی ملاحظہ فرما رہے ہیں یہ انھیں شیروں کی [illegible] ہے۔"

یہ [illegible] ابن طولون کو نہایت ہی حیرت ہوئی۔ اور مسکرا کے کہا [illegible] نے آج بڑا کام دیا۔ اور آئندہ بھی تم کو ان درندوں کے پالنے سے نہ روکوں گا۔

مگر شب و روز ان کے پاس رہنے سے مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ کبھی خدانخواستہ تمہاری جان کو ضرر نہ پہنچ جائے۔ لیکن آج یہ درندے بڑے وقت پر کام آئے۔ تاہم میں پوچھتا ہوں کہ کیا مناسب نہ ہوگا کہ ہم بھی اسی وقت حملہ کر کے دشمنوں کو بھگا دیں؟"

خمارویہ "میں نے اگرچہ اپنے شیروں کو مصری سپاہیوں کی وضع و لباس سے اس قدر مانوس بنا دیا ہے کہ غالباً وہ ہماری فوج والوں پر حملہ نہ کریں گے۔ مگر پھر بھی جانور ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا پنجہ آپ کے کسی بہادر پر پڑ جائے۔"

ابن طولون "لیکن یہ وقت اس کا اندیشہ کرنے کا نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہی اُس نے اپنی فوج والوں کو للکار کے زور و شور سے حملہ کر دیا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اور اس کا لشکر دشمنوں تک پہونچے وہ لوگ شیروں سے شکست کھا کے بھاگ نکلنے تھے اور شیروں نے اتنی دیر میں بہت سے ترکوں کو گرا کے پھاڑ ڈالا تھا جو نہایت بدحواس تھے اور کسی ترک سپاہی کے ہوش و حواس درست نہ تھے۔ خود باغر اس تماشے کو کھڑا حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ یکایک زریق جو دس بارہ آدمیوں کو مار چکا تھا اسے چھاپ بیٹھا۔ اور پنجہ اور دانتوں سے جھنجھوڑنے اور کاٹنے لگا تمام ہمراہی سمجھے کہ اس کا کام تمام ہو گیا۔ اور سب کے سب اسے چھوڑ کر نہایت ہی بدحواسی کے ساتھ خوف و دہشت کی چیخیں مارتے ہوئے بھاگے۔

خمارویہ اور ابن طولون جو اس مقام پر پہونچے جہاں شیروں نے بازار مرگ گرم کر رکھا تھا تو زریق اپنے آقا کو پہچانتے ہی باغر کو چھوڑ کے اس کے قریب آیا اور قدموں پر لوٹنے اور دم ہلانے لگا۔ خمارویہ اس کو پچکارنے اور سہلانے لگا مگر ابن طولون نے بڑھ کے اس کے شکار کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ خود باغر ہے وہ زرہ بکتر پہنے ہوئے تھا اور خود نہ پہنے ہوتا تو زندہ رہنا محال تھا۔ مگر جب زریق نے گرایا تو اس نے اپنا منھ بھی ڈھال میں چھپا لیا۔ اور شیر کے پنجہ اور دانتوں سے بچ گیا۔ مگر خوف اور دہشت سے غش آ گیا تھا۔ ابن طولون نے حکم دیا کہ باغر کو اٹھا کے میرے گھر میں لے جاؤ۔ اور لباس جنگ اور اسلحہ اتار کے ہوش میں لانے کی تدبیر کرو۔"

اب خمارویہ اور اس کے ملازم شیر چرانوں نے اپنے شیروں کو بلا بلا کے باندھ لیا۔

فوج مصر نے مشعلوں کے ساتھ جبل مقطم کے درون تک مفرورین کا تعاقب کیا۔ اور اس کے بعد شہر میں واپس آ گئے۔

ابن طولون کو اس غیر متوقع فتح کی بڑی خوشی ہوئی اور بیٹے کا نہایت ہی شکر گزار تھا جس نے بالکل نئے اور نرالے طریقے سے فسطاط کو دشمنوں کی دستبرد سے بچا لیا۔ اپنے قصر شمع میں آ کر دیکھا تو باغر کو ہوش آ چکا تھا مگر دل میں شیروں کی ہیبت اس قدر سما گئی تھی کہ آنکھوں پہ وحشت برس رہی تھی۔ ابن طولون نے اس کو تسلی دی۔ اطمینان دلایا۔ اور بیٹے کو اجازت دی کہ اپنے باغ میں جا کے شیروں کو بند کروائے۔ اور اس کارگزاری کے صلے میں ان کی اچھی خاطر داشت کرے۔

دوسری صبح کو ابن طولون نے جب دیکھا کہ باغر بحال اور مطمئن ہے تو پوچھا بھلا اس ظالمانہ کارروائی اور بیہودہ فوج کشی سے تم کو بجز ذلت کے کیا ملا؟"

باغر: "واقعی یہ میری حماقت اور طمع کا انجام ہے۔ میں سخت نادم ہوں۔ اپنے کیے پر پچھتاتا ہوں۔ اور معافی چاہتا ہوں۔"

ابن طولون: "وہ تو خدا کو بھلا کرنا تھا کہ عرکش کے چند بدویوں نے دوڑ کے مجھے خبر کر دی۔ ورنہ تم میری غفلت میں آ پہنچتے۔ اور میرے ساتھ وہی سلوک کرتے جو شاہزادگان بنی عباس مسند نشین خلافت ماموں۔ اور بہت سے سرداران عرب کے ساتھ کر چکے ہیں؟"

باغر بجز ندامت سے آنکھیں نیچی کر لینے کے کچھ جواب نہ دے سکا۔ اور ابن طولون نے کہا "سچ سچ بتاؤ جس طرح تم میرے ہاتھ میں اسیر ہوئے ہو اسی طرح میں تمہارے ہاتھ میں گرفتار ہوتا تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرتے؟"

باغر: "یہ سوال مجھ سے نہ کیجیے۔"

ابن طولون: "نہیں۔ یہ سوال میں ضرور کروں گا اور تم کو اس کا جواب دینا ہوگا۔ مگر میں اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ وہ سلوک نہ کروں گا۔"

باغر: "اب آپ نہیں مانتے تو میں بتانے پر مجبور ہوں۔ میں یہ ارادہ کر کے آیا تھا کہ اگر آپ کو زندہ اسیر کر سکا تو پہلے آپ کے ذریعے سے سارے فسطاط والوں کی دولت جمع کراؤں گا۔ اور یہ کام لے لینے کے بعد آپ کو پابزنجیر لے جا کے اپنے

دوست وصیف کے پاس حاضر کر دیں گا۔ جن کی سفارش سے آپ کو حکومت مصر ملی۔ اور آپ ان کے حکم سے باہر ہو گئے۔"

ابن طولون: "میں بے شک وصیف کا احسان مند ہوں۔ مگر ان کے ان حکموں کی تعمیل مجھ سے نہیں ہو سکتی جو رعایا پر ظلم و جور کرنے اور شرفا و معززین کو آزار پہنچانے کے متعلق ہوں۔"

باغر: "ہم لوگوں کو آپ سے شکایت ہے کہ ہم ہی نے آپ کا تقرر کرایا۔ اور اس بلند رتبے پر پہونچایا۔ اور آپ نے باوجود تاکیدی حکموں کے نہ ابن مبرٹ کو چھوڑا اور نہ منصور کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیجا جو وہاں سے خلافت کی نہایت قیمتی چیزیں چرا لایا ہے۔"

ابن طولون: "تمہاری یہی باتیں ہیں جنھوں نے مجھ کو تمہارے خلاف کر دیا۔ منصور پر یہ الزام ہے کہ وہ خزانۂ خلافت سے کوئی چیز چرا لائے غلط ہے۔ وہ فقط وہی چیزیں لائے جو ان کو اپنے محترم بھائی امیر المومنین المنتصر باللہ سے ملیں۔ اور ان کو اختیار حاصل تھا کہ خزانہ خلافت کی جو چیز جس کو چاہیں دے دیں۔"

"اصل یہ ہے کہ امام زمانہ و شاہزادۂ آل عباس المستعین باللہ جن کو تم نے سریر خلافت پر بٹھا کے جبراً اپنا غلام بنا لیا ہے وہ بھی نہیں چاہتے کہ اپنے اعزہ و اقارب اور اپنے خاندان کے شاہزادوں کو ستائیں اور آزار پہنچائیں۔ مگر تم لوگ ان کے ہاتھ سے زبردستی ظلم کرا رہے ہو۔ اور ان کو بدنام کرتے ہو۔"

باغر: "خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب آپ بتائیے کہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟"

ابن طولون: "میرے اختیار میں ہے کہ جو چاہوں کروں۔ جو جو مظالم آل عباس پر تمہارے ہاتھ سے ہوئے ہیں ان کے معاوضے میں ممکن ہے کہ میں تمہیں قتل کرا ڈالوں۔ مگر نہیں۔ میں ایسا سنگدل نہیں بننا چاہتا۔ مجھے پہلے تم یہ بتاؤ کہ مصر پر تم نے کس غرض سے حملہ کیا تھا؟"

باغر: "ہم لوگوں کو روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور سنا کہ یہاں بعض لوگ خصوصاً منصور اور عزیزۂ مصر نہایت دولت مند ہیں۔ فوج لے کے چلے آئے کہ تم کو زیر کر کے ان لوگوں سے دولت حاصل کریں۔"

[illegible] کہ شاہزادی [illegible]
ظر کو لٹوا لیا جو چوروں کی طرح آ کے خلافت سے دامن عدالت میں دھبے لگا گئے
اور غریب شاہزادی کو پکڑ لے گئے جو نہایت ہی عالی خاندان نیک طینت اور
پاکدامن عورت ہے۔"

یا عز: "مجھے اس کی نہیں خبر۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ کن لوگوں نے یہ نالائق حرکت کی۔"

ابن طولون: "بس معلوم ہو گیا کہ تم سچ نہیں بولتے۔ اور ابھی تک مکر و فریب سے دست بردار نہیں ہوئے یہ غیر ممکن ہے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کے قصر پر تمہارے سوا کوئی اور حملہ کرتا۔ ابن مہرد یہاں سے بھاگ گیا۔ جس سے بڑا نمک حرام و محسن کش ظالم دنیا کے پردے پر نہیں ہے تم لوگ ہمیشہ دربار خلافت سے اس کی طرفداری کرایا کرتے رہے اور میرے پاس احکام آتے رہے کہ اس کو چھوڑ کر پھر اس کی قدیم خدمت پر مقرر کر دوں جس کے معنے یہ تھے کہ پھر رعایائے مصر کو اس ظالم کے پنجۂ ستم میں دبے دوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہاں سے بھاگ کر وہ تمہارے پاس پہونچا۔ اور پھر ان دو چار آدمیوں سے جو شاہزادی کے قصر میں تاخت و تاراج کی رات کو موجود تھے معلوم ہوا کہ خود ابن مہرد نے آ کے قصر کو لوٹا۔ اور شہزادی کو [illegible] طرح بھاگ گیا۔ ایسی صورت میں بھلا یہ ممکن ہے کہ تم کو ان واقعات کی خبر نہ ہو؟"

یا عز: "نہیں مجھے مطلق خبر نہیں ہے اور نہ اس کی اطلاع ہے کہ شاہزادی کے محل کو ابن مہرد نے لوٹا۔"

ابن طولون: "میں نے جھوٹی باتوں کی طرف سے کان بہرے کر لیے ہیں تم لوگ مجھے فریب نہیں دے سکتے۔ اور تمہارے متعلق یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو اس کے شوہر شاہزادہ منصور۔ ان کے قصر کے ان تمام لوگوں کو جنھیں ابن مہرد پکڑ لے گیا ہے اور نیز ان کے قصر کے تمام سامان دولت کو جو لوٹ لے گئے ہو پندرہ دن کے اندر حاضر کر دو ورنہ تم اور تمہارے تمام رفقا جو اسیر کر لئے گئے ہیں بلا تامل قتل کر ڈالے جائیں گے۔ بس یہی آخری فیصلہ ہے۔ اور پندرہ دن کے بعد اس پر عمل ہوگا۔ تمہارے اسیر شدہ ہمراہیوں میں سے پانچ آدمی تمہارے پاس چھوڑ دیے جائیں گے۔ اور تم کو آزادی ہے کہ ان کو میرے حکم کی تعمیل کے لیے

اب ابن طولون نے حکم دیا کہ باغر چیروں اور ڈاکوؤں کے تیرہ وتار قید خانے میں رکھا جائے۔ اسیروں میں سے پانچ آدمی جن کو یہ خود بتائے اس کے پاس بھیج دیئے جائیں اور قید خانے کے گرد ایک ہزار ہوشیار اور بہادر آدمیوں کا پہرہ رہے۔" لوگ باغر کو لے چلے تو اس نے عذرخواہی و معافی کے متعلق پھر کچھ کہنا چاہا مگر ابن طولون نے کہا۔ "میں اس بارے میں اب کچھ نہ سنوں گا بجز اس کے کہ میری خواہش پوری کی جائے شاہزادی عزیزۂ مصر پر تم نے ایسا ظلم نہیں کیا ہے کہ کسی کو تم پر ترس آئے۔"
لوگ فوراً باغر کو طوق و سلاسل پہنا کے لے گئے۔ اور ابن طولون اپنے معمولی مشاغل میں مصروف ہو گیا۔

تیرھواں باب

مردم دری کی سیر

ابن طولون کی فتح اور باغر کی گرفتاری کے دوسرے دن خارویہ اپنے باغ میں حوض سیماب کے کنارے ایک کرسی پر نہایت ہی خوش و خرم اور شاداں و فرحان بیٹھا ہوا ہے۔ برابر بائیں طرف اس کا چاہیتا شیر زریق بیٹھا بلی کی طرح خر خر کر رہا ہے اور اس کے پاس کئی لگنوں میں پلاؤ رکھا ہوا ہے جس میں سے ایک پلیٹ میں نکال کے اس نے زریق کے آگے رکھ دیا۔ اور شیر بچہ ور جو دوسرے شیروں اور چیتوں کو نقرئی زنجیروں میں باندھے ہوئے فاصلہ پر کھڑے ہیں انھیں حکم دیا کہ باری باری اپنے شیروں کو قریب لا کے پیش کریں۔ حکم ہوتے ہی خمخوار شیر یکے بعد دیگرے پیش کیے جانے لگے۔ وہ سب کے سر اور پیٹھ پر محبت سے ہاتھ پھیرتا۔ اور پلاؤ کی ایک رکابی کھلا کے ان کو رخصت کر دیتا جب سب شیر اور چیتے پیش ہو لیے تو اس نے شیر بچہ وروں کو انعام دیا اور کہا "تم نے میرے شیروں کو بہت اچھی تعلیم دی ہے اور تمہارا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ کل کے معرکے میں سوا دشمنوں کے انھوں نے کسی اپنے پر حملہ نہیں کیا۔" سب نے قدر دانی کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ "یہ تو پہلا موقع تھا۔ آئندہ معرکوں میں حضور ملاحظہ فرمائیں گے کہ یہ کیسی انسانیت و شائستگی سے کام کرتے ہیں۔"

شیروں کو رخصت کر کے اس نے آواز دی "ہٹا" فوراً دو تو خیز روحی غلام کانوں میں گوشوارے اور جسم میں ارغوانی قبائیں پہنے آ کر سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے۔ اور خارویہ نے پوچھا "جو لوگ مجھ سے ملنے کو آئے ہوں ان کو بلا لاؤ" غلام گئے اور دم بھر میں جمیل بن سنان اور ابو حوقل حاضر ہوئے۔ جمیل نے کئی مہینے ہوئے ابو حوقل کو خارویہ کے دربار میں باریاب کرا دیا تھا۔ جس کے بعد سے وہ دولتمند تاجر اکثر سلام کو آتا۔ اور اپنی وفاداری و جانثاری کا یقین دلایا کرتا۔ ان دونوں کی صورت دیکھتے ہی زریق چونکنا ہو کے کھڑا ہو گیا خارویہ نے فوراً اسے ڈانٹ کر اور تھپک کے روک دیا اور دونوں آنے والوں کی طرف متوجہ ہو کے کہا "تم نے میرے شیروں کا کمال دیکھا؟ لوگ اعتراض کیا کرتے تھے کہ وحشی جانوروں میں شب و روز مصروف رہنے سے کیا فائدہ۔ مگر آج ان وفادار بے زبانوں کی کارگزاری سب نے دیکھ لی"۔

ابو حوقل: حضور نے یہ بالکل نیا کمال دکھایا کہ ان وحشی جانوروں سے عظیم الشان فوج کا کام لے لیا"۔

خارویہ: اور کل کی فتح تو واقعی انھیں کی بدولت ہوئی۔ ترکی لشکر عراق بہت زبردست تھا۔ اور قریب تھا کہ مصریوں کو شکست ہو جائے"۔ (جمیل کی طرف متوجہ ہو کر) تم کہا کرتے ہو کہ انسان کو دوست بناؤ تو وہ بھی ایسی ہی وفاداری و جانثاری کرے گا۔ مگر کل میں نے دیکھ لیا کہ باواجان کے آدمی فسطاط کے ہر ہر محلے میں پکارتے پھرتے تھے کہ اپنے شہر کو دشمنوں سے بچاؤ اور کوئی گھر سے نہ نکلتا تھا۔ اگر میں ایسی نازک گھڑی میں اپنے ان بہادروں کو نہ چھوڑ دوں تو خدا جانے کیا حشر بپا ہو جاتا۔ ان کی کل کی کارگزاری دیکھ کر اب ان کی تیاری کے لیے میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ جتنے واجب القتل مجرم ہوں وہ بجائے اس کے کہ تلوار سے مارے جائیں ان شیروں کا لقمہ بنا دیے جایا کریں۔ اور اب غالباً باواجان بھی اس کو منظور کر لیں گے"۔

ابو حوقل: "بے شک۔ گھر بیٹھے شکار کا لطف آیا کرے گا۔ ابھی تو نہایت ہی بد مزگی سے مجرموں کی گردن ماری جاتی ہے"۔

خارویہ: ہاں میں یہ کروں گا کہ ہر مجرم اس باغ میں لا کر رکھا جائے گا۔ اس کی

زنجیریں کھول دیجائیں گی اور دو چار روز خوب کھلا کے تیار کیا جائے گا۔ اس کو ڈھال تلوار دی جائے گی تاکہ آزادی سے ان کی مشق کرے۔ پھر ایک روز میرے سامنے اس پر کوئی شیر چھوڑ دیا جائے گا۔ بلکہ اس کارروائی کی ابتدا آج ہی سے ہو گی۔ میں نے کل کے اسیران جنگ میں سے چار ترک منگوائے ہیں۔ وہ آجائیں تو اسی وقت تم میرے شیروں کی شجاعت کا تماشا دیکھ لینا۔"

جمیل :- "تو کیا چاروں پر ایک ساتھ سب شیر چھوڑ دیے جائیں گے؟"

خارویہ :- "یہ نہیں۔ یوں تو میرے شیر آپس ہی میں لڑ کے زخمی ہو جائیں گے۔ ایک ایک پر ایک ایک شیر کے بعد دیگرے چھوڑا جائے گا۔ اور جس شخص پر چھوڑا جائیگا اسے موقع دیا جائے گا کہ ڈھال تلوار لے کر آزادی سے مقابلہ کرے۔"

جمیل :- "نہایت دلچسپ اور بہت شجاعانہ سیر و تفریح ہو گی۔ سنتا ہوں اگلے دنوں رومیوں میں بھی اس کا بہت رواج تھا۔"

خارویہ :- "ہاں تھا۔ مگر وہاں جنگل سے پکڑے ہوئے وحشی شیر چھوڑے جاتے تھے اور یہاں تعلیم پائے ہوئے شائستہ شیر ہوں گے جو حکم پر چلتے ہیں۔ اور کیسے ہی غصے میں بھرے ہوں اشارہ پاتے ہی خون خواری سے رک جاتے ہیں۔ خیر اب یہ بتاؤ کہ کل کی لڑائی کیسی رہی؟"

جمیل :- "بہت اچھی۔ مگر (دبی زبان سے) ہمارے مقصد کو اس سے نقصان پہونچا۔"

خارویہ۔ (تعجب سے) "نقصان! دشمنوں کی شکست سے تم کو نقصان پہونچا؟"

جمیل :- "یقیناً حضور کو شاید نہیں خبر ہے کہ باغر یہاں زبردست لشکر لے کے کیوں آیا تھا؟"

خارویہ :- "اس میں کون سی چھپی بات ہے وہ آیا تھا کہ والد کو قتل یا کم از کم حکومت مصر سے معزول کر کے سارے فسطاط کو لوٹ لے۔ اور اس کے بعد کسی اور کو والی مصر مقرر کرے۔"

جمیل :- "حضور کا فرمانا ایک حد تک صحیح ہے۔ مگر اس میں جو امر ہمارے موافق تھا اس سے حضور نہیں آگاہ ہیں۔ باغر اس ارادے سے آیا تھا اور دربار خلافت سے اس مضمون کا فرمان اپنے ساتھ لایا تھا کہ حضرت ابن طولون کو معزول کر کے

آپ کو والیٔ مصر مقرر کر دے جس کی ہمیں پہلے سے خبر دے دی گئی تھی۔"

خمارویہ:- (ذرا متعجب ہو کر) "مجھے اس کا یقین نہیں آتا جو شخص والد کا دشمن و بدخواہ ہو وہ میرا طرفدار کیسے ہو سکتا ہے؟"

جمیل:- "یہ تو جب ہوتا جب لشکرِ عراق خود سے آتا۔ مگر یہاں تو یہ ساری کارروائی ہماری سوچی اور خود ہمارے ہاتھ کی ہوئی تھی۔"

خمارویہ:- (نہایت حیرت و استعجاب سے) "تو ان دشمنوں کو تم نے سازش کر کے بلوایا تھا مگر مجھ سے اس کی امید رکھنا حماقت ہے کہ میں والد کے دشمنوں کو اپنا دوست اور خیر خواہ سمجھوں گا۔ یہ غیر ممکن ہے کہ والد پہ حملہ ہوا اور میں اس کے روکنے کی کسی امکانی کوشش کو اٹھا رکھوں۔"

جمیل:- "مگر حضور پہلے یہ تو سن لیں کہ میں نے اور میرے دوست ابوحوقل نے ابن مبرد کو درمیان میں ڈال کر بغداد کے صاحب اثر و ذی شوکت سردارانِ ترک وصیف۔ بغا۔ اور باغر سے کیا معاملت کی تھی؟"

خمارویہ:- "تمہاری کوئی کوشش چاہے کتنی ہی میرے فائدے کے لیے ہو اگر والد کے خلاف ہے میں ہرگز اس میں تمہارا شریک نہیں ہو سکتا۔"

جمیل:- "مگر ہم نے جو کچھ کیا ہے خیر خواہی کی راہ سے کیا ہے۔ اب حضور کو اختیار ہے کہ چاہیں اپنے والد کو اس کی اطلاع کر کے ہم سب کو قتل کرائیں یا جان بخشی فرمائیں مگر پہلے میری کارگزاری کو تحمل کے ساتھ سن لیں پھر جو چاہیں کریں۔"

خمارویہ:- (ناگواری کے ساتھ) "اچھا بتاؤ کہ تم سے اور سردارانِ ترک سے کیا معاملت ہوئی تھی؟"

جمیل:- "ہم نے یہ معاملت کی تھی کہ دربارِ بغداد سے پہلے ابن مبرد کو تھوڑی سی مختصر فوج دی جائے جس کو لے کے وہ یہاں آئے۔ اور یہی چال چلیا تا کے نصرت پا گھات شبخون مار کے اس شاہزادی اور اس کے شوہر کو پکڑ لے جائے۔ اس کے بعد باغر زبردست لشکر کے ساتھ آ کر فسطاط پر حملہ کرے گا اور فتحیاب ہونے کے بعد ابوطیلد کی جگہ آپ کو حاکم مصر مقرر کر دے تاکہ وہ آپ جو ہمیشہ سے والد کے طرفدار رہے وہ بھی خوش رہیں اور ان کو بھی گوشۂ دل میں ہو جائے۔ اس طریقے سے ان کو قربانیوں کی منزل مل جائے اور حضور کی تقدیر سے ان کی شادی بھی ہو جائے۔

لہٰذا ان ابن مہرد منصور کو دربار بغداد کے حوالے کر دے جہاں وہ فوراً قتل کر ڈالا جائے اور اس کے قتل ہوتے ہی جو لیانا کو میرے دوست ابو حوقل کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس کو لا کے حضور کی حرموں میں داخل کر دیں۔ اور انجام میں حضور اس خدمت کے معاوضے میں ابن مہرد کو معافی و خوشنودی کا خلعت دے کر عہدۂ ارسال کی خدمت پر پھر سرفراز فرما دیں۔"

خمارویہ: "افوہ! تم نے چالاکی و دانائی کی حد کر دی۔ اور ایسی معقول صورت پیدا کی جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔"

جمیل: "حضور کو کیسے معلوم ہوتا۔ میں نے اس معاملہ میں کچھ عرض ہی نہیں کیا۔ ہاں اتنی غلطی ہو گئی کہ حضور کو یہ نہ بتا دیا کہ باغر حضور کا دوست ہے دشمن نہیں۔ ابن مہرد اسی مقصد کے لیے شاہزادی جو لیانا کو اس کے گھر میں گھس کے پکڑ لے گیا۔"

خمارویہ: [illegible]

جمیل: "وہ بغداد میں وصیف کے حوالے کر دیے گئے جو تمام سرکش شاہزادگان آل عباس کو قتل کر رہا ہے۔"

خمارویہ: "میں یہ نہیں سمجھتا تھا کہ میرے لیے تم اتنا بڑا ظلم کرو گے۔ اور نہ یہ بات میرے خیال میں تھی کہ میرے بیٹے تم والد کے دشمن بن جاؤ گے؟"

جمیل: "میں تو حضور کے مقابل دین و دنیا میں کسی کا نہیں ہو سکتا۔ چاہیں اس خادمی کے پاداش میں حضور مجھے قتل ہی کیوں نہ کروا ڈالیں۔"

خمارویہ: "واقعی تم نے قتل ہونے ہی کا کام کیا ہے مگر خیر میں تمہارے ساتھ اتنی رعایت کر سکتا ہوں کہ تمہاری سازش اور تمہارے ارادوں کو والد پر ظاہر نہ ہونے دوں۔ اور اگرچہ عزیزۂ مصر اور اس کے سفر شدہ بربریوں ان ظلموں کو برداشت نہیں کر سکتا مگر تمہارا شکر گزار ہوں کہ میرے لیے تم نے ایسی ہولناک کارروائی کی جس کے خیال سے میں بھی کانپ جاتا ہوں۔ خیر اب یہ تو بتاؤ کہ جو لیانا کہاں ہے؟"

ابو حوقل: "وہ ابن مہرد کے پاس ہے جو غالباً عسقلان میں باغر کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوگا۔"

خمارویہ: "باغر تو والد کے ہاتھ میں اسیر ہے۔ اور والد نے قطعی طور پر کہہ دیا ہے

کہ جب تک عزیزۂ مصر منصور اور ان کا تمام لوٹا ہوا سامان واپس نہ آ جائے گا، اس کو آزادی نہ ملے گی۔"

جمیل:۔ "مگر یہ امر تو باغر کے اختیار سے باہر ہے۔ اس لیے کہ اس کی گرفتاری کا حال سنتے ہی ابن مہرد بھاگ جائے گا۔ اور کسی کو پتہ نہ لگے گا کہ کہاں ہے اور جب اس کا ملنا دشوار ہے تو عزیزۂ مصر کا ملنا بھی غیر ممکن سمجھیے اس لیے کہ ابن مہرد کو عزیزۂ مصر سے ذاتی خصومت ہے۔"

خاروبہ:۔ "افسوس۔ میری جمال شاہزادی جولیانا پر ظلم ہونے کا حال سننے سے میرا دل دکھتا ہے۔ میری تو تمنا ہے کہ اس کو اپنی محبوبہ و معشوقہ بنا کے پہلے سے زیادہ شان و شوکت سے رکھوں۔ تمہارا بڑا احسان ہوگا اگر اس کو کسی طرح ظالم و محسن کش ابن مہرد سے چھین کے میرے آغوش شوق میں پہنچا دو۔"

ابوحوقل:۔ "اس کوشش میں حضور ہم اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ مگر جب تک باغر نہ چھوٹ جائے کامیاب ہونا محال ہے۔"

خاروبہ:۔ "میں تو جولیانا کے شوق وصال میں اس پر آمادہ ہو جاتا کہ باغر کے ایسے بدمعاش و شریر دشمن کو چھوڑ دوں مگر یہ میرے امکان سے باہر ہے۔ والد اس کے معاملے میں نہ میری سنیں گے اور نہ مجھے ان سے کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے۔"

جمیل۔ "اس کو میں نہ مانوں گا۔ حضور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔"

خاروبہ:۔ "والد کی سطوت و عظمت ایسی ہے کہ میں ان کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ تقریباً دس بارہ سال کی حکومت میں انھوں نے عظیم الشان لشکر تیار کر لیا ہے۔ علما و فضلا کو اپنی صحبت میں جمع کر کے تمام صاحبان علم کو اپنا شیدا بنا لیا ہے۔ ایک لاکھ بیس ہزار دینار کے صرف سے عالی شان و عدیم المثال جامع مسجد تعمیر کر کے اور سینکڑوں طرح کی فیاضیاں کر کے سارے مسلمانوں کے دلوں میں جگہ پیدا کر لی ہے۔ خزانہ دولت سے بھرا ہوا ہے ان کے دس ہزار جنگجو غلام ساری قلمرو میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور چوبیس ہزار غلام جلوس کے طور پر ان کے ہمراہ رہا کرتے ہیں۔ دس ہزار گھوڑے اور چھ ہزار خچر اصطبل میں ہیں۔ اسی طرح سو ہزار اونٹ شتر خانے میں ہیں۔ اور سو زبردست جہازات کا بیڑا بحری مہموں کے لیے

اسکندریہ کے ساحل پر لنگر انداز رہا کرتا ہے۔ ایسے صاحب جبروت فرماں روا کی مخالفت کرنا یا اس کی مرضی کے خلاف مشورہ دینا میرے امکان میں نہیں۔"

جمیل: "یہ بجا ہے کہ ان سے کہنے کا کچھ نتیجہ نہ ہوگا لیکن اگر حضور کی مرضی ہو اور حضور تھوڑی سی مدد دیں تو ہم کام نکال لیں۔"

یہ سنکر خارو یہ دیر تک فکر میں رہا۔ پھر کہا "تم بتاؤ تو سہی کہ میں کس طرح مدد کر سکتا ہوں معلوم ہونے کے بعد کہوں گا کہ مجھ سے ہو سکے گا یا نہیں۔"

جمیل: "کل کی فتح حضور کی قوت سے ہوئی ہے۔ جس کو سارا شہر اور ہر سپاہی جانتا ہے۔ حضور ہمارے ساتھ جیل کے باغ اور تمام اسیران جنگ کا معائنہ فرما کے واپس چلے آئیں اور واپسی کے وقت محافظوں اور پہرے والوں سے کہتے آئیں کہ اپنے شیروں کا راتب دینے اور ان کو شکار افگنی کی مشق کرانے کے لیے میں جمیل کی معرفت جن جن اسیروں کو منگواؤں فوراً بھیج دینا۔ چند اسیروں کو اسی غرض کے لیے حضور نے بلوا ہی بھیجا ہے۔ حضور کے تشریف لانے کے دوسرے روز میں جا کے باغ اور چند اور اسیروں کو حضور کے نام سے لے آؤں گا۔ اور اسی طرف سے لے کر مصر سے بھاگ جاؤں گا۔ اس کے بعد اگر میرا قصور حضور کے والد نے معاف کر دیا تو جولیانا کو لے کر اس آستان پہ حاضر ہوں گا۔ ورنہ ابو جعفر قل شاہزادی کو حضور کی خدمت میں حاضر کر دیں گے۔ اور میں اس کا متوقع رہوں گا کہ حضور کی سفارش سے میرا قصور کب معاف ہوتا ہے۔ اگر امیر ابن طولون باغ کے متعلق حضور سے پوچھیں تو صاف فرما دیجئے گا کہ میرے شیروں کا لقمہ ہو گیا یا یہی فرما دیجیے کہ میرا ملازم جمیل لے کر بھاگ گیا۔"

خارو یہ: "مگر تم بھاگ کے کہاں جاؤ گے؟ سارا شام و عرب دریائے فرات کے کنارے تک والد کی قلمرو میں داخل ہے۔ جہاں ہو گے پکڑے جاؤ گے۔"

جمیل: "بغداد میں چلا جاؤں گا۔ اور وہاں بھی اندیشہ نظر آیا تو چند روز کے لیے کوہستان جبجان میں ہو رہوں گا۔"

خارو یہ: "تم نے ایک صورت تو پیدا کر لی۔ مگر مجھے اس میں خطرے نظر آتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہو میں جولیانا کے شوق میں منظور کیے لیتا ہوں۔"

ابو الحوقل: "حضور یہ بڑے عقلمند آدمی ہیں۔ اور جو چاہتے ہیں اُس کی کوئی صورت پیدا
ہی کر لیتے ہیں۔ میرے نزدیک افشین تو زبردست سلطنت کا وزیر ہونا چاہیئے۔ ہمارے امیر
ابن طولون کا سا عاقل و فرزانہ امیر ہو اور ان کا سا وزیر ہو۔ پھر حضور دیکھ لیں کہ چند ہی روز
کے اندر کتنی بڑی دولت و سلطنت قائم ہو جاتی ہے۔"

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خمارویہ کے غلام نے آ کے عرض کیا کہ حضور نے
جن ترک اسیروں کو طلب کیا تھا حاضر ہیں۔"

خمارویہ۔ "وفور شوق سے اچھل کر" آ گئے! اچھا ان کو میرے سامنے حاضر کرو۔"

دم بھر میں وہ ترک حاضر کر دیے گئے جو نہایت تنومند اور قوی ہیکل تھے سر سے
پاؤں تک طوق و سلاسل میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور نظریں نیچی کیے کھڑے تھے
تھوڑی دیر تک خمارویہ ان کو دیکھتا رہا پھر پوچھا کیوں؟ تم نے میرے شیروں کو
کیسا پایا؟"

ایک اسیر: "رات کا وقت تھا۔ دن ہوتا تو ہم لوگ بتا دیتے کہ بہادر شیروں
سے کس طرح لڑا کرتے ہیں۔"

خمارویہ: "اچھا تو اب اس وقت دن ہے۔ امتحان ہو جائے۔" پھر اپنے
خادم سے کہا "ان چاروں کو قصر کی پشت والے احاطے میں لے چلو۔ اور
چاروں طرف سے دروازے بند کر کے ان کی زنجیریں کھول دو۔ اور ان کو
چوڑے سیفے اور ڈھالیں دے دو۔ میں بھی چلتا ہوں قصر کے کوٹھے پر سے
ان کی شیر افگنی کا تماشا دیکھوں گا۔ اور وہیں آ کے بتاؤں گا کہ کون کون سے
چار شیر ان کے مقابلے پر چھوڑے جائیں۔"

جمیل: "حضور اپنے محبوب شیر زریق کو چھوڑیں۔ اس کی لڑائی دیکھنے کا
مجھے بڑا شوق ہے۔"

خمارویہ: "نہیں اس کا مقابلہ تو ان لوگوں کے سردار بانغر سے ہو گا جو خلفائے
و وزراء کے خون سے ہاتھ رنگ چکا ہے۔"

لوگ ان ترک اسیروں کو احاطہ میں لے گئے۔ خمارویہ اپنے دونوں
رفیقوں جمیل اور ابو الحوقل کے ساتھ سب سے اونچے کمرے میں ایک قالین پر

رونق افروز ہوا۔ اور شیر پروروں کو بلا کے حکم دیا کہ فلاں فلاں چار ببر شیروں کو قصر کے اندر ایک کمرے میں لے جا کے رکھو۔ اور باری باری ایک ایک اسیر کے مقابلے میں ایک ایک شیر کو چھوڑ دو۔“

فوراً اس حکم کی تعمیل شروع ہو گئی۔ شیر اور انسان کا مقابلہ کیا۔ مگر اسیران ترک نے جان بچانے کے لیے بڑی شجاعت سے شیروں کا مقابلہ کیا پہلے شخص پر جیسے ہی شیر جھپٹا اس نے اس کے پنجے کو ڈھال پر لیا اور سیفے کا زبردست ہاتھ شیر کے گلے پر مارا جس سے وحشی درندہ خون میں نہا گیا مگر چونکہ زخم کاری نہ تھا اپنے انسان حریف کو چھاپ بیٹھا۔ اور پنجوں سے سپر کو ہٹا کے گلا منھ میں دبا لیا۔ جب تک انسان تڑپتا رہا وہ اس کا خون پیتا رہا۔ پھر بےحس و حرکت لاش پر سے اٹھ کر ڈکارنے لگا۔ اور خارویہ نے کوٹھے پر سے جوش کے کلمات سے اس کی مردم دری کی داد دی۔

دوسرا ترک شیر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پہلے تو تلوار کھینچ کر بڑھا۔ مگر جب شیر قریب آ گیا تو مرعوب ہو کر کمال بدحواسی سے ڈھال تلوار پھینک کے بھاگا۔ مگر شیر نے جھپٹ کر ایک تھپڑ مار کے گرا دیا۔ جس سے وہ زخمی ہو کر گرا۔ اور شیر الگ کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ میں ترک اٹھ کے چلے۔ دو چار قدم گیا تھا کہ شیر نے پھر حملہ کر کے گرا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اپنی جگہ سے رینگا۔ اور شیر نے پھر ڈھکیل کے تھپڑ سے گرا دیا۔ یونہیں دیر تک کھلا کھلا کے شیر نے اسے مارا اور خون پی گیا۔

خارویہ:۔ ”اس شیر کی لڑائی بڑے لطف کی ہے۔ اپنے شکار کو یہ خوب کھلا کے اور اچھی طرح تھکا کے مارتا ہے۔ مزہ ایسے ہی شیر کی لڑائی میں آتا ہے۔“

تیسرے ترک کے مقابلے پر شیر چھوٹا تو اس سے دس گز کے فاصلے پر دبک کے بیٹھ گیا اور شست باندھ کر جھپٹنے کو تھا کہ ترک بہادر نے خود ہی سبقت کر کے اس کی آنکھ پر تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ شیر اچھل کے پیچھے گرا۔ ساتھ ہی ترک نے بھی جھپٹ کے تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ شیر کا ایک ہاتھ کٹ کے دور جا گرا۔ مگر اب شیر نہایت ہی غصہ کے ساتھ اس پر جھپٹ پڑا پنجے سے گرا کے

[illegible] ... دہشت [illegible]
مگر ترک نے بھی نیچے پڑے پڑے اپنی تلوار شیر کے سینے میں پیوست کر دی اور ادھر شیر کے ناخن اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔ جس کے بعد آنا فاناً شیر نے ایک گرج کے ساتھ اور بہادر ترک نے ایک چیخ مار کے جان دے دی۔
یہ لڑائی خارویہ کو نہایت ہی ناگوار گزری۔ افسوس کر کے کہنے لگا۔ اس ترک نے بے شک بڑی بہادری دکھائی۔ مگر مجھے اپنے شیر کے مارے جانے کا بڑا افسوس ہے۔ پھر کہنے لگا وہ ایسا شیر بہت کم دیکھا گیا ہے۔ آنکھ پھوٹ گئی زخم پہ زخم کھائے مگر لڑائی سے قدم نہ ہٹایا۔ اور شیر ہوتا تو چیخ کے بھاگ جاتا۔"
اب آخری جوڑ میدان میں آئی۔ یہ ترک میدان میں آتے وقت تو دہشت سے کانپ رہا تھا مگر جب شیر نے اس کے سامنے آ کر انگڑائی لی تو دل مضبوط کر کے مقابلے کو تیار ہو گیا۔ اور چڑھا کہ اپنے سے پہلے بہادر ترک کی طرح شیر کی آنکھ پھوڑ دے مگر شیر نے تلوار دونوں پنجوں سے پکڑ کے چھین لی۔ اور اس پر چڑھ بیٹھا۔ ترک نے شیر کے پہونچنے سے پہلے ہی ڈھال اپنے اوپر کر لی۔ اور سارا جسم سمٹ کر اس کے نیچے چھپ گیا۔ شیر نے سپر کو پنجوں سے بہت کچھ جھنجھوڑا مگر ناخن کارگر نہ ہوئے۔ آخر تھک کر ہٹ گیا۔ مگر ترک کو سپر کے نیچے سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور شیر الگ بیٹھا ہوا غرا رہا تھا۔ شیر پروروں نے خارویہ کے اشارے سے آگے للکارا تو پھر جھپٹا اور ایک طرف سے سپر کے اندر پنجہ ڈال کر ترک کو باہر کھینچ لیا اب ترک خوف و دہشت سے روتا اور چیخیں مار رہا تھا۔ اور شیر دانتوں اور پنجوں سے اس کو چیر پھاڑ رہا تھا۔ یہ دہشت ناک ہنگامہ اسوقت تک بپا رہا جب تک کہ شیر نے ترک کے گلے کو دانتوں سے چھید کر خون نہیں پی لیا۔ اور لاش ٹھنڈی نہ ہو گی۔"
خارویہ۔ (بلند آواز سے) شاباش! اس سے پہلی لڑائی نے مجھے ملول کر دیا تھا۔ مگر میرے بہادر شیر صاعقہ (یہ اس شیر کا نام تھا) تو نے خوش کر دیا۔ خیر اب شیروں کو کٹہروں میں بند کر کے ان ترکوں کی کلیجیاں نکال کے انھیں کھلا دو۔"

چودھوان باب

شریف باپ اور شریر بیٹا

اس کے دوسرے روز خارویہ اپنے مکار و بدنفس مصاحب جمیل کو ساتھ لیکر اپنے شریف النفس باپ ابن طولون کے پاس گیا۔ آفتاب کو نکلنے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ اور ابن طولون معمول کے مطابق دربار میں برآمد ہونے کو تھا قصر حکمرانی کے بیرونی صحن میں پہلے پھاٹک سے داخل ہوتے ہی دو ہزار دیو صورت حبشی غلام نظر آئے جو زرد حریر کے کرتوں پر آسمانی صدریان پہنے نوکدار سفید کلاہوں کے اوپر ارغوانی عمامے سر پر باندھے۔ اور آبدار وزنی گرز کندھوں سے لگائے دونوں جانب صفیں باندھے کھڑے تھے۔

دونوں ان حبشیوں کے درمیان سے گزر کر دوسرے پھاٹک پر پہونچے تو دو رویہ دو ہزار نوعمر و قیامت خرام خوش رو و گل اندام رومی و فرنگی غلاموں کی صفیں نظر آئیں۔ یہ پری وش وحور شمائل غلام برق وش نیچے علم لیے کھڑے تھے سرخ اطلس کے کرتے اور نیلے پائجامے پہنے تھے۔ کرتوں کے اوپر سنہری صدریاں تھیں اور سروں پر زرد رنگ کے ریشمی بانکے شملے۔ ان کے کانوں میں موتیوں کے آویزے تھے۔ اور گلوں میں سونے کی ہیکلیں۔ ان کی صفوں کو دیکھ کر ایک عجب طلسمی عالم نظر کے سامنے ہو جاتا۔ اور معلوم ہوتا کہ ابن طولون کی خوش اعتقادی و پرہیزگاری سے خوش ہو کر خدا نے اس کی خدمت کو جنت کے غلمان بھیج دیے ہیں۔

ان پری جمالوں کی صفوں میں سے گزر کے خارویہ اور جمیل اس اندرونی دروازے پر پہونچے جس کے داہنے جانب ابن طولون کا دیوانخانہ تھا اسی میں وہ روز دربار کیا کرتا۔ اور بائیں جانب امرا و عہدہ داروں کے ٹھہرنے کا مقام تھا۔ ڈیوڑھی کے اندر سے خلوت گاہ خاص کو راستہ گیا تھا۔ اور اسی سے ملی ہوئی زنانی حرم سرا تھی۔ چند شعرا و مخصوص امرا اور بہت سے نقیب و چوبدار

[illegible]

خارویہ نے جمیل کو یہیں ٹھہرا دیا اور خود اندر داخل ہوا۔ خواجہ سرا نے دوڑ کر ابن طولون کو خبر کی۔ اور ساتھ ہی وہ خود پہنچ کر صاحب تخت و تاج باپ کے سامنے سلام کے لیے جھکا۔ ذی وقار حاکم مصر نے حسب سنت اسلام سلام کا جواب دے کر بیٹے کو اپنے برابر بٹھالیا۔ اور ہنس کے پوچھا "کہو تمہارے مہاور وحشی جنگجو خیریت سے ہیں؟"

خارویہ۔ (نظر نیچی کر کے) "جی ہاں اچھے ہیں۔ مگر کل کے معرکہ نے ان کا جوش وخروش اس قدر بڑھا دیا ہے کہ جب تک کسی زندہ ذی روح کا خون نہ پی لیں قرار نہیں لیتے۔ اور اصل میں وہ آدمیوں کے شکار اور انسانی خون کو مانگ رہے ہیں۔"

ابن طولون: "یہ تو مشکل ہے۔ انسان کا خون بغیر ظلم کیے نہیں میسر ہو سکتا"

خارویہ: "مگر بغیر اس کے شیر میدان جنگ کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔"

ابن طولون: "آخر تم نے ان کو کیونکر تیار کیا؟ بیٹا مجھے تم سے ایسی سنگدلی کی تو امید نہیں ہے کہ انسان کا خون پلا پلا کر انھیں تیار کیا ہو۔"

خارویہ: "کل سے پہلے تو میں نے کبھی ان کو کسی انسان پر نہیں چھوڑا تھا مگر اب ضرورت پیش آ گئی کہ معرکہ آرائی کے لیے وہ باقاعدہ طور پر تیار کیے جائیں۔"

ابن طولون: "ایسا ہے تو میں ان وحشی درندوں کا لشکر نہیں چاہتا ہم مصر و شام پر انسانوں کی جانیں بچانے کے لیے حکومت کر رہے ہیں نہ انکی جانیں لینے کو۔"

اس کے جواب کے لیے خارویہ نے دل کو مضبوط کر کے اور ایسی جرأت سے کام لے کر جیسے کہ کبھی اس سے باپ کے سامنے نہیں ہو سکی تھی کہا "مگر انسان ہی کے بچانے کے لیے انسان کو قتل کرنا پڑتا ہے۔"

ابن طولون: "بے شک قتل کرنا پڑتا ہے۔ مگر جانوروں کا پیٹ بھرنے کے لیے آدمی کو قتل کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔"

خارویہ: "خیر تو ایک صورت میرے ذہن میں آتی ہے جس میں بظاہر کوئی مضائقہ نہیں نظر آتا۔"

خارویہ: "سلطنت میں اکثر مجرم واجب القتل ہوتے ہیں ایسے لوگوں پر بعوض سر کاٹنے کے اگر اس طرح سے قصاص جاری کیا جائے کہ شیروں کے آگے ڈال دیے جائیں تو کیا برائی ہے؟ علے ہذا القیاس جن اسیران جنگ کو قتل کرنا منظور ہو وہ میرے شیروں کے آگے کیوں نہ ڈال دیے جائیں۔"

ابن طولون۔ (ذرا غوض کرکے) "یہ بالکل غیر مستحسن و غیر مسنون اور کم از کم مبتدع طریقۂ قتل ہے۔"

خارویہ: "مگر میں نے تو جائنہ خیال کرکے ترک اسیروں میں سے چار کو آج اپنے شیروں کی نذر کر دیا۔"

ابن طولون: "اپنے اس ظالمانہ تفنن کو چھوڑو۔ آج تم نے ایسا کیا تو غلطی کی اور آئندہ ہرگز ایسا نہ ہونا چاہیے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ رومیوں کی قدیم ظالمانہ سنت کو پھر زندہ کر دو؟"

خارویہ: "مگر چند روز کے لیے یا کم از کم ان اسیر ترکوں کی حد تک تو مجھے اس کی اجازت دے دیجیے۔"

یہ سن کر ابن طولون دیر تک سر نیچے جھکائے رہا پھر سر اٹھا کے بولا "میں اپنی طرف سے تو اس کی اجازت نہ دوں گا اور نہ بیٹا تمہارے لیے بھی میں ایسے ظالمانہ مشغلے کو پسند کرتا ہوں۔ یہ مگر یہ لڑائی جس میں ہم کو فتح کی طرف سے قطعی یاس ہو گئی تھی محض تمہارے شیروں نے فتح کی ہے اس لیے در اصل یہ تمہاری اور تمہارے شیروں کی کارگزاری ہے اور اس کے اسیروں کے بھی مالک و مختار تم ہی ہو۔ اپنے اختیار سے تم ان کے ساتھ جو سلوک چاہو کر سکتے ہو میں تعرض نہ کروں گا۔ لیکن پھر ایک بار سمجھائے دیتا ہوں کہ یہ اچھا مشغلہ نہیں ہے۔"

اس عنایت کے شکریہ میں خارویہ نے جھک کر باپ کا ہاتھ چوم لیا اور نہایت ادب کے ساتھ کہا "تو اتنی عنایت اور ہو کہ جن محابس میں ترکی اسیر ہیں ان کے داروغہ کے نام فرمان جاری ہو جائے کہ میں جتنا اسیروں کو بلواؤں فوراً میرے پاس بھیج دیے جائیں۔"

ایک سوار کے ہاتھ مہتمان محابس کے پاس بھیج دیا۔ اور یہ حکم بھیج کر کہ ان قیدیوں پہ سختی کرنے سے بہتر یہ ہو تا کہ جس طرح تم نے بہادری سے ترکوں کو شکست دی ہے اسی طرح اپنی خوش تدبیری سے شاہزادی عزیزۂ مصر اور اس کے شوہر کو ان سنگدل ظالموں کے پنجۂ ستم سے چھڑاتے۔"

خارویہ "میں اس کی پوری کوشش کروں گا۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

ابن طولون "میں سمجھتا ہوں کہ اگر باغز پہ سختی کی گئی تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔"

خارویہ "یہ تدبیر بھی کروں گا۔" اس کے بعد خارویہ باپ سے رخصت ہو کر باہر نکلا اور ڈیوڑھی پر جمیل کو ساتھ لے کر ان عمارتوں کی راہ لی جن میں ترک رکھے گئے تھے۔ ابن طولون کا حکم پہلے ہی پہونچ چکا تھا داروغۂ محابس بڑے محبس کے پھاٹک پر حاضر تھا۔ ادب سے سلام کیا اور اس کو اندر لے جا کے ان سب ترکوں کے سامنے کھڑا کر دیا۔ خارویہ نے ان لوگوں سے بھی اپنے شیروں کی شجاعت و کارگزاری کی داد چاہی اور کہا "یہ نہ سمجھو کہ میرے شیروں کے پنجے سے تم آزاد ہو گئے۔ تم سب کو میں اپنے بہادر جانوروں کی غذا بناؤں گا۔" پھر باغز سے کہا "تم اس نمک حرام لشکر خلافت کے سردار ہو۔ تم کو میرے بہادر شیر زریق سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اور اگر اس سے بچنا چاہتے ہو تو جس طرح بنے شاہزادی عزیزۂ مصر کو لا کے حاضر کر دو۔ یا وعدہ کرو کہ کتنے دنوں کے اندر وہ آ جائیں گی۔" اور قبل اس کے کہ باغز کا کچھ جواب سنے قید خانے سے نکل آیا۔ دروازے پر ذرا ٹھہر کے داروغہ سے کہا "دیکھو۔ یہ میرے معتمد علیہ سردار جمیل ہیں۔ ان کو پہچان لو۔ انکو بھیج کر میں جن جن اسیروں کو بلواؤں فوراً بے عذر بھیج دینا۔"

داروغہ نے اطاعت کا وعدہ کیا اور خارویہ جمیل کو ساتھ لے کر اپنے باغ میں آیا۔ آتے ہی پہلے زریق کی پیٹھ سہلائی جو قدموں پہ لوٹنے لگا پھر سہا کے

دریا میں ہوائی کشتی پر سوار ہو کے جھولنے لگا۔

پندرھواں باب

قتل الموذی قبل الایذا

شام کے شہر عسقلان میں آبادی سے جدا عین ساحل پر ایک خیمہ نصب ہے اور اس کے سامنے ایک دمشقی قالین بچھا ہوا ہے جس پر شریر النفس ابن مبرد بیٹھا ناپیدا کنار سمندر کی سیر کر رہا ہے۔ فسطاط کا دولت مند تاجر ابوالحوقل دمیاطی اس کے برابر بیٹھا ہے جو کل ہی یہاں آ کر اس سے ملا ہے۔ اور اس وقت دونوں کو موقع ملا ہے کہ اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں۔ چنانچہ ابن مبرد نے کہا "ہاں اب آپ فسطاط کے وہ حالات بیان کریں"

ابوالحوقل "سب سے پہلے تو میں آپ کی داد دیتا ہوں کہ نہایت ہی ہوشیاری اور کمال شجاعت سے عزیزۂ مصر کو پکڑ لائے"

ابن مبرد "بے شک مجھے اس میں پوری کامیابی ہوئی اور اس کا سبب یہ تھا کہ میں نے نہایت ہی رازداری سے کام لیا۔ اور جس وقت تک قاہرہ میں بلکہ جب لیا تا کے قصر میں پہنچ نہیں گیا ہوں بجز آپ کے اور میرے دوست جمیل کے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائی۔ مگر افسوس ہے کہ باغر کو کامیابی نہ ہوئی۔ ان کا بہترین لشکر تباہ ہو گیا۔ اور خود بھی مکار دریا کا روالی مصر کے ہاتھ میں اسیر ہو گئے"

ابوالحوقل "یہ خوفناک منظر تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھے چلا آتا ہوں۔ باغر کی فتح میں ذرا بھی شک نہ تھا اور مصری لشکر پیٹھ دکھانے ہی کو تھا مگر کس کو خبر تھی کہ خاروبہ کے شیر یہ آفت جوت دینے لگے۔ مجھے اور جمیل کو اس کا ذرا بھی وہم و گمان ہوتا تو ہم اس کا بندوبست کر لیتے"

ابن مبرد "ہاں خاروبہ تو ہمارے موافق تھے"

ابوالحوقل "بے شک۔ مگر انھیں کیا خبر تھی کہ باغر ان کی طرفداری اور خاص ان کے نفع کے لیے حملہ آور ہوئے ہیں۔ کاش اس انجام کی طرف ہمارا ذرا بھی خیال

ابن مبرور "جب وہ ہمارے دوست ہیں تو ان کو سب حالات پہلے سے کیوں نہ بتا دیے"

ابوالحوقل "باوجود دوست ہونے کے وہ اپنے باپ کے اسقدر بہی خواہ ہیں اور ان سے اتنا ڈرتے ہیں کہ ہمیں ان پر پورا بھروسا نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم اپنے رازوں کو ان سے ہمیشہ مخفی رکھا کرتے ہیں"

ابن مبرور "تو پھر باغر کے چھوٹنے کی کوئی امید ہے یا نہیں؟"

ابوالحوقل "اس کا انتظام تو ہوگیا۔ بلکہ وہ اب آتے ہی ہوں گے"

ابن مبرور "یہ کیونکر؟"

ابوالحوقل "جمیل کو اس کوشش میں بڑی محنت کرنا پڑی۔ بلکہ انھوں نے خود اپنی ذات کو خطرے میں ڈال دیا۔ اپنی ساری کارروائی خارویہ پر آشکارا کر دی (نہیں بلکہ یہ کہہ دیا) کہ یہ سب فقط اس لیے کیا گیا ہے کہ عزیزۂ مصر آپ کے آغوش میں پہونچائی جائے اور ابن طولون کو ہٹا کے آپ والی مصر بنائے جائیں"

ابن مبرور "(چونک کر) یہ بھی کہہ دیا! اور وہ راضی بھی ہو گئے؟"

ابوالحوقل "زبان سے اقرار تو نہیں کیا مگر دل میں ضرور راضی ہیں اور راضی نہ ہوتے تو یہ کیوں کرتے کہ باپ سے زبردستی اجازت حاصل کی کہ جن جن اسیروں کو چاہیں بلوا کے ان پر اپنے شیروں کو چھوڑ دیں"

ابن مبرور "ایں! یہ تو ہمارے ساتھ دشمنی ہوئی!"

ابوالحوقل "اگر ایسی دشمنی ظاہر نہ کرتے تو ابن طولون سے کام نکالنا غیر ممکن تھا بے شک دو چار ترکوں کو اس طریقے سے انھوں نے قتل کرا ڈالا۔ مگر یہ بھی کیا کہ جمیل نے ان کے نام سے جا کر باغر کو قید خانے سے نکالا۔ اور شیروں کا لقمہ بنانے کے بجائے اُن کو بھگا لایا"

ابن مبرور "تو باغر چھوٹ کر بھاگ آئے؟ واقعی یہ بڑا مشکل کام تھا۔ مگر اس کے بعد سے جمیل اس قابل نہ رہیں گے کہ اپنے آقا خارویہ کو منھ دکھائیں"

ابوالحوقل "جی نہیں ان سے کہہ کر یہ کارروائی کی ہے۔ بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر

ابن طولون تک رسائی ہو تو خبر دیجئے گا کہ جمیل باغر کے سلسلے میں کیا ہوا۔ شاید
اس نے مجھے دعا دی۔"

ابن مبرور: "تو جمیل اور شہزادی یہ دونوں نے بڑی جرأت کا کام کیا۔ اور ہمیں
ان کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ خیر تو اب باغر کہاں ہیں؟"

ابوالحجر قل: "وہ خشکی کے راستے سے آنے میں اندیشہ تھا کہ شاید ابن طولون کے لوگ
تعاقب کر کے پکڑ لیں۔ اس لیے میں اور جمیل باغر کو ایک کشتی میں بٹھا کر دمیاط
میں لے آئے۔ وہاں میں ان دونوں کو اپنے ایک گھر میں چھپا آیا ہوں قاہرہ
میں ان کے بھاگنے سے جو شورش مچ گئی اور ہر طرف ڈھنڈورہ پڑی ہوئی ہے
اس کا ہنگامہ ذرا کم ہو تو جمیل ان کو جہاز میں سوار کرا کے سمندر کے راستے سے
یہاں لے آئیں۔ جہاز کا بندوبست میں نے کر دیا ہے۔ اس لیے کہ ایک جہاز
فسطاط سے میری روئی لا رہا ہے اس میں وہ بچ بچا چھپ کر چلے آئیں گے
اور دیکھیئے سامنے وہ جہاز آ رہا ہے کیا عجب کہ اسی میں ہوں میں خشکی کی راہ
سے اونٹ پہ آیا ہوں۔ اور وہ جہاز میرے روانہ ہونے کے دو چار روز
بعد چلا ہو گا۔ لہٰذا اس کو اب تک یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔"

ابن مبرور نے اس کارروائی کی داد دی۔ اور دونوں شوق کی نگاہوں
سے اس جہاز کو دیکھنے لگے۔ جو ساحل کے پاس پاس پالوں اور ہوا کی مدد
سے نہایت خاموشی کے ساتھ آہستہ آہستہ بڑھتا آتا تھا۔ آخر نظر بازی
سے اکتا کے ابن مبرور نے کہا "انتظار بڑی تکلیف کی چیز ہے۔"

ابوالحجر قل: "مگر شوق اس تکلیف میں لطف پیدا کر دیتا ہے۔ اور ہاں یہ تو
بتائیے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کہاں ہیں؟"

ابن مبرور: "وہ بھی یہیں موجود ہے۔ اس کو شاہزادی نہ کہو۔ بڑی بدمزاج چڑچڑی
اور دریدہ دہن عورت ہے۔ اور الحمدللہ کہ اب میری لونڈی ہے مگر جیسی کبھی وہ میری
بدمزاج و بیرحم مالکہ تھی ویسا ہی اب میں اس کا بدمزاج و قسی القلب آقا ہوں۔ شہر سے متصل
کی آبادی میں میرا ایک مکان ہے۔ اس میں اپنے اور متعدد لونڈیوں کے ساتھ
میں نے اس کو بھی رکھ دیا ہے۔ اور دوسرے لونڈی غلاموں کو تاکید کر دی

کہاں تک ہو سکے اس کو ستائیں۔"
ابوالحوقل۔" مگر اس کے ساتھ ایسی بیرحمی نہ کرنی چاہیئے۔"
ابن مبرد۔ ضرور کرنی چاہیئے۔ وہ بڑی بدمزاج و بے حمیت عورت ہے جس کی سزا یہی ہے کہ ان مرات ستائی جائے۔ آپ صاحبوں کی اس کارروائی میں فقط یہی بات مجھے ناگوار ہے کہ مجھے اسکو خارو یہ کے محل میں پہونچانا پڑیگا جو پھر اسکو شاہزادی اور ایک مغرور ملکہ بنادیگا۔ مگر مجبوری ہے۔ دل پر جبر و ستم کر کے اس کو گوارا کروں گا۔"
ابوالحوقل۔" اس کے شوہر کا بھی کچھ پتہ لگا؟"
ابن مبرد۔" اس کمبخت کا کہیں پتہ نہیں۔ خدا جانے کیسے نکل گیا اور کہاں چلا گیا۔ وہ بھی مل جاتا تو پھر مجھے ان دونوں متکبر میاں بیوی سے بدلہ لینے اور انھیں بھی اچھا سا مظلوم غلام بنانے کا مزہ ملتا مگر افسوس وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا۔"
اب جہاز قریب آگیا اور ابوالحوقل نے پہچان کر کہا" ہاں ہاں یہ وہی رومی کا جہاز ہے۔" رومال ہلا کے اشارہ کیا جس کے جواب میں ناخدا نے بھی جھنڈی ہلائی۔ اور اس کے عین مقابل پہونچکر لنگر ڈال دیا۔ جہاز ساحل سے تقریباً دو ہزار گز کی مسافت پر تھا۔ مچھلی والوں کی دو ایک کشتیاں ساحل پر کھڑی تھیں ان میں سے ایک پر سوار ہو کر ابن مبرد اور ابوالحوقل گئے۔ سیڑھی کی مدد سے جہاز پر چڑھے اور باغر اور جمیل سے مل کر بہت ہی خوش ہوئے۔ ان کو اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا کے کنارے پر لائے۔ اتنی دیر میں اور کئی کشتیاں بھی پہنچ گئی تھیں جن کے ذریعے سے چند اور تاجر اور سیاح اتر کے کنارے پر آئے۔ اور ساحل پر اس جہاز کے دیکھنے اور جہاز والوں سے ملنے کے لیے عسقلان والوں کی بھیڑ لگ گئی۔
اب پھر خیمے کے آگے ابن مبرد اور ابوالحوقل کی صحبت جم گئی جس میں اب ان کے دوست باغر اور جمیل بھی شریک تھے۔ صاحب سلامت خیر مقدم اور مزاج پرسی کی رسمیں جہاز ہی پر پوری ہو چکی تھیں یہاں بیٹھتے ہی اصل معاملہ میں گفتگو ہونے لگی پہلے سب نے جمیل کا شکریہ ادا کیا کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس نے باغر کو ابن طولون کے ایسے بیدار مغز و ہوشیار دشمن کی قید سے چھڑا لیا۔"
جمیل۔ میں تو اپنے آقا کا وفادار خادم ہوں۔ محض ان کی آرزو پوری کرنے

اور انھیں حکومت مصر دلوانے کے جوش میں مَیں نے یہ کارروائی کی ہے۔ ان کی دلی تمنا پوری کرنے کی دھن میں مَیں اپنے تئیں بھی بھول گیا!"

ابن مہرو: "آپ نے چاہے جس مقصد سے یہ کام کیے ہوں مگر ہم لوگوں پر احسان کیا۔ پہلے مجھے آزادی دلوادی۔ اور پھر میرے معزز و محترم دوست باغر کو قید سے چھڑایا ان کے بغیر خلافت بغداد میں خدا جانے کیا کیا خرابیاں پیدا ہو جاتیں" یہ کہہ کر اپنے غلام کافور کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ لبیک کہتا ہوا خیمہ سے نکلا حکم دیا کہ "میرے یہ احباب بڑا بھاری خطرناک سفر کیے ہوئے آرہے ہیں تو نے ان کے لیے نبیذ یا شربت کا بھی بندوبست نہیں کیا؟ جا فوراً بہت اچھی تند نبیذ کا ایک گھڑا اور جام و صراحی لے آ" غلام تعمیل حکم کے لیے واپس گیا۔ اور جمیل نے نہایت متین صورت بنا کر کہا: "خیر اب مجھے سب سے پہلے یہ بتائیے کہ اس کے بعد کیا کارروائی ہوگی؟ اور ابو الحوقل عزیزۂ مصر کو لے کر کب فسطاط میں واپس جائیں گے؟"

ابن مہرو (مسکرا کر): "جب آپ کا قصور معاف ہو لے اور میں مصر کا حاکم مال مقرر ہو جاؤں (تو) ہم سب ساتھ ہی چلیں گے اور آزادی و شوکت کے ساتھ سواد فسطاط میں داخل ہوں گے۔"

جمیل: "یہ نہیں ہو سکتا۔ جب شاہزادی اپنے عاشق خالدیہ کے آغوش شوق میں پہنچ لیں گی تب آپ کا تقرر ہوگا اور اسی وقت میرا بھی قصور معاف ہوگا۔"

ابو الحوقل: "اس پر پہلے سے غور ہو جانا چاہیے کہ پہلے کون سی کارروائی کی جائے؟"

باغر: "میرے نزدیک تو مناسب یہ ہے کہ ہم سب فوراً بغداد کی راہ لیں۔ یہاں ابن طولون کی حکومت ہے۔ اگر ہماری کوئی کارروائی کھل گئی یا کسی کو ہمارا نام بھی معلوم ہو گیا تو حاکم شہر ہم سب کو پکڑ کے اس کے پاس بھیج دے گا۔ لہٰذا کافور کو لونڈی غلاموں اور اسیروں کے ساتھ یہاں چھوڑ دو جو بالکل مخفی طور پر ایک بردہ فروش تاجر کے کارندے کی طرح یہاں رہے اور ہم بغداد چلے چلیں وہاں پہونچنے کے بعد پہلے میں یہ کارروائی کروں گا کہ ابن مہرو کو ایک زبردست فوج کے ساتھ بھیجوں گا کہ جس خوبی سے یہ شاہزادی عزیزۂ مصر کو اسیر کر لائے تھے دوبارہ جا کے والی مصر ابن طولون کو بھی اسیر کر لائیں۔ بعد ازاں امیر المومنین کا

[illegible]

جس روز خمارویہ مسند ولایت پر بیٹھیں اسی روز عزیزۂ مصر کو جمیل اور ابو المحوقل
لے جا کے ان کی خدمت میں پیش کر دیں۔"

اب نبیذ آ گئی۔ اور اس کے چھلکتے ہوئے جام گردش کرنے لگے جمیل نے
جو دو جام تند پی چکا تھا بولا "میں تو چاہتا ہوں کہ شاہزادی یہیں سے ان کے
پاس پہونچا دی جائیں۔" مگر سب حریفان صحبت نے اس سے اختلاف اور باغر کی
تجویز سے اتفاق کیا۔

نشۂ صہبا تندیوں پر تھا۔ اور صحبت کی گرم جوشی بڑھتی جاتی تھی کہ ابو المحوقل
نے اپنے ایک خادم کو جو جہاز سے اتر کے آیا تھا حکم دیا کہ روئی کو ساحل پر اتار کے
ڈھیر کر دو یہاں۔ کہ تجار ساحل ہی پر آ کے خرید لیں گے۔ دو ایک آدمیوں کو
شہر میں بھیج کر یہ بھی دریافت کرو کہ یہاں روئی کا کیا نرخ ہے۔"

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ناگہاں دو شخص قریب آئے جن میں سے ایک نے جھپٹ
کے [illegible] سیدھی رومی تلوار سے جمیل پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابن مبرود پر
اور جب تک کوئی شخص قریب آ کے بچانے کا ارادہ کرے تابڑ توڑ اتنے وار کیے
کہ دونوں کو زمین پر بیہوش گرا دیا۔ ابو المحوقل تاجر آدمی تھا وہ تو یہ خونریزی کا سماں دیکھ
کے بدحواس بھاگا اور خیمے کے اندر چھپ گیا۔ مگر باغر اور ابن مبرود کے غلام نے آ کر
ان لوگوں کو روکا اور جب دیکھا کہ وہ لوگ دونوں زخمیوں کی جان ہی لینا چاہتے ہیں تو ان سے
مقابلہ شروع کر دیا۔ ان لوگوں کو مزاحم دیکھ کر اور کئی آدمی حملہ آوروں کی مدد پر آ گئے اور اچھی
خاصی لڑائی ہونے لگی جس میں ابن مبرود کا غلام تو گہرا زخم کھا کے گر پڑا۔ مگر باغر نے کہ زخم
نہیں [illegible] زخم کھا چکا تھا اس شخص کو مار ڈالا جس نے ابن مبرود کو مار کے گرا
دیا تھا۔ ساتھ ہی باغر پر کئی آدمیوں نے جھپٹ کے ایک ساتھ وار کیے اور وہ
بھی زمین پر گر کے تڑپنے لگا۔"

اب اس ہنگامے کی ان تمام لوگوں کو خبر ہو گئی جو جہاز کے استقبال کے لیے
ساحل پر آئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے حاکم شہر یحییٰ بن موسیٰ حرانی بھی موجود تھا
جو ابن طولون کی جانب سے یہاں کی حکومت کرتا تھا۔ اس نے آتے ہی ان لوگوں کو

اسیر کرلیا جنھوں نے جمیل اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کیا تھا اور حکم دیا کہ جو لوگ زخمی پڑے ہوئے ہیں دیکھا جائے کہ زندہ ہیں یا نہیں ضبطیہ فوج یعنی پولیس کے آدمیوں نے ہلاڈلا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جمیل اور ابن مبرد تو مر چکے مگر باغر اور ابن مبرد کے غلام میں سانس باقی تھی۔ فوراً ایک جراح کو بلانے حکم دیا گیا کہ اسی خیمے میں رکھ کے ان دونوں کے ہوش میں لانے کی تدبیر کرے اور جب ہوش آجائے تو ان کا علاج کرے۔

اب یحییٰ نے ابوالجوقل اور لوگوں کو جو خیمے کے اندر تھے بلا کے تفتیش شروع کی کہ یہ کیا واقعہ تھا۔ قاتل جو گرفتار کیے گئے بالکل مطمئن تھے اور ان کے چہرے سے گرفتار ہونے پر بھی کسی قسم کا اندیشہ نہیں ظاہر ہوتا تھا تفتیش کے شروع ہوتے ہی ان میں سے ایک نے کہا "ایہا الامیر! آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے شہر میں کیسے کیسے مفسد اور کتنے بڑے بدمعاش جمع ہوئے تھے مقتولین میں ایک تو ابن مبرد ہے جس نے امیر مالک مصر ہوتے کے زمانہ میں فسطاط کی ساری رعایا کو پریشان کر رکھا تھا۔ جو شاہزادی عزیزۂ مصر کو چوروں کی طرح اس کا گھر بار لوٹ کے پکڑ لایا۔ دوسرا مکار و بدطینت جمیل تھا جو امیر زادۂ خمارویہ کا مصاحب تھا۔ اسی کی سازش سے پہلے تو ابن مبرد قید سے چھوٹ کر بھاگا۔ پھر شاہزادی کے محل پر ان بدمعاشوں کا ترغہ ہوا۔ اور آخر یہ لوگ بغداد کے زبردست لشکر کو مصر پر چڑھا لائے۔ اور اگر خدا نے فضل نہ کیا ہوتا تو ان ظالم لٹیروں کے ہاتھ سے سارا مصر تباہ ہو گیا ہوتا۔ زخمیوں میں جو دو شخص حضور کو زندہ ملے ان میں ایک تو ابن مبرد کا غلام کافور ہے اور دوسرا بغداد کا نامور تُرکی سپہ سالار باغر اسی باغر نے مصر پر حملہ کیا تھا۔ اور شکست کھا کے سردار ابن طولون کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔"

یحییٰ: "سبحان اللہ! یہ باغر ہے جو دس پندرہ روز ہوئے دس ہزار لشکر لیے ہوئے بڑے کروفر کے ساتھ ملتقلاق کے راستے سے گزرا تھا؟ میں اس کا سر کاٹ کے امیر ابن طولون کے پاس بھیجوں گا"

اسیر: "اور حضور ابوالجوقل کو بھی گرفتار کر لیں جو ہماری لڑائی کے خوف سے بھاگ کر اس خیمے میں چھپ رہا ہے۔ یہ فسطاط کا ملک التجار اور دمباط کا رہنے

حراست میں رکھوایا مگر اس نے جمیل سے سازش کر کے ابن مبرد کو چھوڑ دیا جس کا
انجام یہ ہوا کہ ابن مبرد نے بغداد میں پہنچ کر وہاں کے اہل دربار سے
سازش کی۔ اور یہ سب ہنگامے برپا کرائے۔"

یہ سن کر امیر یحییٰ کے حکم سے پولیس کے سپاہی خیمے میں گھسے۔ مگر اندر جا کے
دیکھا تو ابوالحوقل اور غلام و خدام وغیرہ جو اس میں تھے سب بھاگ گئے
کسی کا پتہ نہ تھا۔ ان کے ملنے سے یاس ہوئی تو یحییٰ نے ان اسیروں سے
پوچھا "اچھا بتاؤ تم کون لوگ ہو؟ اور تم نے ان لوگوں کو کیوں مار ڈالا؟"

اسیر:"اس لیے کہ یہ لوگ بدمعاش تھے۔ اور ہر مصری شخص کا فرض ہے کہ ایسے
شریر النفس لوگوں کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔"

یحییٰ: "مگر تم اپنا نام اور پتہ تو بتاؤ۔"

اسیر: "میں ایک معمولی شخص ہوں۔ اور دمیاط کا رہنے والا۔ بچپن سے ابوالحوقل
کی خدمت میں رہا۔ اور ان کی خانگی کاموں کی انجام دہی میرا کام ہے میرا ایک
دوست ابوالہول کوتوال مصر ابن الدغنہ کے سپاہیوں میں بھرتی ہے۔ اور اس کا
خاص معتمد علیہ آدمی ہے۔ جب جمیل ابن الدغنہ سے ملا تو اسے فکر ہوئی کہ یہ
کیا سازش کر رہا ہے۔ آخر چند روز میں اس کی سب باتیں اسے معلوم ہو گئیں۔
پھر جب ابن الدغنہ کے ذریعے سے جمیل ابوالحوقل سے ملا تو ابوالہول نے اس کے
حالات مجھ سے بیان کیے۔ اور کہا تم پتہ لگاتے رہنا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ مجھے
معلوم ہو گیا کہ یہ ابن مبرد کا دوست ابن طولون کی مخالفت پر آمادہ ہے۔ چند ہی روز
میں اس نے فریب دے کر ابوالحوقل کو اپنے بس میں کر لیا اور انجام یہ ہوا
کہ ابوالحوقل نے بجائے اس کے کہ ابن مبرد کو مجرم قیدیوں کی طرح رکھے ایک معزز مہمان
کی حیثیت سے رکھنا شروع کیا۔ اور اپنا مصاحب بنا لیا۔ اور آخر اس کو چھوڑ دیا۔
میرا ایک بھائی ابن الغلیون تھا جو ملاحی کا پیشہ کرتا۔ اور مسافروں کو کشتی پر
بٹھا کے دمیاط اور ساحل مصر کے گاؤں تک لے جایا کرتا۔ وہی ابن مبرد کو
لے گیا تھا۔ چار پانچ روز کے دریائی سفر میں ابن مبرد کی ایسی خدمت کی کہ اسنے

...م مالا ابن مبرد ہوں بغداد جاتا ہوں۔ وہاں سے پروانۂ حکومت لے کر واپس آؤں گا آتے ہی حاکم ہو جاؤں گا۔ پھر اس وقت ابن طولون کو معزول کروں گا اور عزیزۂ مصر سے سمجھوں گا۔ ابن الغلیون نے واپس آکر یہ واقعات مجھ سے بیان کیے۔ میں نے اسے بتایا کہ ساری فساد کی جڑ جمیل ہے۔ جو خارویہ کی مصاحبت میں دنیا بھر کی مکاریاں کر رہا ہے۔ وہ برائے نام خارویہ کا دوست ہے مگر اصل میں اس کے خاندان کا دشمن۔ اور فقط اسی کا دوست سارے مصریوں کی تباہی کا سامان کر رہا ہے۔ ابن مبرد خدا جانے بغداد میں پہونچکر کیا آفت جوتے گا۔ اور اس کی تمام سازشوں اور مکاریوں کا مرکز یہی بدمعاش جمیل ہے جس نے کوتوال ابن دغنہ اور میرے آقا ابوالجوقل دونوں کو فریب دے رکھا ہے۔ میرا یہ بیان سن کر ابن الغلیون کو بڑا طیش آیا۔ اور کہنے لگا افسوس کہ ایسے بدمعاش شخص کو میں نے مدد دی۔ خود لے جا کے اطمینان کے مقام میں پہونچا آیا۔ گویا میرے ہی ہاتھ سے شاہزادی عزیزۂ مصر کو قصر پہونچنے اور پھر بعزیزا امیر ابن طولون کے معزول ہونے کی بنیاد پڑی۔ میں اسی وقت پھر دمیاط جاتا ہوں۔ ابن مبرد جہاں ملے گا اس کو قتل کر ڈالوں گا۔ یہ کہکر فوراً روانہ ہو گیا مگر ایک ہفتہ کے اندر واپس آکر کہنے لگا "افسوس میں نے ابن مبرد کو فسطاط میں نہیں پایا۔ معلوم ہوتا ہے کسی جہاز پر بیٹھ کر کسی طرف نکل گیا۔ مگر مجھے اپنی اس حرکت پر بڑا غصہ ہے کیا کروں کہ دل کو قرار آئے" پھر خود ہی وہ جمیل کے مار ڈالنے پر آمادہ ہو گیا۔ اور کہا فساد کی اصل جڑ وہی ہے میں خود امیرزادۂ خارویہ کے سامنے اسے قتل کروں گا۔ اور اس کا کام تمام کرنے کے بعد اپنے ملک کے نوجوان و نیک نفس ولی عہد کو بتاؤں گا کہ یہ کیسا منافق شخص ہے اور حضور کے والد کے خلاف اس نے کیسی سازشیں کر رکھی ہیں" میں نے اس کو اس کام سے بہت روکا۔ مگر اسکا جوش ایسا نہ تھا کہ کسی کے دبانے سے دبتا۔ دوسرے ہی روز خدا جانے کس تدبیر سے خارویہ کے باغ میں پہونچ کر کہیں قریب چھپ رہا۔ اور جیسے ہی جمیل نے آکر امیرزادے سے خوشامد و فریب کی باتیں شروع کیں نکل گئے اسپر تلوار سے ایسا ضرب کیا کہ وہ گر پڑا۔ مگر قبل اسکے

کہ خارویہ سے کچھ کہنے پائے شیر جھپٹ کر اُسے چھاپ بیٹھا اور آناً فاناً میں چیر پھاڑ ڈالا۔ ہم نے جب اس کے مارے جانے کا حال سنا تو بہت افسوس ہوا خصوصاً اس لیے کہ جمیل زندہ بچ گیا۔ اب ہم نے اور ابوالہول نے اپنے دل میں عہد کیا کہ جمیل اور ابن مہرد کے قتل کی کوشش میں اپنی زندگی صرف کر دیں گے۔ جمیل کا مار ڈالنا بہت آسان تھا۔ اس لیے کہ وہ فسطاط میں موجود تھا اور روز سڑکوں پر گذرتا تھا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ ابن مہرد کہاں ہے جسکا قتل کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا ہم کو یہ بھی یقین تھا کہ جمیل ہی کے ذریعے سے ابن مہرد کا پتہ لگ سکے گا اسی اثنا میں شاہزادی کا گھر لٹا اور ڈاکوان کو پکڑ لے گئے۔ پھر باغر نے بغداد کے ترکی لشکر کے ساتھ آ کر ہمارے سارے ملک کے تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر نیک دل ابن طولون کی ہمت اور ان کے فرزند خارویہ کے شیروں کی شجاعت سے یہ بلا دور ہوئی اور باغر گھیر کے گرفتار کر لیا گیا۔ اس فتح اور کامیابی کے دو ہی روز بعد ہم نے سنا کہ جمیل نے اپنے آقا خارویہ کو بھی فریب دیا۔ اور باغر کو قید خانے سے نکال کے بھاگ کھڑا ہوا تو ہم نے دل میں ٹھان لی کہ اب جس طرح بنے گا ان منافق دشمنان دین سے انتقام لیں گے۔ اور چونکہ یہ جانتے تھے کہ ابن مہرد پہلی بار دریا کے رستے سے بھاگا تھا اس لیے خیال کیا کہ اب کی بھی جمیل اور وہ اسی راہ سے بھاگے ہوں گے۔ چنانچہ اپنے چار دلی دوستوں کو ساتھ لے کر ہم فسطاط سے دمیاط میں آئے۔ وہاں یہ جہاز لنگر اٹھاتا نظر آیا فوراً اس پر سوار ہو گئے۔ جہاز میں یہ لوگ ایک اندرونی کمرے میں ہمیشہ چھپے بیٹھے رہتے تھے۔ ایک دن جمیل باہر نکلا اور ابوالہول دیکھتے ہی پہچان گیا ہم نے اندر ہی اندر پتہ لگانا شروع کیا تو معلوم ہوا کہ باغر بھی اس کے ساتھ موجود ہے۔ میرا ارادہ ہوا کہ جہاز ہی میں ان دونوں کا کام تمام کر دوں مگر ابوالہول کی رائے ہوئی کہ اس میں جلدی نہ کرنی چاہیے۔ ساحل عسقلان پر پہونچ کے امید ہے کہ ابن مہرد بھی مل جائے یا ان سے کسی طرح اسکا پتہ دریافت کر لیا جا سکے۔ اس مصلحت سے ہم نے اپنی تلواریں نیام میں رکھیں۔ اور ان دونوں مفرور مجرموں کی حرکات و سکنات کی نگرانی کرتے رہے۔

جہاز ساحل پر پہونچا تو ابوالحوقل اور ابن مہر دونوں ان سے ملنے کو جہاز پر آئے۔ ابوالہول اور میں اس اندیشے سے کہ پہچان نہ لیے جائیں ان سے الگ الگ رہے مگر اپنے دوستوں کے ذریعے سے ان کے خیالات اور ارادوں کا پتا لگا رہے۔ خشکی پر آنے کے بعد میرے وہ احباب ان کے اس خیمے کی آڑ میں کھڑے ہو کے ان کی باتیں سنتے رہے۔ اور جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ ملک مصر اور ابن طولون پر بغداد سے نئی آفت لانے والے ہیں تو ایک نے دوڑ کر مجھے خبر کی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ "انتقام کا وقت آ گیا۔ اور بدمعاشوں کو زیادہ مہلت نہ ملنی چاہیئے۔" یہ کہتے ہی ہم ان کے سر پر جا پہونچے اور حملہ کر دیا۔

یحیی "تم نے عجیب واقعات بیان کیے۔ اور اگر تمہارا بیان سچ ہے تو تم نے قوم اور دین کی بڑی خدمت کی۔ مگر تم نے اسوقت تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

اسیر "میں مرحوم ابن الفلیون ملاح کا بھائی ابن الشمسون ابوالحوقل کا ملازم خاص اور اس کے گھر کا پروردہ ہوں۔"

سولھواں باب

دلیر پری کو لے کے اڑ گیا

یہ سب حالات معلوم ہونے کے بعد امیر یحیی نے اسیر ابن الشمسون سے کہا "تم نے ایسا شریفانہ کام کیا ہے کہ جی چاہتا ہے تم کو آزادی دے کر اپنا رفیق بناؤں۔ اور امیر ابن طولون کی خدمت میں سفارش کر کے تم کو کسی معزز عہدے پر مقرر کرا دوں۔ مگر مناسب یہ ہے کہ امیر ابن طولون کو ان حالات کی اطلاع تمہارے ہی ذریعہ سے کروں تاکہ وہ تمہیں دیکھیں اور تمہاری قدر کریں۔"

ابن الشمسون "میں نے یہ کام محض ملک کی خدمت کرنے کے لیے اپنا فرض منصبی سمجھ کے کیا ہے میں نہ کسی انعام کا طالب ہوں نہ کسی قدردانی و عزت کا بلکہ اس کارروائی کو جرم تصور کر کے سلطنت میرے قتل کا بھی حکم دے تو

مجھے کسی قسم کا رنج و ملال نہ ہوگا۔"

یحییٰ: "مگر تم نے اپنا فرض ادا کیا تو سلطنت کو بھی اپنا منصفانہ فرض ادا کرنا چاہیے۔"

ابن شمسون: "مگر امیر ابن طولون کو اطلاع کرنے سے پہلے ابوالحوقل کو ضرور اپنے قبضے میں کر لیجیے۔ وہ اگرچہ میرے آقا ہیں مگر ابن مبرد کے بہکانے سے فی الحال اپنے وطن اور اپنی حکومت کے نہایت خوفناک دشمن بنے ہوئے ہیں۔"

اس مشورے کے مطابق یحییٰ بن موسیٰ حرّانی نے فوراً تفتیش شروع کر دی۔ شہر کے تمام ناکوں اور باہر جانے والی سڑکوں پہ آدمی مقرر کر دیے گئے کہ ابوالحوقل کو جدھر سے جاتے دیکھیں اسیر کر لیں۔ اس کا حلیہ ان کو بتا دیا گیا۔ اور جو جو آدمی اُس کے پہچاننے والے ملے فوج ضبطیہ کے سپاہیوں کے ساتھ دوڑائے گئے کہ شہر کے گلی کوچوں کو چھان ڈالیں۔ اور ہر ہر مکان میں جا کے اس کو تلاش کریں۔

یہ انتظامات کر کے امیر یحییٰ نے ابن شمسون ابوالہول اور ان کے رفیقوں کو ساتھ لے کر شہر کی راہ لی۔ راستے میں ایک بوڑھے حبشی کو دیکھ کر ابن شمسون نے امیر یحییٰ سے کہا: "یہ ابوالحوقل کا غلام مقبل ہے۔ جو ان کی تجارت کا مہتمم ہے غالباً شہر سے روئی کا بھاؤ دریافت کر کے آ رہا ہے۔ اس کو گرفتار کر کے قتل کی دھمکی دی جائے تو بہت سی باتیں معلوم ہو جائیں گی لیکن آپ اس کو الگ رکھیں۔ میرا اس کا سامنا نہ ہو۔"

امیر یحییٰ نے فوراً چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس غلام کو گرفتار کر کے میرے مکان پر حاضر کرو۔" اور آگے کی راہ لی۔

مکان پر پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ مقصود حبشی گرفتار ہو آیا۔ اور یحییٰ نے اس سے ابوالحوقل کے حالات دریافت کیے۔ اس نے قطعاً لاعلمی ظاہر کی۔ اور کہا "میں ان کے حکم سے شہر میں روئی کا بھاؤ دریافت کرنے کو گیا تھا۔ اور انھیں اسی خیمے میں چھوڑ گیا تھا۔ میرے بعد نہیں معلوم وہ کہاں چلے گئے۔" جب وہ بہت مارا پیٹا گیا تو بتایا کہ "ابوالحوقل کے ایک عزیز ... غلام یہاں ایک مکان میں رہتے ہیں۔ شاید وہ وہاں چلے گئے ہوں۔"

فوراً اس سے پتہ پوچھ کر اس مکان میں دوڑ بھیجی گئی۔ مگر کوئی نہ ملا۔ اور ایک معذور مجذوم سے جو اسی مکان میں پڑا رہا کرتا تھا معلوم ہوا کہ وہ حبشی ... ابوالحوقل

یہاں ٹھہرا یا ہوا آیا۔ اور اپنی تمام لونڈیوں اور غلاموں کو لے کر جن میں عزیزۂ مصر
شاہزادی بھی تھی خدا جانے کہاں چلا گیا۔

جب یہ پتہ چلا کہ عزیزۂ مصر بھی ابوالحجوقل کی لونڈیوں میں موجود تھی اور وہ اسی
گھٹتے ہوئے وہ اس کو لے کر بھاگ گیا ہے تو امیر یحییٰ ابوالہول اور ابن
شمسون کو ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے کی زیادہ فکر ہوئی۔ اور وہ سب اسی وقت
عسقلان کے قصر امارت سے نکل کر شہر کے گلی کوچوں کی خاک چھاننے لگے
مسلسل تین روز تک شب و روز جستجو کا سلسلہ جاری رہا۔ مگر ابوالحجوقل یا اسکی
کسی لونڈی کا پتہ نہ لگا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اتنی جلدی سب ہمراہیوں اور مال و اسباب
کو لے کر وہ کیسے نکل گیا۔ اور کہاں غائب ہو گیا؟

آخر مایوس ہو کر یحییٰ نے ابوالہول اور ابن شمسون سے کہا "اب تو ان لوگوں کے
ملنے کی کوئی امید نہیں نظر آتی افسوس۔ دیو پری کو لے کر اڑ گیا۔"

ابوالہول " مگر ابوالحجوقل کہیں نہیں چھپ سکتا۔ فسطاط میں اس کی ساری
دولت عمارت اور اس کا بے انتہا مال تجارت موجود ہے۔ اس کے اہل و عیال اور
لڑکے بالے بھی وہیں ہیں ان کو چھوڑ کے کہاں جائے گا۔ نہ آیا تو اس کی ہر
چیز پر امیر ابن طولون قبضہ کر لیں گے۔"

یحییٰ " اسی لیے اب شدید ضرورت ہے کہ میری طرف سے آپ سب صاحب فسطاط
میں واپس جا کر امیر ابن طولون کو ان سب واقعات کی خبر کریں۔ وہ مناسب تدارک
کر لیں گے۔ ابوالحجوقل کی روئی اور ان کے میدان کے مکان پر میں قبضہ کیے لیتا ہوں
اور جو چیزیں فسطاط سے آئی ہیں فروخت کر ڈالی جائیں گی۔"

یہی تجویز سب کو مناسب معلوم ہوئی۔ اور دوسرے ہی روز صبح کو ابوالہول
ابن شمسون اور ان کے رفقا سبک رفتار کشتیوں پر بیٹھ کے مصر کو روانہ ہو گئے ان کے
جانے کے بعد امیر یحییٰ نے اپنے مختلف جاسوسوں کو ترغیب و حکم دے کر شہروں میں بھیجا
کہ مفروروں کا پتہ لگائیں۔ خصوصاً اس کو دریافت کریں کہ شاہزادی عزیزۂ مصر
کہاں ہے۔

سترھوان باب

ابن طولون کی وفات اور تمام واقعات کا بدل جانا

ابوالہول وغیرہ کو دریائے نیل کے چڑھاؤ پر جانے میں تاخیر کا اندیشہ تھا اسلیئے نیل کے دہانے سے پہلے ہی خشکی پر اتر لیے۔ اور تین روز تک صحرائے تیہ میں دشت نوردی کر کے کوہسار مقطم کی گھاٹیوں میں گھسے۔ سلسلۂ کوہ سے نکل کر فسطاط کی طرف جا رہے تھے کہ دیکھا ایک جنازہ نہایت ہی شان و شکوہ اور جاہ و جلال کے ساتھ کوہ مقطم کی طرف آ رہا ہے۔ آگے بڑھے اور جلوس والوں سے ملے تو معلوم ہوا کہ امیر ابن طولون نے انتقال کیا۔ اُن کا فرزند خارویہ باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ اور اسی کے حکم سے مرحوم والی مصر و شام کا جنازہ جبل مقطم کے دامن میں دفن ہونے کے لیے جا رہا ہے۔ یہ لوگ بھی شاہانہ جلو میں تعزیت میں شریک ہو گئے۔ اور جب دفن سے فراغت ہو گئی تو گھر میں جا کے سوچنے لگے کہ اب کیا کارروائی کریں۔ یہ ان لوگوں کو بخوبی معلوم تھا کہ عزیزۂ مصر کے لالچ میں خارویہ سازش میں شریک اور جمیل و ابوالحوقل کا دوست ہے۔ اُسے اگر عسقلان کے واقعات کی خبر ہو گئی تو ہم لوگوں کو بعوض انعام و اکرام کے قتل کر ڈالے گا۔ ایک مہینہ اسی تردد میں گزر گیا۔ اور اسقدر خوف طاری تھا کہ کسی کو گھر سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

مہینے کے بعد چار پانچ روز اور گزرے ہوں گے کہ ایک روز گھر کے اندر بیٹھے ہی بیٹھے انھوں نے سنا کہ امیر خارویہ کی جانب سے ڈھنڈورا پٹ رہا ہے کہ جمیل ابن مبرد اور سردار باغر کے قاتلوں کو جو کوئی لا کے حاضر کر دے گا اسے پانچہزار دینار انعام دیے جائیں گے۔ یہ اعلان سنتے ہی اُن کے رہے سہے حواس جاتے رہے اور اب فسطاط بلکہ خود اپنے گھر کے در و دیوار انھیں دشمن نظر آتے تھے۔

مگر بغیر مفصل حالات دریافت کیے بھی کس طرح چین نہ پڑتا تھا۔ آخر ان کے رفیقوں میں سے ایک مجہول الحال شخص جس کا نام مجرموں کی فہرست میں نہیں شایع کیا گیا تھا گھر سے نکل کے سارے شہر میں پھرا۔ اور پتہ لگاتا رہا کہ امیر خارویہ کو ان واقعات کی خبر کیونکر ہوئی۔ مگر کچھ حال نہ معلوم ہو سکا۔ تب دل مضبوط کر کے وہ کوتوال شہر

براہ دریا یہاں آرہے تھے کہ راستہ میں امیر خارویہ کا اعلان سنا اور اپنی جان کے خوف سے بھاگ کر جزیرۂ اقریطش (کریٹ) میں چلے گئے وہاں سے انھوں نے ایک یہودی تاجر کی معرفت مجھے کہلا بھیجا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کروں کہ اب بھی آپ ان کے حال پر مہربان ہیں یا نہیں۔ اور کسی طرح ممکن ہے کہ اُن کا قصور معاف کرا دیں؟ ابن دغنہ یہ الفاظ سنتے ہی اس شخص کی صورت پر غور کرتا لگا۔ اور دیر تک اس کے چشم و ابرو اور حرکات و سکنات کا مطالعہ کرنے کے بعد بولا "ابو الہول نے بڑا غضب کیا ان لوگوں کے قتل کر نیکی کیا ضرورت تھی جو امیر خارویہ کو عزیز تھے"۔

وکیل "مگر انھیں کیا خبر تھی کہ امیر ابن طولون یوں ایک بیک دنیا سے رخصت ہو جائیں گے"۔

ابن دغنہ "خبر نہ ہو نہ سہی۔ مگر انسان جو کام کرتا ہے اسکے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال لیا کرتا ہے"۔

وکیل "اور خدا جانے ہمارے امیر خارویہ کو ان واقعات کی خبر کیسے ہو گئی؟"

ابن دغنہ "اتنا بڑا واقعہ بھلا چھپ سکتا تھا؟ تخت نشینی کے بیس بائیس روز بعد سردار باغر کی فوج کے چند ترکوں نے جو شکست کے بعد ارض فلسطین کے گاؤں میں چھپتے پھرتے تھے یہاں حاضر ہو کر شہر عسقلان میں ابن مہرو اور جمیل کے مارڈالے جانے کا حال بیان کیا۔ اور بتایا کہ ان کے قاتل ابو الہول ابن شمسون اور ان کے چند اور رہبرا ہی ہیں۔ انھوں نے یہ بھی ظاہر کیا کہ باغر کو بھی ان لوگوں نے اپنے نزدیک مارڈالا تھا۔ وہاں کا حاکم یحییٰ جو قاتلوں کا مددگار معاون تھا اس نے باغر کی لاش کو اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ مگر باغر کو بہت خفیف زخم آیا تھا محض دھوکہ دینے کو لیٹے گر رہے اور بیہوش بنے ہوئے تھے۔ یحییٰ کے ہٹتے ہی انھوں نے ضابطہ فوج کے پاسبانوں کو رشوت دے کر آزادی حاصل کی اور بغداد روانہ ہو گئے کہ وہاں سب کر ان سب باتوں کا بدلہ لین ہی تنا میں انھیں امیر ابن طولون کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ اور ہمیں آپ کی خدمت میں بھیج کر یہ پیام دیا ہے کہ اگر آپ اپنے باپ کی جگہ مصر کی مستقل حکومت اور عزیزۂ مصر کا

دار الخلافت سے اتنا بڑا لشکر آئے گا جس کے مقابلے کی ملک مصر تاب نہیں لاسکتا۔ امیر خارویہ کو یہ پیام ملنے کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ باغر کے حکم کی تعمیل کریں چنانچہ انھوں نے فوراً ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ جو کوئی قاتلوں کو حاضر کرے گا اُسے بہت بڑا انعام ملے گا۔ ایسی حالت میں کس کی مجال ہو کہ ان کے سامنے ابو الہول کی جان بخشی کا نام لے۔ یا اس کی سفارش میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالے"

شخص :- غالباً حاکم عسقلان پر بھی عتاب ہوا ہوگا؟"

ابن دغنہ :- عتاب! حکم گیا ہے کہ وہ فوراً پابزنجیر حاضر کیا جائے"

وکیل :- تو پھر ابو الہول کو مسلمانوں سے جدا اور وطن سے دور اقریطش ہی میں پڑا رہنا چاہیئے"

ابن دغنہ :- بے شک۔ یہاں ان کی جان کا بچنا غیر ممکن ہے۔ اور اگر کچھ ہو بھی سکے گا تو ان سب جھگڑوں کے طے ہو جانے کے بعد ہوگا۔ میں ابو الہول کو ایک لائق اور کارگزار آدمی سمجھتا ہوں۔ مجھے ان پر پورا بھروسا ہے اور میرے تمام کام انھیں کی کوشش سے انجام پاتے تھے جہاں تک میرے امکان میں ہوگا ان کی مدد کروں گا مگر ابھی ان کو یہاں آنے کا ہرگز ارادہ نہ کرنا چاہیئے"

یہ جواب پاکر وہ شخص واپس آیا۔ اور جو کچھ سنا تھا ابن شمعون اور ابو الہول سے بیان کر دیا۔ ابن شمعون نے کہا آپ نے اسکا پتہ نہ لگایا کہ ابو الحوقل کہاں ہیں؟"

شخص :- میں نے اتنی باتیں بھی کر لیں تو بڑی جرأت کا کام کیا۔ ابن دغنہ کی حالت یہ تھی کہ بات بات پر بھڑکتے تھے۔ ابو الہول کا کچھ ایسا ہی اثر تھا کہ اتنی باتیں کر بھی کر لیں"

ابو الہول :- بے شک وہ بڑے شکی طبیعت کے آدمی ہیں۔ اور [illegible] کو توالی کو چلا رہا ہے۔ ورنہ بالذات وہ اس قدر سیدھے اور سادہ لوح واقع ہوئے ہیں کہ جو چاہے انھیں فریب دے دے۔ میں ہمیشہ ان کو مکاروں کے مکر و فریب سے بچایا کرتا تھا۔ بس ایک جمیل اتنا زبردست مکار تھا کہ اس کے

شبہے ہیں میں زور نہ چل سکا۔ اور وہ اس سے قریب ہی آ گئے۔ غنیمت ہوا کہ آج وہ فریب کھاتا ہی ان کے کام آ گیا۔ اور امیر خارد یہ ان کو اپنا دوست اور خیر خواہ جانتے ہیں۔"

ابن شمسون: "اب یہ باتیں چھوڑ دیئے اور بتائیے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے اس گھر میں ہم کو زیادہ زمانے تک پناہ نہیں مل سکتی۔ یہاں رہے تو ایک دن پکڑ ہی لیے جائیں گے۔"

ابوالہول: "یہاں سے بھاگنا تو ضروری ہے مگر افسوس کہ ہم نے جو نیکی کا کام کیا تھا بدی ہو گیا۔ اور اب ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب ہونا غیر ممکن ہے۔"

ابن شمسون: "خیر ان جہنم واصل بدمعاشوں نے ہمیں جلا وطن تو کیا ہے مگر ہم بھی عہد کرتے ہیں کہ اپنی زندگی شہزادی عزیزۂ مصر کی مدد اور اس کا انتقام لینے میں صرف کر دیں گے۔"

ایک رفیق: "دولت مصر اور خلافت بغداد کے مقابلے میں ہم بھلا کیسے کامیاب ہو سکیں گے؟"

ابن شمسون: "ہمیں ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ فسطاط چھوڑنے سے پہلے ہمارا یہ کام ہو کہ باہم دوستی و یکدلی کا عہد و پیمان کر لیں۔ پھر اس کے بعد اس کوشش میں مصروف ہو جائیں کہ شاہزادی کا پتہ لگائیں اور ان کو اس عذاب سے چھڑائیں۔ ان کے شوہر منصور کو جہاں ملیں ڈھونڈھ نکالیں۔ اور ابوالحوقل کو اس کے اعمال بد کی سزا دیں۔ بیکار مارے مارے پھرنے سے یہ اچھا ہے کہ کسی کام میں لگے رہیں۔"

ابوالہول – "میں عہد کرنے کو تیار ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی جان کو اسی کام کی نذر کروں گا۔" اس کے بعد اور رفیقوں نے بھی ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔

اس قرارداد کے تیسرے دن ابن شمسون نے اپنے ایک ملاح دوست کو آدھی رات کے وقت بلوایا۔ اور طے پایا کہ وہ اپنی کشتی کو فسطاط کی آبادی سے دو میل نشیب کی جانب لے جا کے نیل کے کنارے ٹھہرائے۔ اور جیسے ہی یہ لوگ آئیں ان کو لیکر روانہ ہو جائے۔ اس تدبیر سے یہ لوگ جو ابوالہول اور ابن شمسون کو ملا کر کل چھ آدمی تھے فسطاط سے نکل کے بھاگے۔ چوتھے روز دمیاط میں پہونچے اور وہاں سے ایک جہاز پر سوار ہو کر ملک شام میں نکل گئے۔

بدنفس امیر کا فتنہ مشیر

امیر خمارویہ شہریاری عمامہ باندھے قصر امارت فسطاط کے ایک کمرے میں مفرد بیٹھا ہے۔ اور دل میں کہہ رہا ہے کہ "افسوس ابھی تک نہ کوئی قاتل پکڑا گیا اور نہ شاہزادی عزیزۂ مصر میرے ہاتھ آئی۔ ان ناکامیوں کے ساتھ میری حکومت بھی ایک ڈوبنے والی کشتی کی طرح ڈگمگا رہی ہے۔ آخر بغداد میں پہونچکر وصیف سے مل گیا اور دونوں کے تاکیدی احکام آ رہے ہیں کہ قاتلوں کو جہاں سے بنے پیدا کر دو۔ لیکن وہ نہ ملیں تو میں کہاں سے پیدا کر دوں؟ اور اگر یہ مجرم نہ ملے تو کیا ہوگا؟ چالیس پچاس ہزار ترکوں کا سیلاب آئے گا اور سارے مصر کو شفاف و براق فولادی اسلحہ کے پانی میں غرق کر دے گا۔ میرے شیروں نے دس ہزار ترکوں کو بھگا دیا تھا۔ مگر اتنے بڑے لشکر سے نہیں لڑ سکتے۔ اور وہ بھی ایک اتفاقی موقع اور رات کا وقت تھا اب اگر ایسا موقع پیش آیا تو تھوڑی فوج کے مقابلے میں بھی ان شیروں کے بنائے کچھ نہ بن پڑے گی۔ مگر مجھے اندیشہ نہیں۔ مصر کی سلطنت بنے یا بگڑے [illegible] یا [illegible] میری ذات پہ [illegible] حملہ نہ کرنے دیگا۔ میں اپنے اس جاں نثار سے کبھی نہ جدا ہوں گا۔" یہ خیال آتے ہی نظر اٹھا کے زریق کی طرف دیکھا۔ مسکرایا۔ اور کہا "کیوں تو ہمیشہ میری جان کی حفاظت اور میری پاسبانی کرے گا نہ؟" زریق آ کے قدموں پر لوٹنے اور محبت کے انداز سے غرانے لگا۔ اور خمارویہ نے کمال اطمینان قلبی کے ساتھ کہا "ہاں تو میری حفاظت کرے گا۔ دشمنوں نے جعل [illegible] ابن مدبر کو مار ڈالا۔ اور [illegible] کی جان پہ حملہ کر دیا۔ مگر ایسا کوئی مکار دشمن مجھ تک نہیں پہونچ سکتا۔"

تھوڑی دیر تک زریق کو سہلا کر پھر بغداد کے ترکوں کی دھمکی کی طرف خیال گیا اور بولا "میں نے ان لوگوں کی خوشنودی کے لیے جتنے ترک قید تھے سب کو چھوڑ دیا۔ اور ان کو خوش کر کے رخصت کیا مگر یہ لوگ اب تک مجھ سے غیر ممکن چیز کا

غلام جو دیبا و حریر کے رنگین کپڑے اور سر سے پاؤں تک طلائی زیور پہنے تھا سامنے آکر آداب شاہی بجا لایا۔

خاروسیہ: "میں نے ابن دغنہ کو بلوایا تھا آیا؟"

غلام: "حاضر ہیں۔"

خاروسیہ: "تو مجھے خبر کیوں نہ کی؟ خیر فوراً اسے میرے سامنے لاؤ۔"

غلام گیا اور ابن الدغنہ کو لے کر حاضر ہوا۔ اسے قریب آتے دیکھ کر زریق غراتا ہوا اٹھا مگر جیسے ہی خاروسیہ نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا خاموش ہو گیا۔

خاروسیہ: "ابن دغنہ تم ہمارے کوال ہو اور فسطاط کے ہر ایک پوشیدہ و مخفی مکان سے جس قدر تم واقف ہو کوئی نہیں ہو سکتا مگر کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ چند مجرموں کا آج تک نہ سراغ لگا نہ پکڑے گئے؟ تم ہی بتاؤ کہ دارالخلافت سے جو روز روز احکام چلے آتے ہیں ان کا میں کیا جواب دوں۔"

ابن دغنہ: "امیر کا اقبال بلند۔ غلام نے جستجو کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا اور شہر کا کوئی گھر نہیں ہے جس میں تفتیش نہ کر لی گئی ہو۔ مگر جب مجرم یہاں موجود ہی نہ ہوں تو کیا کیا جائے؟"

خاروسیہ: "یہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ لوگ یہاں نہیں ہیں؟"

ابن دغنہ: "حضور میرے ایک یہودی جاسوس کو ایک اسرائیلی تاجر سے یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ جزیرۂ اقریطش میں بھاگ گئے ہیں۔"

خاروسیہ: "تو یہ کہنا چاہیے کہ ان کا ہاتھ آنا غیر ممکن ہے۔ کاش وہاں خاموش بیٹھے رہتے اور میں دربار خلافت [illegible] مطمئن کر دیتا۔"

ابن دغنہ: "حضور ان میں ابو العلی تو ایسا آدمی ہے کہ اس کی جانب سے بخوبی اطمینان دلایا جا سکتا ہے اس لیے کہ وہ میرے خیال میں حضور کے کسی حکم سے باہر نہ ہو گا۔ مگر اس کے رفیق برے لوگ ہیں۔ وہ اپنے ساتھ اس کو بھی ابھار ابھار کے فتنے پیدا کرائیں گے۔ تاہم غلام عرض کرتا ہے کہ اگر ان لوگوں کی جانب سے اطمینان دلایا جائے تو یہ عفو و صفح کے طالب ہو جائیں گے؟"

خاروسیہ: "اس کی امید تو نہیں ہے۔ مگر میں اپنی طرف سے کوشش تو کر لیتا (غمگین اور پریشانی کے ساتھ ایک ٹھنڈی سانس لے کر) افسوس میں کس قدر پریشان ہوں۔ سلطنت تو بڑی بری شے ہے۔ کاش میری محبوبہ مل جاتی میں اسے اور اپنے جان نثار رفیق زریق کو لے کر

جبل مقطم کی کسی وادی میں جا بیٹھا۔ اور آسانی کے ساتھ اس فتنوں اور بے اطمینانیوں سے بھری ہوئی سلطنت کو لات مار دیتا۔ چنانچہ کچھ اسکا بھی پتہ لگا کہ عزیزۂ مصر کے شوہر منصور کا کیا حشر ہوا؟"

ابن دغنہ "میں نے جبیل سے سنا تھا کہ وہ قید ہو کر بغداد گیا"

خارویہ "(طیش کے ساتھ) یہ تو مجھے بھی معلوم ہے۔ مگر تم نے اپنی جستجو سے کیا پتہ لگایا؟ تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا تو کوتوال کس کام کے ہو؟ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں"

ابن دغنہ "غلام کے نزدیک تو حضور سردار باغی و دیگر امرائے خلافت کو لکھ بھیجیں کہ قاتلوں کی جستجو ہو رہی ہے اور جیسے ہی ہاتھ آئیں گے دربار خلافت میں بھیج دیے جائیں گے اسکے ساتھ وعدہ کر لیں کہ اس دربار کی ہمیشہ اطاعت کریں گے"

خارویہ "یہ لکھا مگر وہ لوگ نہیں مانتے"

اتنے میں اسی حسین وخوبرو زنگی غلام نے جو چوبداری اور عرض بیگی کی خدمت انجام دیتا تھا حاضر ہو کر عرض کیا کہ "شمس التجار ابن حوقل آستان دولت پر حاضر اور باریابی کے امیدوار ہیں"

ابوالحوقل کا نام سنتے ہی خارویہ جوش مسرت سے اچھل پڑا اور کہا "اس شخص سے سب کام نکل جائیں گے۔ اور اب صحیح صحیح حالات معلوم ہوں گے۔ فوراً میرے سامنے لاؤ"

ایک منٹ نہیں گزرا تھا کہ ابوالحوقل حاضر ہو کے آداب بجا لایا اور تخت نشینی کی مبارکباد دی خارویہ نے اس کے آنے سے پہلے ہی زریق کے سر پہ ہاتھ رکھ دیا تھا اس سبب وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اور مبارک سلامت کے معمولی الفاظ کے بعد خارویہ نے کہا "تم خوب آ گئے اب میری سب پریشانی دور ہو جائے گی"

ابوالحوقل "غلام صرف حضور کی خیر خواہی میں یہاں سے جلاوطن ہوا۔ دشمنوں کے نرغے میں پڑا۔ اور حضور کو تخت نشینی پر مبارکباد دینا قسمت میں لکھا تھا کہ زندہ بچ گیا۔ ورنہ اب تک حضور کے سر مبارک پر قربان ہو چکا ہوتا۔ اور سچ یہ ہے کہ آج اس آستان دولت پر حاضر ہو کے مجھے زندگی کی آس ہوئی ہے"

خارویہ "عسقلان میں یہ کیا واقعہ پیش آیا؟ تم لوگ وہاں کہاں پہنچ گئے؟ اور وہ دشمن کون تھے جنھوں نے بے خبر اور قصداً حملہ کر کے میرے انیس جمیل اور میرے خیرخواہ

ابن مبرد کو مار ڈالا؟"

ابوالحوقل : سچ یہ ہے کہ حضور ہی کی خدمت بجا لانے کے لیے ہم سب یہاں جمع ہو گئے تھے۔ ابن مبرد جب شاہزادی عزیزۂ مصر کو پکڑ لے گیا ہے تو یہ رائے قرار پائی کہ عسقلان میں وہ شاہزادی کو معمولی لونڈیوں کی طرح بیچ ڈالے گا اور میں اس کو حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے خرید لوں گا۔ چنانچہ اسکے چلے جانے اور باغر کے چلے کے بعد جب جمیل باغر کو قید خانے سے نکال کر بھاگا تو میں نے ان دونوں کو فسطاط پہونچا کر اپنے مال تجارت کے ساتھ سمندر کے راستہ سے عسقلان روانہ کر دیا۔ اور۔ اور خود خشکی کی راہ سے گھوڑوں پر جا کر ان سے پہلے عسقلان میں پہونچ گیا۔ وہاں ابن مبرد سے ملا۔ اور ہم دونوں سمندر کے کنارے آبادی سے بالکل الگ ایک خیمہ ڈالکر چند غلاموں کے ساتھ اس میں ٹھہر گئے تاکہ کسی کو ہمارے معاملات و مقاصد کی خبر نہ ہو۔ وہ تمام کنیزیں جو جولیانا کے قصر میں پکڑی گئی تھیں اور خود جولیانا کو میں نے اپنے ایک مکان میں جو عسقلان کی تنگ و تاریک گلیوں میں تھا چند غلاموں کے ساتھ رکھوا دیا۔ اس لیے کہ میں نے وہاں پہونچتے ہی ان سب کو مرحوم ابن مبرد سے مول لے لیا تھا۔ اب ہم دونوں اس لب آب خیمے میں بیٹھے جمیل اور باغر کے آنے کا انتظار کر رہے تھے کہ انکا جہاز آ پہونچا۔ ہم دونوں کشتی پر جا کر انھیں جہاز سے لائے اور خیمے کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

اب جہاز سے اور سب لوگ اترے اور اپنا مال و اسباب اتارنے لگے۔ ان کے لینے اور تازہ وارد جہازوں کی سیر دیکھنے کے لیے بہت سے شہر والے بھی جمع ہو گئے اور چند لوگ ہمارے قریب آ کے کھڑے ہو گئے۔ چونکہ ہمیں کسی دشمن کا خیال نہ تھا اس لیے ان کی طرف توجہ بھی نہ کی اور آپس میں آزادی کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ یکایک ان میں سے دو آدمیوں نے جھپٹ کے حملہ کیا اور جب تک کوئی بچانے کے لیے بڑھے ابن مبرد اور جمیل کو مار ڈالا۔ اب باغر اور میرے غلام کا فوراً ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے بڑھے مگر کئی اور آدمی دشمنوں کی مدد پر آ گئے جن سے باغر کچھ دیر لڑے وہ خود و زرہ پہنے نہ تھے۔ اور کئی آدمیوں کا نرغہ تھا۔ ایک شخص کی تلوار گلے پر لی۔ اور مردے کی طرح زمین پر گر پڑے۔ مگر کافور مار ڈالا گیا اب میں نے بڑھنے کا ارادہ کیا خصوصاً اس لیے کہ دشمنوں میں مجھے اپنا قدیم پروردہ غلام ابن شمسون نظر آیا۔

ھیرر رہا۔ اتنے میں حاکم عسقلان نے جو ساحل پہ موجود تھے آ کے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ اور تحقیقات شروع کی۔ میں موقع پا کر چھپے کی پشت کی طرف سے نکل کے بھاگا۔ سیدھا اپنے اس گھر میں گیا جس میں لونڈی غلام اور شاہزادی تھیں۔ سارا مال و اسباب وہیں چھوڑا اور چند ہی لمحوں کے اندر سب کو لے کر آبادی سے نکلا اور سلسلۂ لبنان کی گھاٹیوں میں گھس گیا۔

وہاں میں ایک حصن کے مقام میں ٹھہر گیا۔ اور اپنے کسی غلام کو بھیج کر روزانہ روز کی خبریں منگوایا کرتا۔ چنانچہ وہیں بیٹھے بیٹھے مجھے معلوم ہوا کہ حاکم عسقلان بجائے ہمارے ساتھ ہمدردی کرنے کے قاتلوں کا طرفدار ہے۔ اور ان کو اس نے حسن کارگزاری کے صلے کی سفارش کے ساتھ امیر ابن طولون کی خدمت میں بھیجا ہے میں نے یہ بھی سنا کہ میرا وہ گھر اس کا کل اسباب اور میرا مال تجارت جو ساحل پہ پڑا تھا ضبط کر لیا گیا۔ میرا غلام مقصود گرفتار کر کے مارا پیٹا گیا کہ میرا پتہ بتائے مگر اس غریب کو کیا معلوم تھا جو بتاتا۔ بس ایک خوشی کی خبر البتہ ان پہاڑوں میں سنی گئی۔ وہ یہ تھی کہ امیر باغزرے نہیں زندہ ہیں۔ اور دشمنوں کے دست ستم سے چھوٹ کے بھاگ گئے۔"

اس کے بعد میں وہیں دروں میں پڑا ہوا تھا۔ اور دشمنوں کے خوف سے ہر دوسرے تیسرے روز اپنا مقام بدلا کرتا تھا کہ یکایک ایک پہاڑی شخص سے امیر ابن طولون کی وفات اور حضور کی مسند نشینی کی خبر سنی۔ اس خبر وحشت فزا نے مصیبتوں کا سارا طوفان نظر کے سامنے سے ہٹا دیا۔ فوراً بھیس بدل کر ایک مسیحی اسقف کی صورت بنائی۔ لونڈی غلاموں کو راہبوں اور ننوں کی وضع میں گدھوں پہ سوار کرا کے ساتھ لیا۔ سفر کر کے شہر غزہ میں آیا۔ اور وہاں سے ایک تاجرانہ قافلہ میں ملکر یہاں پہونچا۔ اور قبل اس کے کہ اپنے گھر جاؤں سیدھا آستان دولت پہ حاضر ہوا۔ یہاں پہونچتے ہی غلام لباس بدل کے پھر وہی اگلا ابوالحجر قل بن گیا۔ اور اس سریر جہانبانی کے سامنے حاضر ہو کر آداب شاہی بجا لایا۔"

خارویہ "میں تم کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ سچ یہ ہے کہ تمہارے اور جمیل کے چلے جانے کے بعد یہاں کوئی ایسا شخص نہیں باقی رہا تھا جس پہ میں بھروسہ کروں اور اسی زمانے میں یکایک ایسے اہم معاملات پیش آ گئے اور ایسی جھگڑے کی باتیں اٹھ کھڑی

کسی طرف بھاگ جاؤں۔"

ابوالحوقل۔ "سر نیاز جھکا کر" حضور پریشان نہ ہوں۔ یہ سب دشواریاں دور ہوجائیں گی۔ اور جہان پناہ کا نیر اقبال یکایک اس طرح چمک اٹھے گا جس طرح بدلی کے ہٹتے ہی آفتاب پوری آب وتاب سے چمک اٹھتا ہے۔"

یہ تقریر سن کر خاردیہ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اسی وقت ابن الدغنہ کو چلے جانے کا حکم ہوا۔ اور جب صحبت اغیار سے خالی ہوگئی تو خلوت میں ابوالحوقل کو وہ تمام حالات بتائے جو بغداد کے ترک سردار اور اس کے درمیان میں پیش آئے تھے۔ کہا میں نے سچ یہ ہے کہ باغر کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ بلکہ والد کی قید سے آزاد کر دیا۔ مگر والد کے ہاتھ سے ان کو جو کچھ تکلیف پہونچی اس کا انتقام وہ مجھ سے لینا چاہتے ہیں۔ افسوس جمیل مارڈالا گیا وہ اس گتھی کو بڑی آسانی سے سلجھا دیتا۔ ابن الدغنہ پر مجھے اعتبار پورا ہے مگر اس میں جمیل کی فراست و دانائی کہاں ہے؟ میں تو مہینہ ہی بھر میں سلطنت سے عاجز آگیا۔ حکمرانی اگر اسی کا نام ہے تو اسکو میرا سلام۔"

ابوالحوقل۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ دربار بغداد کی یہ دھمکیاں فقط اس لیے ہیں کہ جن لوگوں نے سردار باغر پر حملہ کیا وہ سب اپنی سزا کو پہونچ جائیں۔"

خاردیہ۔ "تو ان کی خواہش کے مطابق ڈھنڈورا پٹوا دیا۔ اپنی طرف سے کثیر المقدار انعام مقرر کیا۔ اور مجرموں کی سراغرسانی میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ وہ بار بار مجھے دھمکاتے ہیں۔ اور لڑائی کے لیے تیار نظر آتے ہیں۔ اسی لیے شاہزادی قطر الندیٰ کا مصر کا نرالا تحفہ بھیجنا کیا مفید ہوگا۔ ان فکروں سے بھی پریشان کیا جاؤں؟ اور اب معلوم ہوا کہ مجرم میری قلمرو سے بھاگ کر جزیرۂ اقریطش میں چھپے بیٹھے ہیں جہاں کسی کا کچھ زور نہیں چل سکتا۔"

ابوالحوقل۔ "یہ معتبر طور پر معلوم ہوگیا کہ مجرم اقریطش میں ہیں؟"

خاردیہ۔ "کم سے کم ایک تو [illegible] موجود ہے۔"

ابوالحوقل۔ "تو حضور مطمئن رہیں۔ میں خود وہاں جاؤں گا اور کسی نہ کسی مکر سے اس کو یہاں لا کے اسیر کر لوں گا۔"

خارویہ :- "تو پہلے جاکر تم دربار بغداد کو اطمینان دلاؤ۔ میں تمھیں کو اس سفارت پر بھیجوں گا۔"

ابوالجوقل :- "میں ہر حکم کو بسر وچشم بجالاؤں گا۔ اور امید ہے کہ میرا جانا بے نتیجہ نہ رہے گا۔"

خارویہ :- "تو پھر فوراً روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

ابوالجوقل :- "میں کل ہی روانہ ہو جاؤں گا۔"

خارویہ :- "کل نہیں آج۔ مجھے بڑی جلدی ہے۔ ان سنگدل سرداران ترک کی طرف سے اطمینان ہو تو اپنی محبوبۂ شیریں ادا جولیانا کی جستجو شروع کروں۔"

ابوالجوقل :- "حضور کی یہ آرزو بھی بہت جلد پوری ہو جائے گی۔ مگر اس وقت جی چاہتا ہے کہ اپنے آقائے ولی نعمت کو دکھاؤں کہ کیسی دلچسپ اور سلامت روی کی شان اور لطف و اطمینان کے ساتھ میں در دولت پر حاضر ہوا ہوں۔ اس کے لیے حضور اپنے اس برآمدے پر تشریف لے چل کے رونق افروز ہوں جہاں دربار عام کر کے اور رخ انور پر نقاب ڈال کے تمام آنے جانے والوں کی سیر کیا کرتے ہیں۔"

خارویہ :- (مسکرا کر) "اچھا میں تمہاری یہ ریاکاری کی آن بان دیکھوں گا۔ تو کیا یہ بھی ضرور ہے کہ اپنا چہرہ چھپائے رہوں؟"

ابوالجوقل :- "حضور کو میں اتنی تکلیف نہ دوں گا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے سامنے چہرہ کھول کے بیٹھیں۔ حسب معمول چہرہ پر نقاب ضرور ہو۔"

ابوالجوقل کی خواہش کے مطابق خارویہ اپنے دیوان عام کے برآمدے کی طرف گیا۔ اور خود ابوالجوقل اس سے رخصت ہو کر ایوان شہریاری سے چلا گیا۔

انیسواں باب

راہبوں اور ننوں کا جلوس

امیر مصر خارویہ جسے ایک باعظمت شہریار کی حیثیت حاصل ہے دیوان خاص کے برآمدے میں چہرے پر نقاب ڈالے بیٹھا ہے۔ ارکان دولت اور جلوس شہریاری کے لوگ ہٹا دیے گئے ہیں تاکہ یہ مقام ایک معمولی گزرگاہ نظر آئے اور کسی کو خیال نہ گزرے کہ یہاں ایک تاجدار با اقتدار بیٹھا ہوا ہے۔ شاہی چوبدار بھی سامنے نہیں پردے کی آڑ میں

ہیں۔ یکایک اس کے سامنے سے پادریوں اور راہبوں کا ایک عظیم الشان جلوس گزرنا شروع ہوا۔ جو سب گدھوں پر سوار ہیں۔ آگے آگے ایک اسقف اعظم ہے جو معزز مقتدائے نصاریٰ کا تاج پہنے اور ایک بڑی بھاری چوبی صلیب جس پر طلائی کام بنا ہے بلند کیے ہوئے ہے۔ لمبے دامنوں کی قبا پہنے ہے جو سیاہ کمل کی ہے۔ ایک اچھے ٹانٹھے گدھے پر سوار ہے۔ اور اس کی خرجین جس میں اولیا و شہدائے نصاریٰ کی ہڈیوں اور مسندی صلیبوں کے ٹکڑوں کا خزانہ ہے اس کے آگے گدھے پر رکھی ہوئی ہے۔ خارویہ کے سامنے پہونچکر یہ اسقف ٹھہر گیا اور اس مذہبی جلوس کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

اس جلوس میں پہلے پچاس خرسوار راہبوں کا رسالہ تھا۔ سب نمدے کی ٹوپیاں اور کملیوں کے کرتے پہنے تھے۔ ڈاڑھیاں لمبی تھیں جن میں معلوم ہوتا تھا کہ کبھی کنگھی نہیں کی گئی۔ یہ سب گدھوں پر سوار تھے۔ موٹے موٹے دانوں کی تسبیحیں گلوں میں پڑی تھیں اور ان میں امام کی جگہ پر جو موٹی اور بھدی صلیبیں لگی ہوئی تھیں اُن کو ہاتھوں میں اٹھائے اور آنکھوں کے سامنے کیے ہوئے تھے۔

اُن راہبوں کے پیچھے ایک سو کے قریب پری جمال و حور خصال کنواری ننین تھیں۔ یہ سروں پر سفید سوتی رومال باندھے تھیں جن میں ان کی زلفیں اور گلیں چھپی ہوئی تھیں۔ گلوں میں سفید کرتے تھے اور ان پر لمبی چوڑی سفید چادریں جن میں سارا انڈا چھپائے تھیں۔ ان کی پیشانیوں پر سرخ روشنائی سے صلیبیں بنا دی گئی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں پیتل کی صلیبیں تھیں جن کو وہ بار بار ہونٹوں سے لگا کے چوم لیتیں۔ یہ سب پری وشیں بھی گدھوں پر سوار تھیں۔ مگر اس ثقاہت کی وضع اور پاکدامنی کے انداز میں بھی اُن کے خوبصورت چہرے اور ان کی تیر افگن آنکھیں ناظرین پر کچھ ایسا اثر ڈالتیں کہ دل تھام کے رہ جاتے۔

ان نازنینوں کو دیکھ کر خارویہ کی زبان سے بے اختیار نکلا "عجب و نگاہیں تو بلا کی ہیں۔ انھوں نے میرا دل چھین لیا۔ بعض خلفائے بنی عباس حُسن کے انھیں کرشموں کے دیکھنے کے لیے بڑی کوششوں سے نہایت ذوق و شوق کے ساتھ عراق و شام کے مشہور دیروں کی سیر کیا کرتے تھے مگر نہ سیرا ابوالحوقل نے مجھے گھر بیٹھے دکھا دی۔"

اس کا یہ کلمہ سنتے ہی وہ اسقف اعظم جو صلیبی علم لیے ہوئے سامنے ٹھہر گیا تھا گدھے سے اتر کے خارویہ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا "اگر یہ ناز نین اچھی نیاز پسند ہوں تو سب جہان پناہ کے مشکوئے معلی میں پہونچا دی جائیں؟"

خارویہ۔ (حیرت و استعجاب سے) "یہ ممکن ہے؟" اس کا جواب دینے کے بدلے اسقف نے صلیب الگ رکھ دی۔ تاج مقدس الٹی اتار کے خارویہ کے قدموں پہ ڈال دیا۔ اور کمل کا کرتا اتار کے آداب شاہی بجا لایا۔

خارویہ۔ (قہقہہ مار کے) "اہ تم ہو ابو الحوقل! اگرچہ ابھی ابھی گئے ہو مگر خدا کی قسم میں نے نہیں پہچانا۔ اتنی جلدی تم نے ایسا کمال کا بہروپ کیسے بھر لیا؟"

ابو الحوقل۔ "حضور اسی بہروپ نے جان بچائی۔ اسی لباس و وضع میں غزہ سے یہاں تک آیا ہوں۔"

خارویہ۔ "اور یہ سب پادری اور ننیں بھی مصنوعی ہیں؟"

ابو الحوقل۔ سب بنے ہوئے ہیں۔ پادری میرے غلام اور ملازم ہیں۔ اور ننیں وہ آفت روزگار کنیزیں ہیں جن کو ...... نذر کرنے کے لیے لایا ہوں۔"

خارویہ۔ "تم میرے بڑے وفادار دوست اور سچے خیر خواہ ہو۔ اس سے زیادہ قیمتی اور پسند یدہ نذرانہ کوئی نہیں پیش کر سکتا۔ مجھے ان کنیزوں کی یہ سادی معصومانہ وضع بہت ہی پسند آئی۔ اسی انداز سے ان کو محل میں لے چلوں۔ وہاں میں قریب سے ان کی راہبانہ آن بان دیکھوں گا۔ اور چاہتا ہوں کہ انھیں ہمیشہ اسی وضع و لباس میں رکھوں۔"

ابو الحوقل۔ "حضور جس بھیس اور لباس میں چاہیں رکھیں۔ خیر تو اب حضور والا محل میں تشریف لے چلیں۔ میں ان کو لے کر حاضر ہوتا ہوں۔ اور راہبوں کی وضع میں جو غلام ہیں باہر ٹھہرا دیے جائیں گے۔"

خارویہ فوراً اٹھ کر محل میں چلا گیا۔ اور ابو الحوقل ان ننوں کو اسی طرح گدھوں پہ سوار اپنے ساتھ لیکر زنانی ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ مصنوعی راہب باہر چھوڑ دیے اور خود اندر جا کے دیکھا کہ زنانی محلسرا کے صحن میں خارویہ بے نقاب کھڑا ہوا ہے اور چند نازآفرین و مہجبین خواصیں اس کے پیچھے اور داہنے بائیں کھڑی ہیں۔

[illegible]

نازنینیں ہیں۔

ابوالحوقل دفورِ ادب سے فاصلے پر ٹھہر گیا۔ اور حور شمائل اچھوتیاں گدھوں سے اتر کر اسی ترتیب و ادب کے ساتھ اس مٹکے کے قریب سے گزرنے لگیں۔ وہ ہی چار نہیں گزری ہوں گی کہ ایک نے چلتے چلتے ٹھٹھک کر غور سے خارویہ کی صورت دیکھی اور اس کی زبان سے نکلا امیرزادہ خارویہ! ساتھ ہی خارویہ نے اس کے چہرے کو نہایت ہی مصروفیت و توجہ کے ساتھ دیکھا اور بے اختیار کہہ اٹھا ماہ طلعت جولیانا! آہ کیا میں محترم شاہزادی عزیزۂ مصر کو دیکھ رہا ہوں" یہ جواب سنتے ہی جولیانا آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور ایک آہ فلک دوز کھینچ کر بولی میری فریاد کو پہونچئے۔ میں اب شاہزادی نہیں ایک ذلیل و مظلوم لونڈی ہوں جس پر دنیا میں کسی کو ترس نہیں آتا۔ مگر قسمت نے آج اس پرانے ہمدرد و حامی تک پہونچا دیا جو میری فریاد کو سنے گا۔ میں اپنے شوہر کے آغوش سے جدا ہوئی۔ میرا گھر بار لٹا۔ میری دولت ڈاکوؤں کی نذر ہوئی۔ اور میں لونڈیوں کی طرح بکی۔ آہ میری خبر نہ آپ نے لی نہ آپ کے شریف النفس والد ابن طولون نے۔ بس اب انھیں دونوں سے مجھے اپنی مظلومی کا انتقام لے گا"

خارویہ بھی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور بولا "افسوس آپ کو اس حالت میں دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ والد کا انتقال ہو گیا اور جب تک زندہ رہے آپ کی جستجو میں لگے رہے۔ اور میری آنکھیں بھی ہر وقت آپ کے رخ زیبا کو ڈھونڈھا کرتی تھیں۔ الحمد للہ کہ آج یہ تمنا بر آئی۔ آپ کا وہ قصر اب پھر آپ سے آباد ہوگا۔ پہلے سے زیادہ دولت و حشمت میں آپ کے لیے مہیا کر دوں گا۔ اور آپ جو حکم دیں گی اس کی تعمیل ہوگی"

جولیانا: "میں اب نہ وہ قصر چاہتی ہوں نہ وہ دولت و ثروت۔ نہ مجھے اپنی وہ لونڈیاں چاہئیں نہ وہ غلام۔ فقط دو باتوں کی آپ سے التجا کرتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرے شوہر منصور کو ڈھونڈھ کر مجھے ان کی آغوش محبت میں پہونچا دیجئے۔ اور دوسرے یہ کہ ظالموں سے میرا انتقام لیجئے"

کہ بدوی ڈاکو رات کو حملہ کرکے آپ کا محل لوٹ لے گئے اور آپ کو بھی پکڑ لے گئے۔"

جولیانا: "جس بدوی ڈاکو نے مجھے تباہ کیا اور مجھ پر طرح طرح کے ظلم کیے وہ ابن مہرد تھا اور یا اس کا دوست ابوالحوقل جو سامنے کھڑا ہوا ہے اور مجھے لونڈیوں کی طرح زبردستی اس بھیس میں یہاں لایا ہے۔"

خارویہ: "تو کیا آپ نے نہیں سنا کہ ابن مہرد سے خدا نے آپ کا انتقام لے لیا۔ اور عسقلان میں چند دشمنوں کے ہاتھ سے مارا گیا؟"

جولیانا: "وہ مارڈالا گیا! الحمد للہ کہ خدا نے اسے جہنم واصل کیا۔ تو اب یہ بدمعاش تاجر ابوالحوقل باقی ہے۔ آپ اس سے انتقام لیں!"

خارویہ: "یہ تو آپ کے دوست ہیں۔ اور میں ان کا شکرگزار ہوں کہ آپ کو مجھ تک پہونچایا۔"

جولیانا: "جی نہیں یہ ابن مہرد کا دوست اور اس کی بدکاریوں میں شریک ہے۔ اور غالباً ابن مہرد کے مارڈالے جانے ہی کی وجہ سے یہ گھبرایا ہوا آیا۔ اور مجھے سب لونڈیوں کے ساتھ عسقلان سے پہاڑوں میں بھگا لے گیا۔ اور اب ہم سب کو جبر و ظلم سے پادریوں کے بھیس میں لایا ہے کہ آپ کے ہاتھ فروخت کرے۔"

خارویہ: "آپ کی سی معزز شاہزادی ہزار جنم کبھی لونڈی نہیں ہوسکتی۔"

جولیانا: "لونڈی مجھ سے لاکھ درجہ اچھی۔ ابن مہرد میرا منھ چڑھاتا۔ مارتا پیٹتا۔ اور بات بات پر میری اگلی حالت یاد دلا کے مجھے ذلیل کرتا تھا۔ یہاں تک کہ میں ابوالحوقل کی لونڈی تھی۔ اس نے اس کی طرح ذلیل تو نہیں کیا۔ مگر مجھے اس کے بعض غلاموں سے معلوم ہوگیا کہ یہ ابتدا سے اس کی ڈکیتی میں شریک تھا۔ اور خاص اس کے اشارے سے میرے مکان پر شبخون مارا گیا۔ میں بغیر اس سے انتقام لیے نہیں رہ سکتی۔ بس میرے شوہر کو بلوائیے اور اس ظالم کی گردن مار دیجیے۔"

اس کے یہ الفاظ سن کر ابوالحوقل آگے بڑھا اور عرض کیا "اگر شاہزادی عزیزۂ مصر مجھ سے اس درجہ ناراض ہیں تو حضور بلا تامل میرا سر اڑا دیں۔"

خارویہ۔ "مگر تم از روئے شرع شریف واجب القتل نہیں ہو۔ میں ایک بےگناہ

کے خون میں کیسے ہاتھ رنگ سکتا ہوں؟"

ابوالحوقل "شاہزادی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے جائز ہے۔"

خارویہ "میں شاہزادی کے حکم سے اپنی جان دے سکتا ہوں مگر کسی دوسرے بیگناہ کی جان نہیں لے سکتا۔"

ابوالحوقل "اچھا ایک صورت ہے۔ میں آج ہی جاتا ہوں۔ دنیا بھر کی خاک چھانوں گا اور عباسی شاہزادہ منصور کو ڈھونڈ لاؤں گا۔ اس کے معاوضے میں شاہزادی میرا قصور معاف کر دیں۔" اس پر خارویہ نے حیرت سے ابوالحوقل کی صورت دیکھی۔ اور اس نے جولیانا کی نظر بچا کے ایسا اشارہ کیا کہ خارویہ ناگہاں بول اٹھا "ہاں ہاں بس یہی ٹھیک ہے۔ جاؤ منصور کو ڈھونڈھ لاؤ۔ کیوں شاہزادی عزیزۂ مصر۔ اتنی بڑی خدمت کے صلے میں تو یقینی امید ہے کہ آپ ان کا قصور معاف کر دیں گی۔ کیوں ہے نہ؟"

جولیانا دیر تک سر جھکا کے سوچتی رہی۔ پھر سر اٹھا کے بولی "اچھا اگر یہ شخص میرے شوہر کو ڈھونڈھ لایا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ اس کا قصور معاف کر دوں گی۔"

خارویہ۔ "میں آپ کی رحم دلی کا شکر گزار ہوں۔ سنتا تھا اور ہمیشہ آزما کے دیکھا کہ حسینوں کا دل نہایت سخت ہوتا ہے مگر آپ خدا کے فضل سے حسن و جمال میں عدیم المثال ہونے کے ساتھ رحم دل بھی ہیں۔ تو اب آپ اپنی ان سب کنیزوں کے ساتھ میرے محل میں رونق افروز ہوں اور ابوالحوقل آج ہی منصور کی تلاش میں روانہ ہو جائیں۔ جب تک یہ واپس آجائیں آپ کا قصر جو اجڑا ہوا ہے درست اور صاف اور سامان عیش سے آراستہ ہو جائے گا۔ اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آپ کے شوہر نہ آئیں آپ اسی عابدانہ و معصومانہ بھیس میں ہمہ ایسی ہی تارک الدنیا جوگن بنی رہیں۔"

جولیانا "ہاں اب تو یہ فقیرانہ لباس اسی وقت اترے گا جب میں اپنے گم شدہ شوہر سے ہم کنار ہوں گی۔"

یہ جواب پاکر خارویہ نے حکم دیا کہ یہی قصر شاہزادی اور اس کی ہمراہی کنیزوں کے لیے خالی کر دیا جائے۔ اور رہنے سہنے کا تمام ضروری سامان فراہم ہو جائے۔

تاکہ آپ کے غمزدہ دل کو تسلی دے جایا کروں۔ شاہزادی نے جواب میں شکریہ ادا کیا۔ اور خارویہ نے باہر کی خلوت گاہ میں جا کے ابوالحوقل کو بلوایا اور کہا یہ تم نے کیا کہا کہ منصور کو ڈھونڈھ لاؤ گے۔ تمھیں سے تو میں نے سنا تھا کہ وہ گرفتار ہو کے بغداد گیا اور مار ڈالا گیا؟"

ابوالحوقل۔ "بے شک جمیل سے میں نے یہی سنا تھا اور یہی واقعہ بھی ہے مگر اسوقت شاہزادی کے بہلانے اور ان کی ضد ٹالنے کی اس کے سوا کوئی تدبیر نہ تھی۔ میں حضور کے حکم سے سفارت پر بغداد جاتا ہی ہوں۔ شاہزادی کو باور کرا دیا جائے کہ میں ان کے شوہر کی تلاش میں گیا ہوں۔ تین چار مہینے سے کم زمانے میں واپس نہ آؤں گا۔ اسی مدت میں حضور روز مل کر ان کو مانوس اور اپنا ہمدم و غمگسار بنا لیں۔ اور کبھی کبھی کوئی ایسا کلمہ کہہ دیا کریں جس سے منصور کا زندہ ہونا مشتبہ نظر آئے۔ واپس آنے کے بعد اگر میں یہ دیکھوں گا کہ شاہزادی حضور سے مانوس ہو گئیں اور اپنے شوہر کی خبر مرگ سننے کے لیے تیار ہیں تو ان کے قتل ہونے کا واقعہ بیان کر دوں گا۔ اور اگر دیکھوں گا کہ ابھی تک اسی طرح اپنے شوہر کا دم بھر رہی ہیں تو چند ناامیدی کے خیالات ظاہر کر کے اسی تلاش میں جانے کے بہانے ایک سفر کروں گا۔ آخر وہ مجبور و ناامید ہو کر آپ سے نکاح کرنے پر راضی ہو جائیں گی۔"

خارویہ۔ "تدبیر تو نہایت معقول ہے۔ مگر مجھے مدتوں صبر کرنا پڑے گا۔"

ابوالحوقل۔ "حضور اس معاملہ میں صبر کرنا اور احتیاط سے کام لینا ضروری ہے اگر آپ نے جلدی کی اور زبردستی جبر لیانا سے نکاح کرنا چاہا تو مصر کی ساری رعایا بغاوت کر دے گی۔"

خارویہ۔ "بے شک۔ بے شک۔ میں خوب سمجھتا ہوں۔ مگر دیکھو جس قدر جلد ہو سکے میری تمنا پوری کرو۔"

ابوالحوقل۔ "میرا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ہتھیلی پر سرسوں اُگا دوں۔ مگر ایسے معاملات میں تاخیر زیادہ مفید ہوا کرتی ہے۔"

اٹھا سکتا ہی سچ سے غیر ممکن ہے۔ اگر شاہزادی سے سچ سچ کہہ دیا جائے تو سارا کھیل بگڑ جائے۔ واقعی عقلمندی جھوٹ بولنے ہی میں ہے۔"

ابوالحوقل: "حضور ہم لوگوں نے تو جس روز سے بڑے بڑے معاملات کا انجام دینا اپنے ذمہ لیا جھوٹ کو نہایت مضبوطی سے اختیار کر لیا ہے اور سچ کو انھیں ملاؤں کے لیے چھوڑ دیا جو وعظ کہتے اور مسجدوں میں بیٹھ کر وظیفہ پڑھا کرتے ہیں۔"

اس کے بعد ابوالحوقل نے خارویہ سے رخصت ہو کر اپنے گھر کی راہ لی وہاں چند گھنٹے ٹھہر کے اور اعزہ و اقارب سے روا روی میں مل کر بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ مگر جانے سے پہلے ابن الدخشہ سے بھی مل لیا اور اسے بتایا کہ کس طریقے سے والی مصر خارویہ پر اپنا اعتبار قائم کرے اور اس کی نظر میں اپنے آپ کو دانا و ہوشیار ثابت کرے۔ خارویہ نے اس کے جاتے ہی شاہزادی کو باور کرا دیا کہ ابوالحوقل منصور کے ڈھونڈنے کو گیا ہے اور دن میں کئی کئی بار اس سے مل کر اس کو مانوس بنانا سیر و شکار اور عیش و عشرت میں مصروف کر کے شکار کے تماشے دکھا دکھا کے اس کا غم غلط کرنا اور شوہر کی یاد کو اس کے لوح دل سے مٹانا شروع کیا۔

بیسواں باب

تجدید عہد اور سراغ رسی

گذشتہ واقعہ کے تین مہینے بعد شہر بیت المقدس میں خاص مسجد اقصیٰ کے اندر اور قبۃ الصخرہ کے نیچے ہم چھ آدمیوں کو دیکھتے ہیں جو تنہا بیٹھے ہوئے آزادی و بیباکی سے باتیں کر رہے ہیں۔ ہمیں ضرورت نہیں کہ اپنے ناظرین سے ان کا تعارف کرائیں۔ اس لیے کہ ان کی گفتگو خود ہی بتا دے گی کہ کون ہیں۔

یہ چھؤں اشخاص قبے کی عمارت اور اس کے ہر ہر حصہ کو قریب قریب جا جا کے غور سے دیکھ رہے تھے کہ ایک نے سب کو اپنے پاس بلایا اور کہا یہ

ہم اس وقت تک بے نتیجہ مارے مارے پھرے۔ پھرتے پھراتے یہاں آن
آئے۔ اس محترم مسجد کی زیارت کی۔ اور قبۃ الصخرہ کے سایے میں ہیں جس
سے بڑا شرف کسی مسلمان کے لیے نہیں ہو سکتا ہے؟ مگر افسوس جس غرض
کے لیے جلاوطن ہوئے وہ اتنی ہی دور ہے جتنی دور پہلے تھی"۔

دوسرا: "مگر الحمد للہ کہ ہم نے ہمت نہیں ہاری۔ جس دھن میں خانہ بدوشی اختیار
کی وہی دھن اسی جوش و خروش کے ساتھ ہمارے سینوں میں آج بھی موجود ہے"۔

پہلا: "ابن شمسون یہ تم سچ کہتے ہو کہ ہماری مستعدی ویسی ہی ہے مگر ایسی مستعدی
سے کیا حاصل جو بیکار و بے نتیجہ ہو؟"

ابن شمسون: "ہمیں یقین ہے کہ ہماری کوشش بے نتیجہ نہ رہے گی"۔

پہلا۔ آج تک اتنا بھی تو نہ ہوا کہ عزیزۂ مصر کا پتہ لگ جاتا۔ ابن مبرد جو اس کو
پکڑ لایا تھا عسقلان میں مار ڈالا گیا اور سنا گیا کہ ابوالحوقل اس کو لے کر کسی
طرف چلا گیا ہے۔ مگر اس کا سراغ نہیں لگتا کہ کہاں ہے"۔

ابن شمسون۔ پرسوں اس کو ہی نصرانی نے نہیں بتایا تھا کہ ابن مبرد بہت سے
لونڈی غلاموں کے ساتھ کوہ لبنان کی کسی گھاٹی میں چھپا ہوا ہے؟"

پہلا: "ہاں بتایا تھا۔ مگر اس سے ہمیں کیا مل گیا؟"

ابن شمسون۔ ابوالہول۔ ہمت نہ ہارو۔ اگر اتنی سراغ رسانی ہوئی ہے تو ہم اسکو
پا بھی جائیں گے اور یاد رکھو کہ عنقریب ابوالحوقل اور شاہزادی عزیزۂ مصر کا
پتہ لگ ہی جائے گا"۔

یکایک کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ اور ایک مسیحی خادم مسجد جو مسجد اقصیٰ کے صحن کو
روز گلاب ملے ہوئے پانی سے دھویا کرتا تھا ایک ستون کی آڑ سے نکل کر سامنے
آیا اور بولا حضرت معاف فرمائیے گا۔ مجھ سے آپ سے ملاقات نہیں ہے اور
میرا آپ سے بات کرنا گستاخی سے خالی نہیں۔ مگر آپ شاید ابوالحوقل اور
شاہزادی عزیزۂ مصر کا حال معلوم کرنا چاہتے ہیں"۔

ابن شمسون۔ ہاں ہاں انھیں کی تلاش میں مصر سے آئے ہیں۔ اس لیے

بگڑ جاتا ہے۔"

نصرانی: "مجھے اس سے غرض نہیں کہ آپ کس لیے اُن کو ڈھونڈھتے ہیں یہ کافی ہے کہ آپ کو اُن کی تلاش ہے اور میں ان کا حال جانتا ہوں۔ لہذا مجھے بتانے میں کوئی عذر نہیں۔"

ابوالہول: "بڑی مہربانی ہوگی۔ اور ہم نہایت شکرگزار ہوں گے۔"

نصرانی: "ابوالحوقل بہت سے لونڈی غلاموں کے ساتھ ایک مدت تک کوہ لبنان کی گھاٹیوں میں دوسرے تیسرے روز جگہیں بدلتے رہے۔ وہاں کے رہنے والے علے العموم مسیحی ہیں۔ انھوں نے ان کو ایک شریف و ذی حشمت عرب ... میں پناہ دی۔ دشمنوں سے چھپایا۔ اور ہر طرح ان کی خبرگیری کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں امیر ابن طولون کی وفات اور امیر خارویہ کی جانشینی کی خبر پہونچی اور مطمئن ہو گئے۔ اس لیے کہ ان کو امیر خارویہ کے دربار میں خصوصیت حاصل ہے۔ علاوہ بریں شاہزادی عزیزۂ مصر اُن کے ہمراہ تھیں جن پر امیر خارویہ عاشق ہیں تاہم وہ راستے کے شہر والوں سے ڈرتے تھے اور خوف تھا کہ شاہزادی کو کوئی ان سے چھین نہ لے۔ اس لیے انھوں نے ارادہ کیا کہ ایک مسیحی اسقف بن کر اور ہمراہی لونڈی غلاموں کو راہب اور ننّیں بنا کر ایسی دنیٰ بے تعلقی کے ساتھ سفر کریں کہ لوگ سمجھیں کوئی مقتدائے نصاریٰ اپنے مرید راہبوں اور اپنی مرید ننّوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا ہے۔ کوہستان کے مسیحیوں نے ہمدردی کی راہ سے ان کے لیے اسقفوں اور راہبوں کا لباس صلیبیں۔ اور گدھے وغیرہ فراہم کر دیے۔ اور اپنے دو آدمی بھی ساتھ کر دیے کہ مصر پہونچنے تک اُن کی وضع و قطع اور ان کے لباس کو ویسا ہی قائم رکھیں جیسا کہ مسیحی راہبوں اور ننّوں کا ہونا چاہیے غرض اس شان سے وہ مصر میں آ گئے۔ اور شاہزادی عزیزۂ مصر کا کیتھرون ... اور غلاموں کو خارویہ کے قصر میں پہونچا دیا۔ مگر امیر نے کسی خاص ضرورت سے فوراً انھیں اپنا سفیر بنا کر دربار بغداد میں روانہ کیا۔ چنانچہ ان دونوں مسیحی رفیقوں کے ساتھ پلٹ کے پھر کوہ لبنان میں آ گئے۔ اور کیا ... اس کے کہ جو صلیبیں اور راہبانہ کپڑے

میرا مکان بھی اسی پہاڑ میں ہے۔ میں نے کئی بار ان کو وہاں دیکھا تھا اور پرسوں میرا بھائی آیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابوالحوقل ہمارے ہم مذہبوں اور اکثر عزیزوں کو انعام سے سرفراز کر کے بغداد چلے گئے۔"

یہ حالات سن کر ابوالہول اور اس کے ساتھیوں کو نہایت تعجب ہوا۔ اور ابن شمسون نے اس لبنانی نصرانی سے پوچھا۔ "تو ابوالحوقل تنہا بغداد گئے ہیں اور ان کے ساتھ والے اور شاہزادی عزیزۂ مصر سب مصر میں اور خاص خارویہ کے محل میں ہیں؟"

نصرانی: "جی ہاں ابوالحوقل کو بغداد گئے ایک ہفتہ سے زیادہ زمانہ نہیں ہوا۔ اور شاہزادی تو امید ہے کہ اب مصر میں خوش و خرم ہوں گی۔"

ابوالہول: "بے شک۔ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ یہ حالات بتا دیے۔ اور اب ہمیں بغداد جانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لیے کہ امید ہے کہ وہ عنقریب مصر میں واپس آ جائیں گے۔"

نصرانی: "شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے آپ کو ان لوگوں کے حالات کا جیسا پایا۔ جو کچھ جانتا تھا بتا دیا۔" یہ کہہ کے لبنانی خادم مسجد چلا گیا۔ اور ان لوگوں نے آپس میں کہا "اب یہاں ہمیں اپنے مقاصد کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہنا چاہیے۔ اب شہر کے باہر پہاڑوں میں جہاں کوئی نہ ہوگا اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔"

ابوالہول۔ "بے شک۔ آبادی میں ہر وقت اور ہر جگہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کوئی سن نہ لے۔ اور اب ہم کو آج ہی مشورہ کر کے قرار دے لینا چاہیے کہ آئندہ کیا کارروائی کریں۔ اس اطلاع کے بعد ہمارے لیے راستہ کھل گیا۔ اور یہ طے کر سکتے ہیں کہ یہاں سے کہاں جائیں اور کیا کریں۔"

ابن شمسون: "آج نہیں کل۔ آج ہمارا یہ کام ہے کہ اس مقدس [illegible] محترم مسجد کی اچھی طرح زیارت کریں۔ مسجد اقصیٰ میں پانچوں وقت کی نماز پڑھیں اور کل صبح کو فجر کی نماز کے بعد پہلے اسی قبۃ الصخرہ کے نیچے بیٹھ کر اور پہاڑ کی طرف

صدق دل سے رجوع کر کے باہم تجدید عہد کریں کہ جس کام کے لیے نکلے ہیں جب تک اسے پورا نہ کریں گھر نہ جائیں گے۔ اور ایک دوسرے کا کسی وقت نہ چھوڑیں گے چاہے اس میں ہماری جانیں بھی جاتی رہیں۔"

سب رفیقوں نے اس تجویز کو قبول کیا۔ چنانچہ رات کو یہ لوگ ایک کاروانسرا میں ٹھہرے۔ کچھ رات رہے بیت المقدس میں آ کر جماعت سے نماز پڑھی۔ اور جب سب نمازی چلے گئے تو قبۃ الصخرہ کے نیچے قسمیں کھا کھا کے سب نے عہد و پیمان کیا اور مسجد سے نکل کر سیدھے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

پہاڑ کچھ دور نہ تھے۔ بیت المقدس پہاڑوں ہی پر آباد ہے۔ باہر نکلتے ہی ایک سنسان اور خاموش وادی مل گئی جہاں کسی طرف سے کوئی انسان نہ آتی تھی۔ سب ایک چٹان پر بیٹھ گئے۔ اور ابن شمسون نے کہا "اب بتائیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

ابوالہول: "یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ ابوالحوقل بغداد گیا ہے۔ ہم وہاں جا کے یا جب وہ واپس آنے لگے راستہ میں آسانی سے اس کا کام تمام کر دے سکتے ہیں۔ مگر جب تک دو باتوں کا پتہ نہ لگ جائے فقط ابوالحوقل کے مار ڈالنے سے ہمارا مقصد حاصل نہ ہو گا ہمیں اول تو عزیزۂ مصر کے شوہر منصور کا پتہ لگانا ہے۔ دوسرے یہ دریافت کرنا ہے کہ شاہزادی جولیانا خارویہ کے محل میں کس طرح ہیں۔ اس نصرانی سے معلوم ہوا کہ خارویہ ان پر عاشق ہے۔ اور اگر یہ صحیح ہے تو یقیناً شاہزادی پر اب پہلے سے زیادہ مظالم ہو رہے ہوں گے۔ وہ منظور نہ کرتی ہوں گی اور خارویہ زبردستی ان کو اپنی منکوحہ بنانا چاہتا ہو گا۔ لہٰذا اس ظالم حاکم مصر کے پنجۂ ستم سے ان کو رہائی دلانا ہمارا سب سے اہم فرض ہے۔"

ایک رفیق: "تو پھر آپ ہی بتائیے ان مقصدوں کے حاصل کرنے کے لیے ہمیں کون سی مناسب تدبیر اختیار کرنی چاہیے؟"

ابن شمسون: "منصور کی نسبت تو میرا خیال ہے کہ وہ غالباً افریقہ میں بھاگ گئے ہوں گے جہاں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے بادیہ گردی کر کے اندلس کی سلطنت حاصل کر لی تھی۔ اور بہت سے مفرورین خلافت جا کر اپنی مراد کو پہونچ گئے ہیں۔ لہٰذا ہم میں سے تین آدمیوں کو ان کی تلاش میں ملک مغرب افریقہ و سوس اقصیٰ کا سفر کرنا چاہیے۔ دو آدمی یہیں ارض فلسطین میں ٹھہریں تاکہ جب ابوالحوقل واپس آنے لگے کسی منزل میں موقع پا کر اس کو قتل کر ڈالیں۔ اور ایک آدمی کو بغداد جا کر پتہ لگانا چاہیے کہ وہاں مصر کی بابت کیا کارروائیاں ہو رہی ہیں ابوالحوقل وہاں

ہو گا کہ اپنے رفیقوں کو جو یہاں ہوں خبر دیتا رہے کہ ابو المحوقل کب واپس آئے گا۔ اور اس ملک میں کس راستے سے گزرے گا"

ابو الہول :- "بے شک یہ نہایت مناسب تجویزیں ہیں۔ مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ شاہزادی کو خارد یہ کی قید سے چھڑانے کے لیے کیا تدبیر کی جائے؟"

ابن شمعون :- "اس کے لیے ہم یہ کریں کہ شام کے مختلف لوگوں کی طرف سے چار پانچ فرضی خطوط مصر کے تاجروں اور عام لوگوں کے نام پر بھیج دیں۔ اور ان میں لکھیں کہ ابو المحوقل شاہزادی عزیزۂ مصر کو خارد یہ کے محل میں پہونچا آیا ہے اور خارد یہ ان کے شوہر کے جیتے جی زبردستی ان کو اپنی جورو بنا کے اسلام کے دامن میں دھبہ لگاتا اور نہایت ہی خبث النفسی کے ساتھ شاہزادی کی آبرو لینا چاہتا ہے۔ ان خطوط کے جاتے ہی فسطاط میں آگ سی لگ جائے گی۔ اور خارد یہ سے عام تقاضا شروع ہو جائے گا کہ بتاؤ شاہزادی کو تم نے اپنے محل میں کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ یقین ہے کہ مصر کی عام شورش سے شاہزادی کو انکار کرنے میں مدد مل جائے گی۔ اور خارد یہ کو ان پر علانیہ سختی کرنے کی جرأت نہ ہو گی۔ یہاں تک کہ عباسی شاہزادہ منصور آکے موجود ہو جائے ابن المحوقل مار ڈالا جائے۔ اور خارد یہ میں اتنی قدرت نہ رہے کہ شاہزادی کو ان کے شوہر کے حوالے کرنے میں تامل کرے"

ایک رفیق :- "اور خارد یہ کو زیادہ مشکل میں پھنسانے کے لیے یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابو المحوقل کو قتل کر کے ہم یہ مشہور کر دیں کہ ہم نے اسکو باغراء دعیف کے کہنے سے قتل کیا ہے تاکہ خلافت کے ساتھ خارد یہ کے تعلقات خراب ہو جائیں"

ابو الہول :- "اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں"

یہ سب تجویزیں تھوڑی بحث کے بعد طے ہو گئیں۔ اور قرار پایا کہ ابن شمعون دو رفیقوں کو اپنے ہمراہ لے کے افریقیہ میں چلا جائے۔ ابو الہول ایک رفیق کے ساتھ ارض فلسطین میں ٹھہر کے ابو المحوقل کی واپسی کا انتظار کرے اور چھٹا رفیق بغداد میں جا کر ابو المحوقل کی کارگزاریوں اور خلافت و والیٔ مصر کے تعلقات کا پتہ لگا لگا کے ابو الہول کو مطلع کرتا رہے۔ اور اس سے بھی آگاہ کر دے کہ ابو المحوقل کب واپس روانہ ہو گا۔

اور کشتی دامنہ سے تیرنے لگی"

ان مراحل کے طے ہونے اور فرائض کے قرار پا جانے کے بعد یہ لوگ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر اپنے اپنے ذمے کی خدمتیں انجام دینے کو روانہ ہو گئے۔

اکیسواں باب

ظالم عاشق اور مظلوم معشوقہ

امیر خارویہ اور شاہزادی عزیزۂ مصر دونوں شیروں کے شکار کا تماشا دیکھ کر سلطنت کے اس قدیم پر فضا باغ میں آئے ہیں جس میں ہم نے اکثر خارویہ کو حوض سیماب کے اندر ہوائی کشتی میں بیٹھے دیکھا ہے۔ اس کا چاہیتا شیر زریق ساتھ ہے جس کو دیکھ دیکھ کر شاہزادی سہمی جاتی ہے۔ اور خارویہ اسے چمکار چمکار کے دھیما کر رہا ہے۔ آخر جولیانا نے کہا "اسی شیر کی وجہ سے میں آپ کے ساتھ رہتے ڈرتی ہوں۔ وحشی جانور کا کیا اعتبار؟ اور اسے اختیار سے باہر ہوتے کتنی دیر لگتی ہے؟"

خارویہ: "شاہزادی مجھے اس کا جس قدر اعتبار ہے کسی انسان کا نہیں۔ انسان دغابازی کرتا ہے۔ زہر دیتا ہے۔ بدعہدی کرتا ہے۔ فریب دے کے مارتا ہے۔ اور اس کو نہ مکاری آتی ہے نہ دغابازی۔ ہاں اس کا ایک غصہ البتہ ڈرنے کی چیز ہے۔ مگر میں نے اس کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔ میں ماروں پیٹوں نوچوں جھنجھوڑوں جو چاہے کروں یہ ہرگز غصہ نہ کرے گا۔ میرے دل میں تو انسان کی اس قدر بے اعتباری اور اس پر اتنا بھروسہ ہے کہ میں اپنے بہادر زریق سے کبھی جدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ دن کو میرے قریب بیٹھا رہتا ہے اور رات کو میرے پلنگ کے گرد چکر لگا کے پہرہ دیتا ہے۔ یہ فقط آپ کے حسن اور آپ کی دلکش اداؤں کا اثر ہے کہ اس کی رفاقت و صحبت کو چھوڑ کے میں آپ کے پاس چلا آتا ہوں۔ خیر اب اس وقت جی چاہتا ہے کہ اس چاندی کے دریا میں ہوائی مسند پر آپ کو بٹھاؤں۔ یہ روئے عالمتاب اور یہ لہرانے والی پر پیچ زلفیں دریائے سیمیں میں عجیب بہار دکھائیں گی۔ معلوم ہوگا کہ کوئی سیمیں حور اپنے پورے عالم نور کے ساتھ دنیا میں آ گئی۔"

جولیانا: "نہیں اس کشتی نما مسند پر جو چاندی کے پانی پر تیر رہی ہے میں نہیں بیٹھ سکتی یہ جگہ خاص آپ کے لیے ہے۔ اور آپ ہی کو زیب دیتی ہے۔"

خمارویہ:۔ اے میری حور طلعت نازنین! میں اپنی تمام عمر پہ سمجھتا ہوں کہ اپنی زندگی اور اپنی ساری دولت و حشمت تیرے سپرد کر دینا چاہتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ تو مصر کی قدیم ملکہ قلوپطرہ بنے اور میں رومۃ الکبریٰ کا انطونی بن جاؤں جس طرح قلوپطرہ اپنی مطلا و مذہب کشتی میں بیٹھ کر آئی تھی اور انطونی نے اسے اپنے آغوش شوق میں لے لیا تھا اسی طرح میری تمنا ہے کہ تجھے اس دریائے نیل کی کشتی میں ناز و تمکنت سے بیٹھے دیکھوں اور دوڑ کے لپٹ جاؤں"۔

ان باتوں کو عزیزۂ مصر جولیانا نے کبیدہ خاطری کے ساتھ سنا اور چیں بجبیں ہو کر بولی "امیر مصر! اس قسم کی باتوں سے ہمیشہ ان رو گئے۔ میں وہ نہیں ہوں جو اپنے شوہر کے سوا کسی اور شخص سے اپنے حسن کی تعریف سننا پسند کرے۔ میری صورت بری یا بھلی جیسی ہو جس کے لیے تھی اسکی ہو گئی۔ میں مصر کی فاحشہ و فاجرہ ملکہ قلوپطرہ نہیں ہوں بلکہ فلسطین و عرب کی ملکہ زنوبیہ ہوں جس نے اپنے شوہر کی محبت پر سلطنت و حشمت اور دولت و عزت سب چیزیں تج دی تھیں"۔

خمارویہ:۔ "اچھا اگر تمہارے شوہر منصور زندہ نہ نکلے تب تو تم میرے عشق کو قبول کر دو گی؟"

جولیانا:۔ (جوش و طیش کے ساتھ) ہرگز نہیں۔ میں ہندوستان کی بیوہ کی طرح اسی شوہر کے نام پر جیوں گی جس نے محبت سے میرا ہاتھ پکڑا تھا اور اسی کا نام لیتی ہوئی مرجاؤں گی"۔

خمارویہ:۔ "مگر یہ ظلم ہو گا اور تم خدا کے فضل سے ظالم نہیں رحم دل ہو"۔

جولیانا:۔ "امیر خمارویہ۔ مجھے آپ کے محل میں آئے برس بھر ہو گیا۔ اس مدت میں آپ ہمیشہ اسی قسم کی باتیں کرتے رہے اور میں پہلے اشارۃً و کنایۃً ان بے شرمی کی باتوں سے روکتی رہی اور جب دیکھا کہ آپ کسی طرح باز نہیں آتے تو صاف صاف الفاظ میں سمجھایا اور منع کیا۔ مگر میں دیکھتی ہوں کہ اس کا کبھی آپ پر اثر نہیں ہوتا"۔

خمارویہ:۔ "میں اپنے دل کے ہاتھ سے مجبور ہوں"۔

جولیانا:۔ "غالباً انھیں باتوں کی بدولت فسطاط کے لوگوں میں ہر ایک کی زبان پر ہے کہ آپ زبردستی مجھے اپنی جورو بنانا چاہتے ہیں جس کو میں نے اپنی کنیزوں اور اپنے خادموں سے بار بار سنا۔ مگر ہمیشہ یہی خیال کیا کہ یہ بالکل غلط افواہ ہے اور اکثر اہل مصر نے مجھ سے اس کی تصدیق چاہی تو صاف کہہ دیا کہ یہ خبر کسی مفسد نے اڑائی ہے۔ مگر اب آپ اپنے طرز عمل سے اس کو سچ ثابت کر رہے ہیں اور مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ ہی

نے یہ افواہ نہ مشہور کی ہو۔"
شاہزادی کے یہ الفاظ خارویہ کو ناگوار گزرے۔ اور کہا "تو پھر اب آپ اس افواہ کی تصدیق کر دیجئے۔"
جولیانا۔ "میں نے اگر تصدیق کر دی تو آپ کو مصر میں ٹھہرنا دشوار ہو جائے گا"
خارویہ۔ (برہمی کے لہجے میں) "میں کوئی کمزور حاکم نہیں ہوں میرے گرد شیروں کا پہرہ ہے۔ مجھے کوئی ابن مبرد نہ سمجھے۔ جس طرح لوگوں نے اس پر نرغہ کیا تھا اسی طرح اگر انھوں نے مجھ پر حملہ کیا تو میرے شیر ببر بلوائی کو چیر پھاڑ کے ڈال دیں گے۔"
جولیانا۔ "مصر والوں سے نہیں خدا سے ڈریئے جس کے غضب کو نہ شیر روک سکتے ہیں نہ انسان۔ اور آپ مجھ پر برہم نہ ہوں۔ میں فقط اپنے شوہر کا پتہ لگنے کی امید میں یہاں پڑی ہوئی ہوں۔ کمبخت ابوالجوفل بغداد میں جا کے مر گیا۔ کسی طرح آ ہی نہیں سکتا۔" یہ کہہ کے جولیانا بولی "خیر۔ اب میں اپنے مکان جاتی ہوں۔"
خارویہ۔ (برہمی کے جوش کو دبا کے) "اچھا پھر آنے کا وعدہ کرتی جاؤ۔"
جولیانا۔ "آنے کیوں نہ لگی؟ جب تک آپ کے محل میں اور آپ کے بس میں ہوں خواہ نخواہ آؤں گی۔ میں بھی آؤں گی اور آپ بھی میرے پاس آئیں گے۔ مجھ بدنصیب میں آپ سے نہ ملنے کی قدرت کہاں جو آنے جانے سے انکار کروں۔"
خارویہ۔ "تم میں سب طرح کی قدرت ہے۔ اور تم کو اس سے انکار نہ ہوگا کہ میں نے تمہاری آزادی میں کبھی فرق نہیں ڈالا اور نہ کسی قسم کی زبردستی کی۔"
جولیانا۔ "اس کو میں مانتی ہوں اور آپ کی شکر گزار ہوں۔" یہ کہہ کے جولیانا محل سے نکل کے اپنے سفید خچر پر سوار ہوئی جو اس کی سواری میں رہا کرتا تھا اور شہر کے اس قصر کی راہ لی جس میں مقیم تھی۔
خارویہ نے اس کے جانے کے بعد کوتوال ابن الدغنہ کو بلوایا اور جیسے ہی وہ سامنے آیا کہا "بتاؤ شہر کا کیا حال ہے؟ تم کو پتہ لگا کہ جولیانا کے یہاں آنے اور اس پر ظلم و تشدد ہونے کی خبر کس نے اڑائی ہے؟"
ابن الدغنہ۔ "حضور امیر۔ میں نے بے انتہا جستجو کی۔ اور سراغ رسانی میں بہت تگ و دو کی۔ مگر یہ ثابت ہوا جو پہلے معلوم ہوا تھا کہ یہاں بہت سے لوگوں

تاہم یہ شام و فلسطین سے خطوط آئے ہیں - جن میں یہ قصہ لکھا ہوا ہے"

خارو یہ" وہ ملک بھی تو ہمارے ہی قلمرو میں ہیں- مگر معلوم ہوتا ہے وہاں کے حاکموں اور عاملوں کا انتظام بہت ہی بگڑا ہوا ہے" یہ کہتے ہی اپنے دیوان یعنی منشی کو بلوا کے حکم دیا کہ لکھو- منشی بیٹھ کر لکھنے لگا اور خارو یہ نے یہ عبارت لکھوائی "از جانب فرمانروائے مصر و شام و عرب امیر ... الجمال ... المنفرد الکمال- بنام جملہ عاملان و حاکمان بلاد شام و فلسطین- السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ معلوم ہوتا ہے تمہارا علاقہ متفنی فتنہ انگیزوں سے بھرا ہوا ہے- اور شریر النفس بدمعاشوں نے تمہارے شہروں کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا رکھا ہے- تمہارے علاقے سے یہاں کے ادنیٰ و اعلیٰ لوگوں کے نام پیہم اس مضمون کے خطوط چلے آتے ہیں کہ شاہزادی عزیزۂ مصر میرے تصرف میں ہیں ان کے شوہر زندہ موجود ہیں اور میں جور و ستم سے زبردستی ان کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں- حالانکہ یہ بالکل بے بنیاد قصہ ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں- اور بجز اس کے کہ رعایائے فسطاط و مصر اپنے بادشاہ کی طرف سے بدظن کی جائے اس مراسلت کا اور کوئی مقصد نہیں نظر آتا ہے- لہذا حکم دیا جاتا ہے کہ جن شریروں نے ایسے خطوط لکھے ہوں وہ فوراً گرفتار کر کے فسطاط میں بھیجے جائیں- تاکہ یہاں انکی تشہیر کر کے رعایائے فسطاط کو اطمینان دلایا جائے کہ یہ بے بنیاد خبر ایسے متفنیوں نے محض اس غرض سے شائع کی ہے کہ بادشاہ اور رعایا کے درمیان ناگوار مخالفت پیدا ہو اگر مہینہ بھر کے اندر مجرم پکڑ نہ لیے گئے تو میں خود وہاں پہنچ کر نالائق و نااہل عاملوں اور والیوں کو سخت اور عبرتناک سزا دوں گا"

اس مسودے کے تیار ہوتے ہی خارو یہ نے حکم دیا کہ اس کی بہت سی نقلیں تیار کرائی جائیں- اور ان کے تیار ہوتے ہی ایک ایک نقل کل والیوں اور عاملوں کے نام میرے دستخط سے جاری کر دی جائے- اس کارروائی سے جیسے ہی فراغت ہوئی چوبدار نے آکے ایک خط پیش کیا جسکو خارو یہ نے کئی بار بغور سے پڑھ کے رکھ دیا پھر منشی وغیرہ کو رخصت کر دیا- اور جب ابن الدغنہ کے سوا کوئی نہ رہا تو اس کی طرف دیکھ کر کہا "افسوس ابو الجحفل کو ابھی تک واپس آنے کا موقع نہیں ملا"

ابن الدغنہ" غلام کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ وہاں جا کر بیٹھ کیوں رہے؟"

خارو یہ" وہ وہاں بیکار نہیں ٹھہرے ہوئے ہیں- بڑا اہم کام انجام دے رہے ہیں- میں نے انھیں بھیجا تھا کہ بغداد کے امرائے ترک کو میرے موافق بنائیں- اور یہ جو وہاں

[illegible]

غرض واقع ہوئے ہیں کہ مطلق سماعت نہیں کرتے۔ برابر یہی کہے جاتے [illegible] جمیل
کے قاتلوں اور باغر پر حملہ کرنے والوں کو جہاں سے بنے حاضر کرو۔ ان لوگوں کے خون کا
انتقام خود مجھے لینا چاہیے۔ ان لوگوں کو اس سے کیا غرض؟ قاتل ملتے تو میں خود پکڑ کے
ان کو سزا دیتا۔ مگر نہ ملیں تو کیا کروں؟ لیکن ضدی ترکان بغداد کوئی عذر نہیں سنتے
آخر ابوالحوقل نے عاجز آکر آج مجھے راز میں یہ خط بھیجا ہے میں وہی خط تم کو سنائے
دیتا ہوں۔ تم کو سب حالات معلوم ہو جائیں گے“

اب خارویہ نے وہ خط سنانا شروع کیا۔ جو حسبِ ذیل تھا۔ میرے آقائے نامدار میں نے
بہت کوشش کی مگر یہ لوگ [illegible] آتے۔ اب ضرورت ہے کہ مصر کی فوج [illegible]
آراستہ کی جائے اور آپ مقابلے کے لیے تیار ہیں۔ میں اب بھی جہاں تک [illegible]
ٹالوں گا۔ لیکن اگر کسی طرح ٹالے نہ ٹلی تو اطلاع دے دوں گا کہ حضور [illegible] اپنا لشکر لے کر
ملک شام میں آکر دمشق میں فروکش ہو جائیں یہاں یہ حکمتِ عملی [illegible] ہے کہ ایک طرف تو
وصیف و باغر سے تعلقات بڑھا لیے ہیں اور ان کا ایسا دوست بن گیا ہوں کہ خود ہی ان کو
مشورہ دے کر مقابلے پر لے آؤں گا۔ دوسری طرف تمام سرداران فوج سے ربط ضبط
پیدا کر کے انھیں ان سرداران ترک کا ایسا دشمن بنا دیا ہے کہ امید ہے کہ سب آپ کے شریک
ہو جائیں گے اور باغر و وصیف اتفاقاً زندہ بچ بھی گئے تو اس ناکامی پر زندگی بھر اپنی
[illegible] گے۔ اصل یہ ہے کہ ترکوں میں سے ہر ایک روپیہ کا خواہاں ہے اور اس لالچ میں
یہ اپنے خلیفہ اپنے آقا اپنے سردار اور اپنے دوست ہر ایک کی جان لینے کو تیار ہو جاتے ہیں
اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے ہاتھوں سے کئی خلیفہ مارے گئے۔ بہت سے سرداروں اور رئیسوں کی
جانیں گئیں۔ اور جو مہم ہوتی ہے اس میں ترک سپاہیوں کو بھی لالچ دلایا جاتا ہے کہ لوٹ
میں بہت سی دولت [illegible] آئے گی۔ چنانچہ مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ بھی اسی مقصد سے ہے
ساری قلمرو میں اس درجہ بدنظمی ہے کہ خراج مطلق نہیں وصول ہوتا۔ لہٰذا ان ترکوں کی زندگی
کا سارا دارومدار لوٹ مار پر ہے [illegible] کے غلام ہو جاتے ہیں اسلیے کہ خزانت کے
خزانے میں اتنا نہیں ہے کہ [illegible] ہو سکے۔ یہ حالت دیکھ کر میں نے یہ تدبیر کی کہ اپنی طرف
سے روپیہ [illegible] اکثر افسران فوج کو اپنا بنا لیا ہے۔ میرے پاس جو کچھ تھا [illegible]

حوالے کر دیا۔ چاہو پانچ لاکھ دینار اور بھیج دو جیسے چاہیں تو حضور کو ان سے جتنی ملینگی خود اپنے سپاہیوں سے نہ مل سکے گی۔"

جان نثار دولت ابوالحوقل

یہ خط سن کر ابن الدغنہ کو حیرت ہوگئی۔ اور بولا ابوالحوقل ہونے کو تو ایک تاجر آدمی ہیں۔ سیاست مدن سے ان کو کچھ تعلق نہیں۔ مگر اس سفارت میں انھوں نے وہ کام کیا جو کسی بڑے سے بڑے مدبر سے بھی نہ ہو سکتا۔"

خارویہ:- "اسی وجہ سے تو مجھے ان پر جتنا بھروسہ ہے کسی پر نہیں۔ خیر اب تم بتاؤ کہ اس بارے میں کیا کارروائی کی جائے؟"

ابن الدغنہ:- "غلام کے نزدیک تو حضور فوراً پانچ لاکھ دینار ابوالحوقل کے پاس بھیج دیں۔ اور پچاس ہزار لشکر نیا بھرتی کر کے تیار کر لیں۔"

خارویہ:- "میری بھی یہی رائے ہے۔ مگر فوج کی تیاری اور بھرتی کا کام میں تمہارے سپرد کرنا چاہتا ہوں۔"

ابن الدغنہ:- "میں اپنی ضبطیہ فوج کی تعداد ایک مہینے کے اندر دونی کر دوں گا اس وقت پانچ ہزار سپاہی ہیں دس ہزار ہو جائیں گے۔ مگر جنگی فوج کو حضور اپنے سرداران فوج ہی کے ذریعہ سے تیار کرائیں۔ پولیس اور جنگی فوج کا ایک ہی شخص کے قبضے میں رہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

خارویہ:- "اچھا ان لوگوں کو بھی بلا کے حکم دے دوں گا۔ لیکن خبردار کسی کو نہ معلوم ہونے پائے کہ یہ فوجی تیاری کس غرض سے ہے۔"

ابن الدغنہ:- "انشاءاللہ کسی کو اس کی خبر نہ ہوگی۔"

خارویہ:- "اور ہاں ایک اور مصیبت میرے سر آپڑی ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں شاہزادی عزیزۂ مصر کے شوق وصال میں نہایت بیتاب ہو رہا ہوں۔ جب تک یہ آرزو نہ پوری ہوگی مجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ اور اب تو یہ حال ہو گیا ہے کہ بغیر اسکے مجھے اپنی زندگی دشوار نظر آتی ہے مگر اس سنگدل نازنین کا یہ حال ہے کہ کسی طرح راضی نہیں ہوتی۔"

ابن الدغنہ:- "یہ البتہ مشکل امر ہے۔ خصوصاً جب سے یہ جعلی خطوط آئے ہیں اور فسطاط کے خاص و عام خصوصاً بازاری لوگوں میں طرح طرح کی افواہیں مشہور ہو گئی ہیں یہ

واقعہ زیادہ نازک ہو گیا ہے۔"

خارویہ "تو تم یہ نہیں کر سکتے کہ رعایائے فسطاط کو سمجھا بجھا کے میرے موافق بنا دو؟ یا کم از کم اتنا ہو کہ وہ لوگ میرے اور جولیانا کے معاملے سے بے تعلق ہو جائیں؟"

ابن الدغنہ "یہ ابھی دشوار ہے۔ بلکہ ادھر ایک مہینے سے اور بہت ہی دشوار ہو گیا ہے اس لیے کہ سنا جاتا ہے شاہزادی کا شوہر منصور افریقیہ میں زندہ موجود ہے۔ ابن مبرد وجمیل کے قاتلوں نے اسے ڈھونڈھ کے پیدا کر لیا۔ اور اسکو عنقریب یہاں لانے والے ہیں۔ تاکہ اہل فسطاط کی حمایت میں یہاں قیام کر کے اپنی بیوی کو آپ سے طلب کرے۔"

خارویہ "مجھے اس کا یقین نہیں آتا۔ میں تو جانتا ہوں کہ یہ بھی ایک بے بنیاد افواہ ہے انہیں لوگوں کا کام ہے جو شاہزادی پر میرے ہاتھ سے ظلم ہونے کی خبریں شائع کر رہے ہیں مجھے تو تحقیق کے ساتھ معلوم ہو چکا کہ منصور گرفتار ہو کے بغداد گیا [illegible] ن ترک نے اسکو قتل کر ڈالا۔ اگرچہ اس کے مارے جانے کی ابھی پوری تصدیق نہیں ہوئی۔ مگر یہ بھی غیر ممکن ہے کہ سخت گیر ترک سرداران بغداد کے ہاتھ میں گرفتار ہو جانے کے بعد کوئی زندہ بچ سکے۔"

ابن الدغنہ "غلام کا بھی یہی خیال ہے۔ مگر اس افواہ نے اہل فسطاط میں شاہزادی کے شوہر کے زندہ موجود ہونے کا خیال تو پیدا کر دیا۔ بہر تقدیر ضرورت ہے کہ جس خطرناک معاملے کو ابو الحوقل [illegible] جب تک اسمیں یکسوئی نہ ہو جائے۔ اور حضور وصیف و باغر کا جھگڑا مثانہ یعنی شاہزادی کی [illegible] کوئی کارروائی نہ کریں۔ اگر آپ نے جولیانا کو ذرا بھی ناراض کیا اور شہر میں جو افواہ مشہور ہے اس کی جھوٹوں بھی تصدیق ہو گئی تو فوج کا بھرتی ہونا غیر ممکن ہو جائے گا۔ اور جو فوج جمع ہو گی کیا عجب کہ وہ بھی عوام الناس کے نفروں میں آ کر حضور کے خلاف ہو جائے۔"

خارویہ "مگر میں آخر کب تک صبر کروں؟ میری بدنصیبی سے لوگوں نے شامت زدہ منصور کو بھی زندہ کر کے کھڑا کر دیا۔"

ابن الدغنہ "انھیں دشواریوں کے خیال سے شاہزادی کے معاملے کو بغداد کی آئندہ مہم پر اٹھا رکھنا ضروری ہے۔ بلکہ اس وقت اس کی ضرورت ہے کہ حضور شاہزادی کو دینا اطمینان دلا دیں کہ ان سے بالکل دست بردار ہو گئے۔"

کو مطلق العنان کر دوں۔ یا ایک گھڑی کے لیے بھی انھیں اپنے سے جدا کر دوں۔ بھاگ گئی تو کیا کروں گا؟ اور کیسے میری زندگی ہوگی؟"

ابن الدغنہ "غلام کے نزدیک تو اتنی احتیاط بھی اس وقت خلاف مصلحت ہے۔ لیکن اگر ... نہیں ہو سکتا تو شاہزادی کا دل ہاتھ میں لیے رہیں اور ان کو اپنے سے ناراض نہ ہونے دیں۔"

خارویہ "یہ بھی غیر ممکن ہے۔ نہ مجھ سے یہ ہو سکے گا کہ اس ظالم دلربا کے سامنے اپنی بیتا بیان نہ ظاہر کروں۔ اور نہ یہ امکان میں ہے کہ وہ ان باتوں سے ناراض نہ ہو۔ خیر جہاں تک بنے گا تمھارے کہنے پر عمل کروں گا۔ اور جولیانا کو بہ ظاہر ایک حد تک آزاد رہنے دوں گا۔ اچھا اب تم جا کے عوام کے خیالات کی اصلاح ... کرنے کی کوشش کرو میں کل بغداد میں روپیہ بھیج دوں گا۔" اس گفتگو کے بعد ابن الدغنہ رخصت ہو کے اپنے گھر گیا۔ اور خارویہ اپنے محبوب شیر زریق سے کھیلنے میں مصروف گیا۔

بائیسواں باب

منصور کی واپسی

گزشتہ واقعہ کو دو مہینے گزر گئے۔ بہار کا موسم ہے۔ اور عصر کا وقت ... دمشق کے گرد و پیش کا سر سبز و بہشت آئین خطۂ زمین ہے جو اپنے باغوں میووں پھولوں اور مرغزاروں کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے اور "غوطہ دمشق" کہلاتا ہے موسم کی بہار نے یہاں کے چپے چپے میں ایک دلکشی پیدا کر دی ہے۔ عروس بہار جوبنوں پر ہے۔ باغ میووں سے بھرے ہوئے ہیں کھیت لہلہا رہے ہیں۔ مرغزار فردوس بریں کے میدانوں کی تصویریں دکھا رہے ہیں اور انکے ... صدہا نہریں جاری ہیں جو شباب سے بھرے نونہالان چمن کی آئینہ داری کر رہی ہیں

انھیں میں سے ایک مرغزار میں ایک شفاف و پاکیزہ نہر کے کنارے ہمارے شناسا ابو الہول ابن الشمسون اور ان کے رفقا بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور انھیں کے ساتھ شاہزادی جولیانا کا شوہر عباسی شاہزادہ منصور بھی ہے۔ سب نے چشمہ کے پانی سے وضو کیا۔ سبزے کے فرش زمردیں پر جماعت سے عصر کی نماز پڑھی۔ اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ابو الہول نے منصور کیطرف متوجہ ہو کر کہا "آپ خوب مل گئے۔ ابن شمسون نے واقعی بڑا کمال کیا کہ آپ کو ڈھونڈ ... نکالا۔"

[illegible]

[illegible] تھا کہ یہ وہاں پہنچے۔ اور وہیں چار روز کے بعد ایک صحبت میں مجھکو پہچان لیا۔ اور اُسی دن شام کو مل کر اپنے آنے کا سبب بیان کیا۔ میری یہ حالت تھی کہ اپنے سایے تک سے بھڑکتا تھا۔ اور مشرقی دنیائے اسلام سے اس درجہ خوف زدہ تھا کہ یہاں کے کسی آدمی سے بات کرنا بھی گوارا نہ کرتا تھا مگر انھوں نے کچھ ایسی سچائی کی شان اور خلوص کے انداز سے مجھے یہاں آنے کا مشورہ دیا کہ انکار کرتے نہ بنی زنانہ والے مجھے کسی طرح آنے نہ دیتے تھے مگر میں نے دل میں خیال کیا کہ شاہزادی عزیزۂ مصر کے فراق میں جینا بے مزہ ہے۔ اس زندگی سے مرجانا بہتر ہے۔ اور مرنا ہے تو اپنی محبوبہ شاہزادی کی جستجو اور اُن کے آزاد کرانے کی کوشش میں مرنا چاہیے بس یہی خیال مجھے لے آیا ورنہ اب میرے لیے عراق و عرب اور شام و مصر میں کوئی لطف نہیں باقی رہا ہے۔ اس خبر نے کہ شاہزادی جولیانا خارویہ کے محل میں ہیں اور وہ زبردستی ان کی آبرو لینا چاہتا ہے مجھ میں پر لگا دیے"۔

ابوالہول "ہم سب نے عہد کیا اور خاص قبۃ الصخرہ کے نیچے مسجد اقصیٰ میں بیٹھ کر قسم کھائی تھی کہ جب تک آپ کو ڈھونڈھ کر شاہزادی کو عزت و آبرو سے آپ کے آغوش میں نہ پہنچا دیں گے اور مکار و موذی بدمعاشوں سے انتقام نہ لے لیں گے دم نہ لیں گے"۔

منصور "میرے حق میں خدا نے تم دوستوں کو فرشتۂ رحمت بنا دیا"۔

ابن شمسون "یہاں لوگ ہمارے بھی خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ اور ہم لوگوں کی گرفتاری کے لیے اشتہار دیا گیا ہے۔ اور پانچ ہزار دینار کا انعام مقرر ہے۔ مگر خدا نے ہمیں ہماری گرد پائی نہ پانے دی۔ اور اب ہم انشاء اللہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے"۔

ابوالہول "خدا نے کامیابی کا سب سامان فراہم کر دیا۔ فقط آپ کے آنے کی دیر تھی۔ کل جب سے آپ آ گئے ہیں میرا دل بڑھ گیا۔ اور یقین ہو گیا کہ ہم ضرور اپنے مقصد کو پہونچیں گے"۔

ابن شمسون "یہ تو بتائیے کہ ہمارے افریقہ جانے کے بعد کیا واقعات پیش آئے؟ اور آپ کیا کرتے رہے؟"

ابوالہول "ہم نے وہ خطوط سارے مصر میں پھیلا دیے جن میں لکھا تھا کہ خارویہ شاہزادی پر ظلم و جبر کرتا اور زبردستی ان کی آبرو لینا چاہتا ہے۔ اس کے بعد ہم نے شام کی چند حسین عورتوں کو خارویہ کے محل میں شاہزادی کے پاس بھیجا۔ اور اُن سے معلوم ہوا کہ امیر مصر

نا تنی شاہزادی کی آبرو کے درپے تھا مگر ہمارے خشنون نے مصر میں جو شورش پیدا کر دی تھی اُس سے ڈر کر اپنے ارادے سے رک گیا۔ اور جس طرح پہلے شاہزادی پر علانیہ اظہار عشق کرنے لگا تھا اب نہیں کرتا۔"

منصور: "مجھے خارویہ سے ایسی امید نہ تھی۔ میں تو اس کو ایک سعادت مند اور عدالت پسند نوجوان تصور کرتا تھا۔"

ابوالہول: "جی سب نیکی و عدالت پروری امیر ابن طولون پر ختم ہو گئی۔ ایسا اچھا حکمران مصر کو پھر نہ نصیب ہو گا۔"

ابن شمشون: "اس کے سوا آپ نے اور کیا کیا۔ بغداد میں کیا ہو رہا ہے؟ ابوالحوقل ابھی تک زندہ ہے یا مارا گیا؟"

ابوالہول: "ابوالحوقل ابھی تک بغداد میں ہے۔ اُس نے بہت کچھ کوششیں اور سازشیں کیں مگر وصیف و باغر نے سماعت نہ کی۔ وہ اب تک اسی پر تلے ہوئے ہیں کہ یا ابن مبرد کے جمیل کے قاتلوں کو حاضر کر دو یا مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کوشش میں جب اسے کامیابی نہ ہوئی تو ان دونوں ترک سرداروں کا دست نگر [illegible] کی مخالفت کرنے لگا اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ ترک سپاہیوں اور افسروں میں بے دریغ روپیہ تقسیم کر رہا ہے اور باغر اور وصیف کو ورغلاتا ہے کہ بہت جلد چل کے خارویہ پر حملہ کیجیے۔ ہمارا جو دوست بغداد گیا ہوا تھا ایک ہفتہ ہوا واپس آیا اسی سے یہ سب حالات معلوم ہوئے۔ اور وہ کہتا ہے کہ غالباً ہفتہ ہی دو ہفتے میں بغداد کا لشکر روانہ ہونے کو ہے۔ دوسری طرف مصر سے یہ خبر آئی کہ خارویہ پچاس ہزار لشکر کے ساتھ چل کھڑا ہوا کہ دمشق کے نواح میں ترکوں سے مقابلہ کرے۔ مجھے ان واقعات میں ابوالحوقل کا کوئی بڑا بھاری فریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمارے لیے اچھا ہے۔ اس لیے کہ ابوالحوقل باغر وصیف اور خارویہ سب یہاں جمع ہو جائیں گے۔"

منصور: "اور خدا کرے میری محبوبہ شاہزادی عزیزۂ مصر بھی یہیں آ جائیں۔"

ابوالہول: "وہ ہوں یا نہ ہوں ہم انکو دشمنوں کے پنجۂ ستم سے چھڑا لیں گے اور جہاں ہونگی وہاں سے لا کر آپ کے حوالے کر دیں گے [illegible] مصر کی لڑائی [illegible]"

منصور: "خدا آپ کے ارادوں میں برکت دے۔ شاید اسی خیال سے آپ پہلے سے دمشق میں آ گئے ہیں۔"

ابوالہول: ابن شمسون کے جانے کے بعد سے ایک مہینہ قبل تک میں ارض فلسطین میں مستور رہتا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ ابوالحوقل آئے تو اس کی خبر لوں۔ وہیں سے میں جاسوس عورتوں کو مصر میں اور خمارویہ کے محل میں بھیجا کرتا۔ اور وہیں سے بغداد کے حالات کا پتہ لگایا کرتا لیکن جب یہ سنا کہ دمشق میں مصر و بغداد کے لشکروں کا میدان جنگ گرم ہوگا اور ابوالحوقل بجائے مصر جانے کے لشکر بغداد کے ساتھ آکر خمارویہ کا مقابلہ کرینگے تو میں فوراً دمشق میں چلا آیا کہ اپنی کارروائیوں کا بندوبست پہلے سے کر رکھوں۔ اور چونکہ معلوم تھا کہ آپ کا جہاز یافا میں لنگر انداز ہوگا اس لیے وہیں کے ایک شخص کو مقرر کر دیا کہ جیسے ہی آپ سب صاحب آئیں میرا پتہ بتا کے آپ کو دمشق روانہ کر دیں۔ اور سچ یہ ہے کہ آپ کے اور ابن شمسون کے نہ ہونے سے مجھے اپنی ساری کارروائیاں ادھوری معلوم ہوتی تھیں۔ الحمدللہ کہ آپ تشریف لے آئے اور خدا نے سب کام بنا دیے۔ اب آپ اپنے کو کامیاب و بامراد ہی سمجھیں۔"

منصور: "مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس معاملہ میں کیا تدبیر سوچی گئی ہے؟ اور کامیابی کے لیے آپ نے کیا منصوبہ قرار دیا ہے؟"

ابوالہول: "اس کو آپ بجائے سننے کے آنکھ سے دیکھیں گے۔ اب مغرب کا وقت آگیا ہے اور آفتاب غروب ہو گیا۔ لہذا مغرب کی نماز یہاں پڑھ کر ہم اپنی فرودگاہ کو چلیں۔ خوش نصیبی سے مجھے یہاں رہنے کے لیے مکان بھی اچھا مل گیا۔ جامع بنی امیہ کے پیچھے وہ ایک نہایت ہی پیچیدہ گلی میں واقع ہے۔ ایک دروازہ جامع کی طرف ہے اور دوسرا اس کے عقب میں یہود کے محلہ میں نکلا ہے۔ دشمن ایک طرف پہنچ جائیں تو ہم دوسری طرف سے آسانی سے بھاگ جا سکتے ہیں۔"

اب سب نے مغرب کی نماز پڑھی۔ اور اٹھ کے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔"

تیسواں باب

قصے کا انجام اور خاتمہ

ابتدائے شب کا وقت ہے اور دمشق کا شرقی میدان عظیم الشان مصری لشکر سے بھرا ہوا ہے پچاس ہزار فوج جس میں عربی، مصری، بربری، طرابلسی اور حبشی سپاہی ہیں کہ سوڈان تک

جس پر خاص خارویہ کے خیمے نصب ہیں۔ ان میں ایک سرخ خیمہ جس کے گرد سرخ قناتوں کا
حصار ہے حرم کی زنانی صحبت کے لیے مخصوص ہے۔ اسی خیمے میں اس وقت خارویہ سادے
کپڑے پہنے اور پتلی سبک تلوار کمر میں لگائے ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے
پہلو میں بائیں طرف ایک نقرئی کرسی پر شاہزادی جولیانا خاموش و متفکر بیٹھی ہے چار پانچ
ماہ طلعت رومی کنیزیں سامنے دست بستہ کھڑی ہیں۔ گرد خواجہ سراؤں کا پہرہ ہے۔ اور
اس سے ذرا فاصلے پر ہر جانب شاہی گارد کے پانچ ہزار نبرد آزما پڑاؤ ڈالے ہوئے
ہیں جن میں زیادہ تر طرابلسی و بربری عرب ہیں۔ خارویہ کے چہرے پر ایک امید و بیم کا
اثر طاری ہے۔ اور کہہ رہا ہے کل سب کی قسمت کا حال کھل جائے گا۔ میں ایک ہفتہ سے
انتظار کر رہا تھا۔ کہ آج بہائم صفت دشمنوں کا لشکر بھی آ گیا۔ اور کل قسمت آزمائی کا دن ہے
یا تخت نصیب ہوگا یا تختہ۔ مگر خدا سے امید ہے کہ مجھی کو فتح نصیب ہوگی۔ اس لیے کہ میں حق پر
ہوں اور دشمنوں کا مقصد لوٹنا مارنا خونریزی کرنا اور ایک بے آزار مملکت کو تباہ کرنا ہے۔
صبح تڑکے ادھر سے ہم چلیں گے اور ادھر سے وہ۔ اور تڑکے ہی میدان کارزار گرم ہو جائے گا"
(شاہزادی جولیانا کی طرف دیکھ کر) "مگر شاہزادی آپ مجھے ملول و حزین نظر آتی ہیں! بے شک
مجھ سے آپ کو ہمدردی ہے مگر پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ آپ کا متردد چہرہ نہیں
دیکھا جاتا۔ (مسکرا کر) یہ نہ سمجھیے کہ میں نے یہ جملہ کسی ناجائز شوق میں کہا ہے۔ میں تو عہد
کر چکا ہوں کہ اب کبھی آپ کے سامنے اظہار شوق نہ کروں گا۔ اور اپنے اوپر یہ فرض کر لیا
ہے کہ اس لڑائی کے بعد ہی لے چل کر آپ کے شوہر سے ملا دوں گا جن کی نسبت تحقیق سے
معلوم ہو گیا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ افریقہ میں صحیح و سالم اور زندہ و سلامت موجود ہیں"

جولیانا: "اس نوازش و رحم کی شکر گزار ہوں"

خارویہ: "مگر آپ خاموش کیوں ہیں؟ آپ خود ہی انصاف کریں کہ فقط آپ
کے کہنے سے میں اپنے جانثار زریق اور تمام شیروں کو فسطاط میں چھوڑ آیا
آپ نے کہا کہ اگر یہ شیر ساتھ رہیں گے تو میں نہ چلوں گی مجھے خیال ہوا کہ جب تک
آپ ساتھ نہ ہوں کسی کام میں میرا دل نہ لگے گا۔ اور میری ہمت پست رہے گی
اسی خیال سے اپنی جان کے ان محافظوں کو وہیں چھوڑا اور آپ کو اپنی صحبت

جولیانا۔ (چہرے کو شگفتہ بنا کر) میں آپ سے نہایت خوش اور بشاش ہوں اور آپ کے رنج و غم کی شریک۔ مگر ہاں جب یہ خیال آتا ہے کہ کل لڑائی کا دن ہے۔ خدا جانے کون مارا جائیگا اور کون میدان سے زندہ بچ کے آئے گا تو پریشان ہونے لگتی ہوں۔ لیکن آپ اپنے حوصلے کو بلند اور اپنی ہمت کو مضبوط رکھیں اس لیے کہ آپ کی فتح ہم سب لوگوں کی فتح اور آپ کی مضبوطی ہم سب کی مضبوطی ہے۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ میرے کہنے سے آپ شیروں کو نہیں لائے تو میرے حال پر بڑا بھاری احسان کیا۔ میں دل سے چاہتی تھی کہ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے پہلو بہ پہلو رہوں۔ بہادروں کی بہادری۔ جانبازوں کی جانبازی۔ اور دشمنوں کی شکست و تباہی کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ مگر زریق کے خوف سے دل ہمت ہارے دیتا تھا۔ آپ نے میرا کہنا مان کے مجھے سرفراز کیا۔ اور میرے دل کی تمنا پوری کر دی۔"

خاروبہ۔" تو پھر مجھے کسی بات کا خوف نہیں۔ لڑائی میں آپ میرے ساتھ ہوئیں تو انشاء اللہ ہم سب مشکلوں پر غالب آجائیں گے۔ اور ہاں اپنی وفادار مصاحبہ قہرمانہ کو بھی لیتی آئیں جس کے لانے کی آپ نے شرط لگائی تھی؟"

جولیانا۔" جی ہاں وہ میرے ساتھ ہیں اور کل میدان جنگ میں وہ بھی میرے ہمراہ رہیں گی۔"

خاروبہ۔" آپ نے بہت اچھا کیا کہ اسے ساتھ لے لیا۔ ایک زمانے میں وہ میری محبوبہ تھی۔ مگر بعض اوقات اس سے ایسی درشت مزاجی ظاہر ہوتی ہے کہ مجھے اس سے نفرت سی ہو گئی۔ شاید میری اس بے التفاتی ہی کے باعث وہ ادھر کئی سال سے اکثر ملول نظر آیا کرتی تھی۔ چنانچہ اس کا ملال دور کرنے کے لیے میں نے اس کو آپ کی مصاحبت میں دے دیا کہ آپ کا دل اس سے بہلے اور اس کے دل کا ملال آپ کی صحبت سے دور ہو۔ اور آپ کی شفقت و عنایت اس کے دل سے میری بے پروائی و بے توجہی کے صدمے کو بھلا دے۔

[illegible]

ہے۔ اور آپ دونوں کی خوشی دیکھکر مجھے بھی خوشی ہوتی۔"

جولیانا۔ "وہ تو بڑے حوصلہ والی عورت ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ لڑائی میں ہر موقع پر اور ہر حال میں میری سینہ سپر رہیں گی۔"

خارویہ۔ "اس سے مجھ کو اور اطمینان ہوگیا۔ اب مجھے کل کی لڑائی کے متعلق بہت سے انتظامات کرنا ہیں۔ لہذا شاہزادی اگرچہ جی نہیں چاہتا کہ آپ سے جدا ہوں مگر افسوس مجبور ہوں۔ اب آپ جا کے آرام فرمائیں اور کل تڑکے اٹھکر میدان میں چلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

یہ سنتے ہی جولیانا اٹھکر پاس کے خیمے میں گئی۔ اور خارویہ حرم کے سرخ خیمے سے نکل کر اپنے دربار کے خیمے میں آیا۔ تمام افسران فوج منتظر ہی بیٹھے تھے فوراً یہ انتظامات شروع ہو گئے کہ لشکر مصر میں کون میمنہ کا کون میسرہ کا کون مقدمۃ الجیش کا کون قلب کا اور کون خلف یعنی عقب کی فوج کا سردار ہو۔ قلب کی سرداری خود خارویہ نے اپنے ذمے لی اور اس پر غور ہونے لگا کہ لڑائی کیونکر اور کس طرف سے شروع کی جائے۔ اور سب سے پہلے کون حملہ کرے۔

ان سب باتوں کا فیصلہ کر کے خارویہ خواب کے خیمے میں گیا۔ ساری رات لشکر میں تیاری جنگ کے لیے ایک شور بپا رہا۔ اور بہت کم لوگ تھے جن کی ایک لمحہ کو بھی آنکھ لگی ہو۔

آخر سفیدۂ صبح نمودار ہوا۔ پابند دین سپاہیوں نے اپنے اپنے حلقوں میں جماعت سے نماز ادا کی۔ ہر طرف سے تکبیروں کے نعرے بلند ہوئے کہ لوگ تیار ہو کر اپنے جھنڈوں کے نیچے صف بستہ ہو جائیں۔ لشکر کے مرتب ہوتے ہی کوچ کا طبل بجا۔ فوج کے تمام حصے اپنی اپنی ترتیب سے روانہ ہوئے۔ تین میل گئے ہوں گے کہ مشرق سے آفتاب کی روشن کرنیں نمودار ہوئیں اور انھیں کے نیچے دشمنوں کا لشکر دکھائی دیا جس میں سیاہ علم خلافت عباسی کے دامن میں نیزوں کی نوکیں اور تلواریں بے شمار تاروں اور ہلالوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ دونوں لشکر اور قریب ہوئے اور جب درمیان میں ایک میل کی مسافت باقی رہ گئی تو دونوں حریف لشکر

دم لینے اور سنبھل کر حملہ کرنے کے لیے چند منٹ کو ٹھہر گئے۔

اب ترکی سردار باغر اور اس کے پانچ رفیق باورفتار ترکی گھوڑوں کو اڑاتے ہوئے مصری صفوں کے قریب آئے۔ اور باغر نے بہ آواز بلند کہا۔ خارویہ! اتمام حجت کے طور پہ پھر تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ ابن مبرد اور جبیل کے قاتلوں کو حاضر کرو۔ یہ نہیں ہو سکتا تو اپنا سارا خزانہ ہمارے حوالے کرو۔ اور تین تین دن کے لیے ہمیں شام و فلسطین و مصر کے لوٹنے کا موقع دو۔ اگر یہ دو باتیں بھی نہیں منظور ہیں تو عساکر خلافت کے اسلحہ سے قتل ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

اس کا جواب خارویہ نے بڑھ کے دیا کہ میں نے جو تمہاری جان بچا دی اور اپنے بہادر شیر زریق کا لقمہ نہیں بنایا اس کا معاوضہ تم ناسپاس لوگوں سے یہی ہے؟" تم بدعہد ظالم اور ناسپاس ہو۔ لہذا خدا بھی تم کو چھوڑ کر ہم مصریوں کا ساتھ دیگا جو حق پر ہیں۔ اور اپنی جان اور آبرو کے لیے لڑنا چاہتے ہیں۔ بس اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں میدان جنگ تصفیہ کر دیگا کہ کون حق پہ تھا اور کون باطل پہ۔ اپنے لشکر میں واپس جاؤ اور تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی آتے ہیں۔" یہ کہتے ہی خارویہ تکبیر کا ایک زبردست نعرہ بلند کر کے بڑھا۔ اور اس کے ساتھ لشکر مصر بوق و قرنا اور طبل و جلاجل بجاتا ہوا چلا۔

باغر نے فوراً بھاگ کے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم دیا۔ اور دونوں جانب سے حملہ ہو گیا دونوں لشکروں کی ٹکر بہت ہی زبردست تھی۔ معلوم ہوا کہ دو متلاطم سمندر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ اور ہو چین ٹکرانے کے بعد منتشر ہو کر ایک دوسرے میں مل گئی۔ تقریباً ایک گھنٹہ لڑائی ہوئی ہو گی کہ ابوالحو تل مصری جھنڈے کو ہوا میں اڑاتا ہوا لشکر بغداد سے نکل کر مصریوں کی طرف چلا۔ اور اس کے ساتھ آدھے سے زیادہ ترکی لشکر تھا۔ جو دم بھر میں خارویہ کے علم کے نیچے پہونچ گیا۔ اور جب ان لوگوں نے اور مصریوں کے ساتھ مل کر باغر اور وصیف کے لشکر پر زور و شور سے حملہ کیا تو بغداد کے لشکر کی عجب حالت ہو گئی۔ بعض لوگ بھاگے۔ بعض چلے کہ اپنے ان رفیقوں کا ساتھ دیں جو مصریوں سے مل گئے ہیں۔ بعض کمال اضطراب کے ساتھ اپنے دونوں سپہ سالاروں کی طرف دوڑے دونوں سپہ سالاروں باغر و وصیف کی

[illegible] مصری لشکر جس میں خود ان کے بہت سے نامور بہادران ترک شریک تھے [illegible] کے سر پر آپہونچا۔ اور ان کے قدم کو بھی لغزش ہوئی۔ چنانچہ اپنی جان بچانے کے لیے یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ "افسوس۔ ابوالحوقل نے دغا دی" آخر باقی ماندہ لشکر بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ مصریوں کے سواروں نے تعاقب میں ہزاروں مفرورین کو قتل کیا۔ اور پیدل فوج نے کمال اطمینان کے ساتھ اہل بغداد کی لشکرگاہ پر قبضہ کر لیا۔

جس وقت خارویہ باغر و وصیف کے پرتکلف شاہانہ خیموں اور ان کے ساز و سامان کو دیکھ رہا تھا شاہزادی جولیانا اور اس کی انیسہ و رفیقہ قہرمانہ بھی اس کے ساتھ تھیں۔ شاہزادی عزیزۂ مصر نے بہت سی چیزوں کو پہچانا جن کو ابن مبرد اس کے محل سے لوٹ لے گیا تھا۔ اس خیال پر جولیانا کو بڑی عبرت ہوئی کہ کبھی یہ سامان حشمت میرے قصر میں تھا۔ ابن مبرد جنہیں لوٹ کے لایا تھا بغیر اس کے کہ اس سے تمتع حاصل کرے مارا گیا۔ اور یہ چیزیں ان ترک سرداروں کے گھر میں پہونچیں اب آج ان کے خیموں میں ان چیزوں کو مصری لوٹ رہے ہیں۔ اور باغر و وصیف خدا جانے مارے گئے یا زندہ ہیں۔ اس خیال پر اس کی نرگسیں آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ جن کو خارویہ نے دیکھ لیا۔ اور قریب آ کے کہا "شاہزادی۔ یہ خوش ہونے کا وقت ہے نہ رونے کا ؟"

جولیانا: "بے شک یہ خوش ہونے کا وقت ہے۔ مگر حد سے گزری ہوئی خوشی میں بھی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑا کرتے ہیں۔" بعد ازاں شاہزادی نے وہ چیزیں خارویہ کو دکھائیں اور ان کی عبرتناک تاریخ بیان کی۔ خارویہ کو بھی اس پر تعجب ہوا اور کہا اچھا چلیے۔ دیکھیں کہ آپ کے قصر کی کتنی چیزیں ان خیموں میں ہیں" اب شاہزادی نے خارویہ کے ساتھ پھر پھر کے امرائے ترک کے تمام خیموں کو دیکھا تو بہت سی چیزیں مل گئیں۔ فقط چند چیزیں رہ گئیں جن کا پتہ نہ لگا۔

اس لڑائی نے زیادہ طول نہیں کھینچا۔ طلوع آفتاب کے وقت شروع ہوئی تھی۔ اور پہر دن چڑھے فیصلہ ہو گیا۔ اس لیے کہ ابوالحوقل کی سازش نے بغداد کی قوت کو دم بھر میں تباہ کر دیا۔ بڑے بڑے بہادران ترک اور وصیف

دیا تھا سے مجبور ہو کے سردار ان مصر کے عنقریب ہو بیٹھے۔ اور خارویہ دشمنوں کے خیموں کا معائنہ کر کے مفتوح لشکرگاہ سے نکلا ہی تھا کہ اُس ترکی لشکر نے جو اپنے مالکوں کو چھوڑ کے ادھر آ گیا تھا سامنے آ کے فوجی آداب سے سلام کیا۔ اور اپنے تمام علم جھکا کر اس کے قدموں پر ڈال دیے خارویہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا وصیف و باغر کو تم سے شکایت ہو گی اور تمھیں برا کہتے ہوں گے مگر میں تمہاری نیکی و حق شناسی کی داد دیتا ہوں۔ تم نے حق کا ساتھ دیا۔ اور اس راہ کو اختیار کیا جس میں خدا کی مخلوق کی فلاح و بہبود ہے۔ اپنے بے اصول و بے رحم آقاؤں کے ساتھ فتح حاصل کرنے میں تمھیں قتل و غارت اور خونریزی اور مردم کشی سے تھوڑی بہت دولت ضرور مل جاتی۔ اور اب تم کو اپنی حق پسندی راست بازی۔ اور ہمدردی انسانی کا نہایت اچھا صلہ ملے گا جو تمہارے حوصلے سے زیادہ ہو گا۔"

ایک افسر:- "خدا امیر کی عمر و دولت میں برکت دے حضور کی عدالت گستری فیاضی اور نیک نفسی ہی کی تعریف سن کر ہم نے اپنے آپ کو حضور کی غلامی میں دے دیا۔"

خارویہ:- "اور امید ہے کہ تم مجھے اچھا اور رحم دل آقا پاؤ گے۔ اب چلو میں اپنے پڑاؤ میں چل کے دربار کروں گا۔ اور اسی دربار میں تم کو اپنے اس حق پرستی کے منصفانہ طرز عمل کا انعام ملے گا۔"

بعض سرداروں نے چاہا کہ بڑھ کے نذریں پیش کریں مگر خارویہ نے اس سے روکا اور کہا وہیں دربار میں نذریں لی جائیں گی۔"

اب اپنے مصری اور عظیم الشان ترکی لشکر کے ساتھ خارویہ اپنے پڑاؤ میں گیا خیمہ کے آگے ایک وسیع شامیانے کے نیچے اس نے دربار کیا۔ دربار میں بھی شاہزادی عزیزۂ مصر رخ گلگون پر نقاب ڈالے خارویہ کے پہلو میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اس کی ہمدم و ہمراز قہرمانہ اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ شاہزادی اگرچہ اس وقت تک خارویہ کے ساتھ ساتھ رہی تھی اخلاقی طور پر مسکرا کے اس سے کہا "سب سے پہلے اس بے نظیر فتح پر میں آپ کو مبارکباد دیتی ہوں۔"

خارویہ:- "آپ ہی کی مبارکباد اصلی مبارکباد ہے۔ اس لیے کہ میری سچی عزت وہ ہے جو آپ کے دل میں قائم ہو۔ اور جس طرح خدا نے مجھے یہ فتح اپنے بدخواہ دشمنوں پر

دی ہے اسی طرح ایک نمایاں فتح آپ کے بے مہر دل پر بھی عطا کرے تو میں سمجھوں کہ واقعی خوش نصیب اور کامیاب ہوں"۔

جولیانا: "یہ جملہ آپ کے عہد کے خلاف ہے۔ اور ایسی باتوں کا یہ موقع نہیں ہے"۔

اب لشکر والوں میں سب سے پہلے ابوالحوقل نے آکے اپنی پگڑی اور تلوار خارویہ کے قدموں پر ڈال دی۔ اور کہا الحمد للہ کہ خدا نے مجھے سرخرو کیا"۔

جولیانا (بے اختیارانہ جوش مسرت کے ساتھ کھڑے ہو کر) "کیا تم میرے شوہر کو ڈھونڈھ لائے؟ آہ وہ کہاں ہیں۔ انھیں لاؤ کہ مجھ سے ملیں اور میرے برابر بیٹھیں"۔

ابوالحوقل "شاہزادی۔ میں آپ سے نادم ہوں کہ باوجود بے انتہا جستجو کے اُن کا کہیں پتہ نہیں لگا۔ مگر اسی جستجو میں غلام نے حضور امیر کی ایک اور خدمت انجام دی جو ہمارے امیر و سلطان مصر کے لیے باعث اقبال مندی ہوئی۔ شاہزادی آپ کی خدمت سے میں ابھی دست بردار نہیں ہوا بلکہ پھر خلیفہ زادہ منصور کی تلاش میں جاؤں گا"۔

یہ کہہ کر اُس نے سرداران ترک کو یکے بعد دیگرے خارویہ کے سامنے پیش کیا جو آکے نذریں دکھاتے تھے اور ابوالحوقل ان کے کارنامے بیان کرتا جاتا تھا۔ ان سرداروں کے بعد ترک سپاہی پیش ہونا شروع ہوئے جو جلد جلد سلام کر کے واپس گئے۔ پھر مصری لشکر کے سرداروں نے بڑھ بڑھ کے مبارکبادیں دیں۔ نذریں پیش کیں۔ اور اُن سے بھی فراغت ہو گئی۔

اب خارویہ نے بیٹھے ہی بیٹھے کہا "میرے بہادر دوستو اور ہمدردو میں تمہاری اس بار ور کامیاب کوشش کا شکر گزار ہوں۔ میری فوج والے مصریو عربو۔ اور افریقہ و سوڈان والو تم نے بہادری وفاداری اور مردانگی کا جوہر دکھا کے اپنے امیر اور اپنے ملک کو اپنا شکر گزار اور زیر بار احسان بنا لیا۔ اور اے میرے ترکی و تاتاری دوستو اور رہبر بانو۔ تم نے میری رفاقت کر کے ثابت کر دیا کہ تم حق کے طرفدار۔ نوع انسان کی بہبود کے خواستگار۔ اور ملک و ملت کے سچے حامی و جاں نثار ہو۔ تم سب کی کارگزاریوں کا میں ہمیشہ شکر گزار رہوں گا۔ اور تم کو معلوم ہو جائے گا۔ اور ہمیشہ تمہارے دلوں پر نقش رہے گا کہ میں دلی

شکر گزار اور سچا قدردان ہوں۔ ہم سب جب فسطاط میں داخل ہوں گے تو سارا شہر خوشیاں منائے گا۔ اور اہل شہر کی طرف سے جو تمہاری پُرشان و شوکت دعوت ہوگی اس سے انشاء اللہ ہمیں اپنی جانبازیوں کا اچھا اجر ملے گا۔ مگر میں انعام و اکرام کا آغاز یہیں سے کرتا ہوں۔ اول تو میں تمام سپہگروں کی ماہواریں چوتھائی کی مقدار میں بڑھائے دیتا ہوں ہر افسر کو ایک درجہ تک ترقی دیتا ہوں۔ اور جس کی ماتحتی میں جتنے سوار یا پیدل ہیں آئندہ ان کے دونے کر دیے جائیں گے علاوہ بریں میں حکم دیتا ہوں کہ مال غنیمت میں جس قدر دولت ہاتھ آئی ہو وہ سب کل ہی تم لوگوں میں حسب درجہ و مرتبہ تقسیم کر دی جائے"

ہر طرف سے جوش و خروش سے مسرت کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور ہر شخص کی زبان پر تھا کہ "امیر کا اقبال بلند" "دولت طولونیہ برقرار"! "مصر و فسطاط کی عظمت قائم"! اس غلغلۂ مسرت میں خمارویہ دربار سے اٹھ کر اپنے سرخ خیمے میں گیا۔ اور شاہزادی عزیزۂ مصر اور قہرمانہ اپنے خیمے میں گئیں"

اب دن کا آخری حصہ تھا۔ خمارویہ نے وضو کر کے عصر کی نماز پڑھی۔ اور فوراً ابوالحوقل کو بلوا بھیجا جو اس انتظار میں شاہی خرگاہ کے دروازے ہی پر کھڑا ہوا تھا۔ یاد ہوتے ہی حاضر ہو کے آداب شاہی بجا لایا۔ اور دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ خمارویہ نے ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور کہا "تم جس عزت کے مستحق ہو وہ دولت مصر کے خزانے اور اس کی قوت سے باہر ہے تم نے حیرت انگیز کارگزاری دکھائی اور وہ کام کیا جس سے تاریخ خالی ہے"

ابوالحوقل:- کام کرنے کو ہر شخص تیار ہو جاتا ہے بشرطیکہ کام لینے والا قدردان اور مہربان ہو۔ دراصل یہ حضور ہی کی ہمت افزائی اعانت و دستگیری۔ اور سچی فلاح ملک کی برکت ہے۔ بغداد میں ترک سپاہیوں اور سرداروں کو میں نے دیکھا کہ تنخواہیں نہ ملنے سے فاقے کر رہے ہیں۔ بدنظمی کے باعث ملک کی آمدنی بند ہو گئی ہے۔ اور خزانہ خالی پڑا ہے۔ شہر کی رعایا کو لوٹ لوٹ کے ترک سپاہیوں کے قوت لایموت کا انتظام ہوتا ہے۔ اسی مصیبت سے نجات پانے کے لیے مصر پر بے وجہ حملہ کرنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ میں نے جب دیکھا کہ وہ لوگ

[illegible]
ترک کی دعوتیں کر کے میں نے ان سے دوستی پیدا کرنا شروع کی۔ اور چند ہی روز میں نظر آ گیا کہ روپیہ پیسہ کے ذریعے سے وہ بہ آسانی دوست اور طرفدار بنائے جا سکتے ہیں پھر اسی طریقے سے میں نے باغر و وصیف کو بھی دوست بنا کر اپنی طرف سے غافل کر دیا۔ اس کے بعد جب حضور نے کافی مقدار میں روپیہ بھیجنا شروع کیا تو میں نے ترکی لشکر کے ایک بہت بڑے حصے کو اپنا طرفدار بنا لیا جس کا ثمرہ آج مل گیا۔"

خارویہ۔ "افسوس کہ باغر اور وصیف دونوں بھاگ گئے میں انکو گرفتار کرنا چاہتا تھا۔"

ابوالحوقل۔ "لیکن اب یہ ممکن نہیں کہ وہ حضور کو کسی قسم کا آزار پہنچا سکیں۔ ان کی ساری قوت پامال ہو گئی۔ اور اس قابل ہی نہیں رہے کہ کسی ملک پر حملہ کرنے کا نام لیں۔"

خارویہ۔ "خیر یہ سب آرزوئیں پوری ہو گئیں مگر افسوس شاہزادی عزیزۂ مصر کی سرد مہری نے یہ سب کامیابیاں اور خوشیاں بے مزہ کر رکھی ہیں۔ میں نے دل پر بہت جبر کیا مگر اب نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی تدبیر سے بغداد کی قوت عظیم پر غالب آ گئے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو میری جورو بننے پر راضی کر دو؟"

ابوالحوقل۔ "جس خیال سے میں نے حضور کو شاہزادی پر جبر کرنے سے روکا تھا اب اس کا اندیشہ نہیں رہا۔ ترکوں کو شکست دے دینے کے بعد آپ کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔"

خارویہ۔ "مگر تمھیں نے کہا تھا کہ فسطاط کے لوگ دشمن ہو جائیں گے۔"

ابوالحوقل۔ "اس کا بے شک اندیشہ ہے۔ مگر یہاں مصر والے موجود نہیں ہیں لہذا میری یہ رائے ہے کہ اس فتح کی خوشی میں آج ہی حضور خواہ برضا و رغبت خواہ بہ جبر و اکراہ اُن سے نکاح کر لیں۔"

خارویہ۔ "وہ خوشی سے تو کسی طرح منظور نہ کریں گی۔"

ابوالحوقل۔ "نہ کریں۔ اب آپ کو اس کی مطلق پروا نہ کرنی چاہیے۔"

خارویہ۔ "مگر وہ تو ابھی تک اپنے شوہر کے ملنے کا انتظار کر رہی ہیں۔"

ابوالحوقل۔ "مگر اب یہ کارروائی کی جائے کہ میں حضور کے سامنے اُن سے کہہ دوں کہ اس وقت تک میں نے آپ کی دل شکنی کے خیال سے نہیں ظاہر کیا تھا:

اصل میں آپ کے شوہر گرفتار ہو کے بغداد میں گئے اور مدت ہوئی کہ وصیف کے حکم سے قتل ہو گئے۔ پھر اسی کے بعد نکاح کا معاملہ چھیڑ دیا جائے۔ اگر وہ قبول کریں تو فبہا ورنہ زبردستی حضور قاضی کو بلا کے نکاح پڑھا لیں۔"

خارویہ "زبردستی! لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے؟"

ابوالحوقل "یہاں اس زمانے میں لوگ جوش سرور سے ایسے مست ہو رہے ہیں کہ کوئی کچھ نہ کہے گا۔ رہے فسطاط والے۔ وہ یہاں موجود نہیں ہیں کہ شاہزادی کی جنبہ داری میں بغاوت کریں۔ یہاں فقط فوج کے لوگ ہیں جو انعام ملنے کے شوق میں دنیا و مافیہا کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور سردار سلطنت و علمائے حضور کی مہربانیوں اور فیاضیوں کا دم بھر رہا ہے کسی کے دل میں بھی مخالفت کا خیال نہ آ سکے گا۔ اصل یہ ہے کہ اس سے بہتر موقع شاہزادی کی ضد توڑنے کا نہیں ہو سکتا۔ اور جب آپ کی بیوی بن جائیں گی۔ اور چند روز تک یہاں آپ کے ساتھ رہ کے شاہی جاہ و جلال اور شوکت و حشمت کا لطف اٹھائیں گی تو نہ وہ مخالفت باقی رہیگی اور نہ اپنے اگلے شوہر کی یاد۔"

خارویہ "مگر تمھیں بغداد میں منصور کے مارے جانے کی تصدیق بھی ہو گئی؟ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ افریقہ میں زندہ موجود ہے۔"

ابوالحوقل "جھوٹے ہیں۔ اول تو میں نے بغداد میں یہی سنا کہ وہ مار ڈالا گیا اور اگر بالفرض کہیں زندہ موجود ہو بھی تو ہم گھڑی بھر میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیں گے حضور کو متردد ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

الغرض یہی مشورہ طے پا گیا۔ ابوالحوقل نماز مغرب ادا کرنے کے لیے باہر گیا۔ اور خارویہ شاہزادی کے لانے کے لیے ایک خواص کو بھیج کر نماز میں مصروف ہو گیا نماز پڑھ کے پوری ایک گھڑی بھی انتظار میں نہ گزری ہو گی کہ شاہزادی عزیزۂ مصر اپنی خادمہ قہرمانہ کے ساتھ آ گئی۔ اور پوچھا "تیسرے پہر ہی کو تو میں آپ کے پاس سے گئی ہوں۔ کیا ضرورت پیش آ گئی کہ مجھے یاد فرمایا؟"

خارویہ "ضرورت کچھ نہیں۔ فقط اس لیے کہ آج کے دن کی مسرت و شادمانی کی گھڑیاں آپ کے ساتھ بسر ہوں۔"

جولیانا: "مجھے بھی آج خدا نے ایک ایسی اچھی خبر سنائی کہ اب میں بڑے اطمینان اور سچی خوشی کے ساتھ آپ کے جشن و طرب اور آپ کی خوشیوں میں شریک ہوں گی۔"

خارویہ: "وہ خوشخبری مجھے بھی سناؤ۔"

جولیانا: "میں آپ کے پاس سے جیسے ہی گئی ایک مشفقہ عورت نے آ کے کہا کہ میرے شوہر خیریت سے عسقلان میں آ گئے۔ لوگوں نے بڑے جوش و خروش سے ان کا استقبال کیا اور جب اُن کو معلوم ہوا کہ میں آپ کے ساتھ یہاں ہوں تو فوراً دمشق میں چلے آئے۔"

خارویہ (چہرے کی پریشانی کو بکوشش مٹا کر) "تو وہ آپ سے ملے؟"

جولیانا: "نہیں ملے تو نہیں۔" شاہزادی کی زبان سے یہی الفاظ نکلے تھے کہ ابوالحوقل جس کی کوئی روک ٹوک نہ تھی سامنے آ کر آداب شاہی بجا لایا۔ اور شاہزادی نے اسکی صورت دیکھتے ہی خوشی کے لہجے میں کہا "ابوالحوقل اب تمھیں میرے شوہر کی تلاش میں دوبارہ سفر کرنا نہ پڑے گا وہ صحیح و سلامت موجود ہیں۔"

ابوالحوقل: "کسی نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا۔ میں بھی سن رہا تھا کہ وہ افریقہ میں موجود ہیں مگر میں نے تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ وہ گرفتار ہو کر بغداد میں گئے۔ اور عہدہ داران خلافت کے حکم سے قتل ہوئے۔"

خارویہ: "مگر شاہزادی کو آج ہی خبر ملی کہ وہ افریقہ سے عسقلان میں اور عسقلان سے یہاں آ گئے۔ اگرچہ ابھی شاہزادی سے ملے نہیں ہیں۔"

ابوالحوقل: "یقیناً یہ فریب ہے۔ کوئی اور شخص منصور بن کر آپ کو فریب دینا چاہتا ہے۔"

جولیانا (تعجب سے) "آج صبح تک تو تم کو ان کے حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور ان کی تلاش میں دوسرا سفر کرنے والے تھے؟ اور اتنی دیر میں تحقیق ہو گیا کہ وہ اسیر ہو کر شہید ہو گئے؟"

ابوالحوقل: "مجھے صبح کو بھی معلوم تھا۔ مگر فقط اس خیال سے کہ آپ کی دل شکنی ہو گی نہیں کہا۔"

خارویہ: "اور یہاں موجود ہیں تو پھر آئے کیوں نہیں؟"

ابوالحوقل: "مجھے پتہ بتائیے اگر زندہ و سلامت موجود ہیں تو ان کو قدر و منزلت سے لے آؤں۔ اس سے بڑا خوشی کا کون وقت ہو سکتا ہے؟"

جولیانا: "مجھے ان کا پتہ تو نہیں معلوم۔ میں نے قہرمانہ سے سنا۔" یہ سن کر قہرمانہ جو ساتھ موجود تھی بولی "تھوڑی سی دیر ہوئی دمشق کی ایک عورت نے آ کے بتایا کہ

معزز رئیس منصور دمشق میں آگئے اور انھوں نے مجھ کو اپنے آنے کی خبر دینے کو بھیجا ہے بس اتنا کہہ کے وہ چلی گئی۔"

خاردیہ "مگر ان کا کچھ بھی پتہ بتایا تھا؟"

قہرمانہ "بالکل نہیں۔ اور بتاتی بھی تو میں کیا سمجھتی؟ نہ دمشق کے محلوں کو جانتی ہوں اور نہ یہاں کے لوگوں کو۔ اسکے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود ہی عنقریب آکر ملیں گے۔"

ابوالحوقل "حضور یہ بالکل غلط ہے۔ ایک گروہ حضور کے خلاف سازشیں کرتا پھرتا ہے یہ اسی کا فعل معلوم ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ حضور کی عیش میں خلل انداز ہوں۔ مگر خدا نے حضور کے آفتاب اقبال کو اس قدر بلند کر کے سارے عالم پر چمکا دیا کہ نہ وہاں تک ان کے فتنوں کی کمندیں پہنچ سکتی ہیں اور نہ آفتاب پر خاک پڑ سکتی ہے۔"

پھر اس نے شاہزادی کی طرف توجہ کی اور کہا "حضور شاہزادی۔ آپ اب ایک بدنصیب و خستہ حال عباسی خلیفہ زادے کی بیوی نہیں بلکہ ملکۂ عالم ہیں! اور آپ کا شوہر دنیا کا سب سے بڑا با اقبال شخص۔"

یہ الفاظ سنتے ہی جولیانا کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے اور طیش کے ساتھ نیظ و غضب کے لہجے میں بولی "مکار و خوشامدی بڈھے۔ ہوش میں آ۔ اور اپنی حد سے نہ گذر۔"

ابوالحوقل ۔ (مسکرا کر) "میری نسبت جو کچھ ارشاد ہوا بجا ہے۔ میں ایسا ہی بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ ذلیل شخص تھا۔ حضور امیر فسطاط نے مجھے عزت دی۔ اور اس قابل ہوا کہ حاکموں اور رئیسوں کے دربار میں حاضر ہوں۔ مگر شاہزادی میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ آپ کے شوہر مدت ہوئی مر چکے۔ اور مردوں کا قبر سے اُٹھ کر آنا غیر ممکن ہے۔"

جولیانا ۔ (رقت کے لہجے میں) "تو میں زندگی بھر بیوہ رہوں گی۔"

ابوالحوقل "بیوہ نہیں آپ بادشاہ بیگم اور ملکۂ جہان ہیں۔ امیر خاردیہ آپ کے رخ زیبا کے عاشق۔ آپ کے تیر نگہ کے گھائل۔ آپ کے خنجر مژگان کے بسمل۔ آپ کی زلف گرہ گیر کے اسیر اور آپ کی نرگس فتان کے مفتون ہیں۔ اس شاہی محبت کی قدر کیجئے۔ اور آج ہی عقد کر کے انکی اس فتح و نصرت کی خوشی کو دوبالا فرمائیے اور ان کے دل کی مردہ امیدوں کو زندہ کر دیجئے۔"

جولیانا حیرت سے ابوالحوقل کی صورت دیکھتی تھی اور خاموش تھی مگر جیسے ہی اس نے اپنے

حملے ختم کیے ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی کمبخت ظالم۔ تو نے دل کو چاک چاک کر دیا۔ خدا کے لیے بس کر۔ اس سے زیادہ سننے کی تاب نہیں ہے۔"

خارویہ:۔ "میری دل کی مالک جولیانا۔ یہ میرے دل کے الفاظ ہیں جو ابوالحوقل کی زبان سے نکلے۔ اس وقت تک میں نے بہت ضبط کیا۔ اور اب خدا کی قسم ضبط کی تاب نہیں۔" یہ کہتے ہی جولیانا کا نازک ہاتھ پکڑ کے چاہا کہ اپنے آغوش میں کھینچ لے۔ مگر جولیانا اپنی بے بسی پر زار و قطار رونے لگی۔

ابوالحوقل:۔ "بیوی یہ رونے کا نہیں خوش ہونے اور فخر کرنے کا موقع ہے۔"

جولیانا:۔ "ایسا بیحیائی کا فخر دناز تجھے اور تیرے بدکار آقا ہی کو مبارک رہے۔"

خارویہ:۔ "خدا کی قسم میں بدکار و زانی نہیں ہوں۔ میں نکاح کر کے تم کو اپنی جان کی مالک ملکہ بنانا چاہتا ہوں۔ اور اس شوق کے پورا ہونے کے لیے آج سے بہتر کوئی دن نہیں ہوسکتا (ابوالحوقل سے)، قاضی دمشق کو بلاؤ کہ اسی وقت آکر نکاح پڑھ دیں۔ تم ان کے صحیح ولی ہو اس لیے کہ تمہارے ہی ذریعہ سے یہ آئیں اور گواہ وہ افسران فوج ہو جائیں گے۔"

قبل اس کے کہ جولیانا کچھ کہے سنے ابوالحوقل اٹھ کے گیا خارویہ نے فوراً جولیانا کے چہرے پر نقاب ڈال دی۔ اور دو منٹ بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ قاضی اور گواہ آکر موجود ہو گئے جو پہلے ہی سے بلا رکھے گئے تھے۔

اب جولیانا اپنی بے بسی و بے کسی پر زار و قطار رو رہی تھی قاضی صاحب نے آتے ہی ایک مختصر خطبہ پڑھ کے ایجاب و قبول کر دیا۔ جولیانا کا رونا رضامندی سمجھا گیا۔ اور اس کے ولی ابوالحوقل نے ایجاب کی تصدیق کر دی۔ جس کے بعد قاضی صاحب نے مبارکباد کے عوض چند دعائیہ کلمات قرأت و ترتیل کے ساتھ کہیں پڑھے۔ اور سارے لشکر میں مبارک سلامت کا غل مچ گیا کہ آج کی فتح کے ساتھ ہی امیر خارویہ کی یہ تمنا بھی پوری ہو گئی کہ شاہزادی جولیانا عزیزۂ مصر اس کی دولھن بن گئی۔

قاضی اور گواہ انعام لے کر رخصت ہوئے اور دمشق کی چابکدست مشاطاؤں کو بلا کے حکم دیا گیا کہ جولیانا کو دولھن بنا کر امیر خارویہ کے حجلۂ عروسی میں پہنچا دیں۔

جب یہاں تک نوبت پہونچی تو جولیانا کچھ سوچ کر خاموش ہو گئی رونا یکایک موقوف ہو گیا۔ اور وہ کمال متانت و استقلال کے ساتھ ہر مصیبت کے برداشت کرنے کے لیے

[illegible]

کلمہ نکل بھی جاتا تو فوراً دلدہی کی باتیں کر کے اس کے خون شدہ دل کو تسلی دے دیتی۔

خارویہ حکم دیتے ہی اپنے سرخ خیمے میں جشن منانے لگا اور مشاطائیں جو لیا نا کو اور خیمے میں اٹھالے گئیں۔ ادھر پری جمال و شوخ ادا ناچنے والیاں جن میں سے کچھ مصر سے لشکر کے ساتھ آئی تھیں اور کچھ دمشق سے بلوائی گئی تھیں خارویہ کے سامنے مجرے کر رہی تھیں۔ نبیذ کا جام دور میں تھا۔ اور تمام ندیمان صحبت پر بیخودی کا عالم طاری ہوتا جاتا تھا۔ ہر طرف مبارکباد کا نغمہ بلند تھا۔ اور نبیذ کے نشے سے زیادہ سب کے دلوں پر سرور و شادکامی کا نشہ چھایا ہوا تھا۔ اور اس شاہی جشن میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو شرکت کی عام اجازت تھی۔

اسی عیش و طرب میں آدھی رات سے زیادہ گزر گئی۔ گرد و پیش کا شور مبارک باد کم ہوتے ہوتے رات کے سناٹے میں غائب ہو گیا۔ امراء و معززین دربار جو شریک جشن تھے اور جن کی آنکھیں نبیذ کے خمار سے جھکی پڑتی تھیں سب کو اپنے خیموں میں جا کے سونے کی اجازت عطا ہوئی۔ ابوالجیش جو سب سے زیادہ مقرب بارگاہ تھا فتح و نصرت اور عروسی اور وصل محبوبہ کی دوہری مبارکباد دے کے اپنے خیمے کو روانہ ہوا۔ اور مشاطاؤں نے آ کر مژدہ سنایا کہ حجلۂ عروسی سج گیا۔ اور چاندسی دولھن بن سنور کے تیار ہو گئی حضور کے تشریف لے چلنے کی دیر ہے۔"

یہ مژدۂ وصال سنتے ہی خبر لانے والیوں کو خارویہ نے ہزاروں دینار انعام میں دیے اور دل ہی دل میں خوش ہوتا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتا ہوا حجلۂ عروسی میں داخل ہوا۔ جو ہر طرف پھولوں۔ ریشم کے پھندنوں اور مقیش کی جھالروں سے آراستہ تھا۔ زمین پر اطلس کا فرش تھا۔ زربفت کے پردے چاروں طرف لٹک رہے تھے۔ درمیان میں ایک اعلیٰ درجہ کا نفیس پلنگ تھا جس پر گلاب و ارغوان کے پھولوں اور بیلے چنبیلی کے ہاروں کا شامیانہ زرد رومی مخمل کی توشک پر ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا عدیم المثال ایرانی قالین جو تہہ کیا ہوا بچھا تھا۔ اور اس پر زاہد فریب عروسی مہ پارہ شرم سے گردن جھکائے بیٹھی تھی۔ اندر قدم رکھتے ہی پھولوں کی مہک اور عطروں کی لپٹ سے خارویہ کا دماغ معطر ہو گیا۔ اور مرصع زیور کے الماس و یاقوت کی شعاعوں سے نگاہ خیرہ ہو گئی۔ یہ معلوم ہوا کہ سورج کی شعاعوں اور نورانیت کے آغوش میں فردوس بریں کی ایک حور آ کے بیٹھ گئی

خدا کے لیے بس کر۔ اس سے زیادہ سننے کی تاب نہیں ہے۔"

خمارویہ:۔ میری دل کی مالک جولیانا۔ یہ میرے دل کے الفاظ ہیں جو ابوالحوقل کی زبان سے نکلے۔ اس وقت تک میں نے بہت ضبط کیا۔ اور اب خدا کی قسم ضبط کی تاب نہیں ہے"

یہ کہتے ہی جولیانا کا نازک ہاتھ پکڑ کے چاہا کہ اپنے آغوش میں کھینچ لے۔ مگر جولیانا اپنی بےبسی پر زار و قطار رونے لگی۔

ابوالحوقل:۔ بیوی یہ رونے کا نہیں خوش ہونے اور فخر کرنے کا موقع ہے"

جولیانا:۔ ایسا بیحیائی کا فخر و ناز تجھے اور تیرے بدکار آقا ہی کو مبارک رہے"

خمارویہ:۔ خدا کی قسم میں بدکار و زانی نہیں ہوں۔ میں نکاح کر کے تم کو اپنی جان کی مالک ملکہ بنانا چاہتا ہوں۔ اور اس شوق کے پورا ہونے کے لیے آج سے بہتر کوئی دن نہیں ہو سکتا (ابوالحوقل سے) قاضی دمشق کو بلاؤ کہ اسی وقت آ کر نکاح پڑھ دیں۔ تم ان کے صحیح ولی ہو اس لیے کہ تمہارے ہی ذریعے سے یہ آئیں اور گواہ وہ افسران فوج ہو جائیں گے"

قبل اس کے کہ جولیانا کچھ کہے سنے ابوالحوقل اٹھ کے گیا اور فوراً جولیانا کے چہرے پر نقاب ڈال دی۔ اور دو منٹ بھی نہ ہوئے ہوں گے کہ قاضی اور گواہ آ کر موجود ہو گئے جو پہلے ہی سے بلا رکھے گئے تھے۔

اب جولیانا اپنی بےبسی و بےکسی پر زار و قطار رو رہی تھی قاضی صاحب نے آتے ہی ایک مختصر خطبہ پڑھ کے ایجاب و قبول کر دیا۔ جولیانا کا رونا رضامندی سمجھا گیا۔ اور اس کے ولی ابوالحوقل نے ایجاب کی تصدیق کر دی۔ جس کے بعد قاضی صاحب نے مبارکباد کے عوض چند دعائیہ کلمات قرأت و ترتیل کے ساتھ کہے نہیں پڑھے۔ اور سارے لشکر میں مبارک سلامت کا غل مچ گیا کہ آج کی فتح کے ساتھ ہی امیر خمارویہ کی یہ تمنا بھی پوری ہو گئی کہ شاہزادی جولیانا عزیزۂ مصر اس کی دولھن بن گئی۔

قاضی اور گواہ انعام لے کر رخصت ہوئے اور دمشق کی چابکدست مشاطائیں بلا کے حکم دیا گیا کہ جولیانا کو دولھن بنا کر امیر خمارویہ کے خیمۂ عروسی میں پہنچا دیں۔

جب یہاں تک نوبت پہونچی تو جولیانا کچھ سمجھ کر خاموش ہو گئی رونا یکایک موقوف ہو گیا۔ اور وہ کمال متانت و استقلال کے ساتھ ہر مصیبت کے برداشت کرنے کے لیے

[illegible]
کلمہ نکل بھی جاتا تو فوراً دلدہی کی باتیں کر کے اس کے خون شدہ دل کو تسلی دے دیتی۔

خارویہ حکم دیتے ہی اپنے سرخ خیمے میں جشن منانے لگا اور مشاطائیں جو لیا نا کو اور خیمے میں اٹھالے گئیں۔ ادھر پری جمال و شوخ ادا ناچنے والیاں جن میں سے کچھ مصر سے لشکر کے ساتھ آئی تھیں اور کچھ دمشق سے بلوائی گئی تھیں خارویہ کے سامنے مجرے کر رہی تھیں۔ نبیذ کا جام دور میں تھا۔ اور تمام ندیمان صحبت پر بیخودی کا عالم طاری ہوتا جاتا تھا۔ ہر طرف مبارکباد کا نغمہ بلند تھا۔ اور نبیذ کے نشے سے زیادہ سب کے دلوں پر مسرور و شادکامی کا نشہ چھایا ہوا تھا۔ اور اس شاہی جشن میں ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو شرکت کی عام اجازت تھی۔

اسی عیش و طرب میں آدھی رات سے زیادہ گزر گئی۔ گرد و پیش کا شور مبارکباد کم ہوتے ہوتے رات کے سناٹے میں غائب ہو گیا۔ امراء معززین دربار جو شریک جشن تھے اور جنکی آنکھیں نبیذ کے خمار سے جھکی پڑتی تھیں سب کو اپنے خیموں میں جا کے سونے کی اجازت عطا ہوئی۔ ابو الجیش جو سب سے زیادہ مقرب بارگاہ تھا فتح و نصرت اور عروسی اور وصل محبوبہ کی دوہری مبارکباد دے کے اپنے خیمے کو روانہ ہوا۔ اور مشاطاؤں نے آکر مژدہ سنایا کہ حجلہ عروسی سج گیا۔ اور چاندسی دولھن بن سنور کے تیار ہو گئی حضور کے تشریف لے چلنے کی دیر ہے۔“

یہ مژدۂ وصال سنتے ہی خبر لانے والیوں کو خارویہ نے ہزاروں دینار انعام میں دیئے اور دل ہی دل میں خوش ہوتا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتا ہوا حجلہ عروسی میں داخل ہوا۔ جو ہر طرف پھولوں۔ ریشم کے پھندنوں اور مقیش کی جھالروں سے آراستہ تھا۔ زمین پر اطلس کا فرش تھا۔ زربفت کے پردے چاروں طرف لٹک رہے تھے۔ درمیان میں ایک اعلیٰ درجہ کا نفیس پلنگ تھا جس پر گلاب و یاسمین کے پھولوں اور بیلے چنبیلی کے ہاروں کا شامیانہ زرد رومی مخمل کی توشک پر ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا عدیم المثال ایرانی قالین جو تہہ کیا ہوا بچھا تھا۔ اور اس پر زاہد فریب عروسی مہ پارہ شرم سے گردن جھکائے بیٹھی تھی۔ اندر قدم رکھتے ہی پھولوں کی مہک اور عطروں کی لپٹ سے خارویہ کا دماغ معطر ہو گیا۔ اور مرصع زیور کے الماس و یاقوت کی شعاعوں سے نگاہ خیرہ ہو گئی۔ یہ معلوم ہوا کہ سورج کی شعاعوں اور نورانیت کے آغوش میں فردوس بریں کی ایک حور آکے بیٹھ گئی

نوجوان والی مصر کے قالین پر دولھن کے برابر بیٹھ گیا۔ اور کہا "میری مہ جبین محبوبہ جولیانا حجلۂ عروسی کی زیب و زینت اور شب وصال کی زندگی بخش مسرت نے اگرچہ شرم و حجاب کو پیدا کردیا ہے مگر ہم تم نئے نہیں ہیں۔ تم وہی روز کی ملنے والی محبوبۂ شیرین ادا ہو اور میں وہی تمہارا عاشق شیدا ہوں۔ شرم کو دور کرو۔ منھ کھولو۔ ہنسو بولو۔ اور اس خوش نصیبی کی رات کو الفت و محبت کی باتوں میں صرف کردو۔"

بار بار اس قسم کی باتیں کرنے اور قسم دلا دلا کے اصرار کرنے پر بھی دولھن نے منھ نہ کھولا اور بات نہ کی تو خارویہ نے تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی خوشامد کے بعد دست درازی شروع کی۔ خارویہ کو اس درجہ بیباک دیکھ کر دولھن اسی طرح منھ چھپائے ہوئے قالین پر لیٹ گئی خارویہ نے ہنس کر کہا "معلوم ہوتا ہے آج تم نے بات کرنے کی قسم کھالی ہے۔" اور دولھن کے برابر خود بھی لیٹ کر اس سے لپٹنے لگا۔

اب یکایک دولھن نے حرکت کی۔ وہ خود آغوش شوق کھول کر لپٹی۔ لپٹتے ہی اس کے اوپر آگئی۔ اور ساتھ ہی پہلو سے ایک خنجر نکال کے خارویہ کے سینے میں پیوست کردیا۔ خارویہ نے ایک چیخ ماری مگر بنی سنوری دولھن کے دوسرے ہاتھ نے منھ بند کر کے اُس چیخ کو منھ ہی کے اندر ختم کردیا۔ ساتھ ہی خنجر کو جو ایک ہی وار میں دل کے اندر پیوست ہو گیا تھا اس طرح زور زور سے گھنگھولا کہ خارویہ بغیر تڑپے ٹھنڈا ہو گیا۔

حجلۂ عروسی کے باہر کسی کو خبر نہ تھی سب اپنے فاتح حکمران کے عیش پر خوشیاں منا رہے تھے۔ مگر یہاں اب بہادر قاتل دولھن آہستہ سے اٹھی۔ سارا زیور اتار کے لاش کے برابر رکھ دیا۔ لباس عروسی کو بھی وہیں ڈالا۔ شاہی خادمان کی وردی کا ایک جوڑا جو پلنگ کے نیچے پڑا ہوا تھا جھٹ پٹ پہنا اور باہر نکلی۔ قریب ہی اس کو اسی وضع کا ایک اور غلام ملا جس نے اس کی صورت دیکھتے ہی پوچھا کام پورا ہو گیا؟

مرد نما دولھن :- "ہاں پورا ہو گیا۔"

نوجوان :- "بڑا کام کیا اور اس خدمت کو تم نے نہایت خوبی سے انجام دیا۔"

دولھن :- "شاہزادی لوگ غافل ہیں۔ غالباً صبح سے پہلے کسی کو خبر نہ ہو۔ مگر ہمیں فوراً بھاگنا چاہیئے۔ خیریت کے ساتھ اپنے آقا منصور کے پاس پہونچ جائیں تو اطمینان ہو۔"

دونوں نوجوان فوراً بھرتی اور آہستگی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے چلے۔

خواجہ سرا اور شاہی گارڈ کے اکثر لوگ غافل تھے۔ اور جو ہوشیار تھے سمجھے کہ امیر خاردیکے خواصی کے غلام ہیں۔ دونوں نوجوان انھیں سے گزر کے پڑاؤ کے مغربی کنارے پر پہونچے جہاں ایک معزز شکل و شمائل کا شخص انتظار میں کھڑا تھا وہ فوراً دونوں کو فوج سے دور ہٹا لے گیا اور ٹھہر کے اس نوجوان سے جو دولھن کو حجلۂ عروسی کے باہر ملا تھا لپٹ گیا دیر تک روتا رہا پھر آنسو پونچھ کر پوچھا۔ میری نازنین عزیزۂ مصر بتاؤ ظالم کو جہنم میں پہونچا آئیں؟"

عزیزۂ مصر۔ "اس لیے کہ یہ وہی ہماری ہیروئن جولیانا ہے جو مصری غلاموں کے بھیس میں ہے، ہاں وہ دوزخ میں پہونچ گیا۔ مگر مجھ سے کچھ نہ ہو سکتا جو کچھ کیا میری مہربان قہرمانہ نے کیا سب سے پہلے انھوں نے یہ بڑا کام کیا کہ دمشق کی ناواقف مشاطاؤں کو یہ باور کرا دیا کہ جولیانا میں نہیں یہ ہیں۔ چنانچہ انھوں نے انھیں کو دولھن بنا کر اور بنا چنا کے حجلۂ عروسی میں بٹھا دیا جس کو میں اپنی قتل گاہ سمجھی ہوئی تھی۔ انھیں نے خدا جانے کس تدبیر سے مصری غلاموں کے دو جوڑے منگوا لیے جن میں سے ایک مجھے دیا کہ پہن لوں۔ اور دوسرا اپنے پاس رکھ لیا۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کو خود ہی بتائیں گی۔ اس لیے کہ میں باہر چھپی کھڑی تھی۔"

منصور۔ "وہ جوڑے تو میں نے بڑی مشکل سے فراہم کر کے اُس عورت کے ہاتھ جس نے تم کو میرے آنے کی خبر کی تھی بھیج دیے تھے۔ مگر ان کو تم ہی نے تو مانگ بھیجا تھا!"

جولیانا۔ "میں نے تو نہیں منگوائے تھے۔"

قہرمانہ۔ "عام شاہی جشن طرب میں مجھے وہ ناچ دکھتی نظر آئی میں نے اس کو شاہزادی کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا کہ دو غلاموں کے جوڑے لے آئے۔ میں نے خیال کیا کہ بغیر ان کپڑوں کے ہم بھاگ نہ سکیں گے۔"

منصور۔ "اور وہ قالین بھی نیچے بچھا لیا تھا جس کو میں نے بھیجا تھا؟"

قہرمانہ۔ "جی ہاں میں نے پلنگ کے اوپر توشک پر اس کو چوتہا کر کے بچھوا دیا تھا اور اسی میں سارا خون جذب ہوا۔"

منصور۔ "بس میں بھی چاہتا تھا۔ آج اس قالین کا معاوضہ مجھے مل گیا۔ اسی ضرورت سے میں اس کو مصر سے ساتھ لے کر بھاگا تھا۔"

اب قہرمانہ نے جو ابھی تک غلاموں کے بھیس میں تھی ساری سرگذشت بیان کی

بند کر دیا اور کسی کو خبر ہو سکی کہ اندر کیا ہو رہا ہے"

جولیانا:- "تمھیں تھیں کہ ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ میرا تو ہاتھ کانپ جاتا"

قہرمانہ:- "میرے دل میں جو بغض بھرا ہوا تھا اس سے اتنا بھی نہ ہوتا؟ اسکے علاوہ بیوی آپ کی محبت نے مجھ میں قوت اور شجاعت پیدا کر دی۔ ورنہ بھلا یہ کام میرے کرنیکا تھا"؟

جولیانا:- "غنیمت یہ ہوا کہ زریق نہ تھا جو رات بھر اسکے بچھونے کے گرد پہرہ دیا کرتا؟"

قہرمانہ:- "ہوتا تو پھر کوئی بات نہ بن پڑتی۔ آپ نے کیا یہی سوچ کے اس شیر کے لانے سے روک دیا تھا؟"

جولیانا:- "اس وقت تو یہ خیال نہ تھا۔ مگر اتفاق سے یہ بات ہو گئی جس میں خدا کی بڑی مصلحت تھی"

منصور:- "خیر میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ اتنی مدت کے بعد اتنے بڑے شقی القلب ظالم کے پنجے سے چھوٹ کر مجھے میری محبوبہ مل گئی۔ اور جولیانا تم مل گئیں تو سب دولتیں اور نعمتیں مل گئیں"

جولیانا:- "اب آپ اسی وقت دمشق بھاگ چلیں۔ صبح ہوتے ہی بڑا ہنگامہ مچ جائے گا۔ اور ہم یہاں ہوئے تو پکڑ لیے جائیں گے"

منصور:- "لیکن ابھی مجھے ایک بات کا انتظار ہے۔ جن لوگوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجنے کے لیے غلاموں کے جوڑے فراہم کر دیے تھے جب تک وہ نہ آ جائیں ٹھہرنا ضروری ہے"

جولیانا:- "وہ کون لوگ ہیں؟"

منصور:- "ذرا صبر کرو۔ ابھی معلوم ہوا جاتا ہے"

اب یہ سب لوگ مصری ٹیلے سے الگ ایک بڑی چٹان کی آڑ میں خاموش بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ منصور نے اٹھ کے دیکھا تو چھ آدمی نظر آئے۔ ذرا بلند آواز میں کہا "انتقام" ساتھ ہی ان لوگوں نے بھی یہی لفظ زبان سے دوہرایا اور جھپٹ کر قریب آ گئے۔ منصور نے پوچھا "کیسے انتقام پورا ہوا؟"

ایک شخص: ہاں ابوالحوقل کو جبکہ وہ خمارویہ کے خیمے سے نکل کے جا رہا تھا۔ ہم نے جھرمٹ میں کر لیا۔ پھر فوراً ہم میں سے ایک نے اس کو زمین پر گرا دیا۔ دوسرے نے اسکا منھ بند کیا کہ آواز نہ نکلے اور رفیقوں نے ہاتھ پاؤں پکڑ لیے کہ تڑپنے نہ پائے اور ابوالہول نے اوپر سوار ہو کے پہلے سینہ چاک کیا۔ پھر سر کاٹ کے الگ کر دیا۔ بعد ازاں ہم نے نہایت ہی خموشی کے ساتھ اس کی لاش کو لے جاکے وہاں ڈال دیا جہاں لڑائی کے مقتولین کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔"

منصور: "بڑا کام کیا ایسی خموشی و ہوشیاری کے ساتھ اتنے بڑے لشکر کے اندر ایسے عظیم الشان کام کو انجام دینا آسان نہ تھا۔"

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی ابوالہول اور ابن شمسون کے گروہ والے ہیں جو یہ عہد کر کے مصر سے چلے تھے کہ ابوالحوقل کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ ابوالہول نے منصور کے جواب میں کہا: "اس احتیاط کی ضرورت تھی۔ اگر کوئی بھی دیکھ لیتا تو غل مچا دیتا۔ اور سارے لشکر میں ہنگامہ مچ جاتا اور ہماری شاہزادی کو اپنے کام میں دشواری پیش آتی۔ خدا جانے انھیں بھی ظالم سے انتقام لینے کا موقع ملا یا نہیں؟"

منصور: "موقع ملا۔ اور پوری کامیابی کے ساتھ۔ خمارویہ اپنے حجلۂ عروسی میں مرا پڑا ہے۔ اور شاہزادی اور ان کی رفیق قہرمانہ یہاں موجود ہیں۔" دونوں عورتوں نے فوراً منھ نقاب میں چھپا لیے۔ اور منصور نے ان سب کو آگے کر کے شاہزادی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ان کو سامنے دیکھ کر شاہزادی نے کہا: "بہادر ابوالہول ابن شمسون اور ان کے رفیقو۔ میں تمہاری نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ تم نے میری ہمدردی کی۔ میرے شوہر کو ڈھونڈھ لائے۔ اور اپنے پاک مقصد میں کامیاب ہوئے۔"

اب چھوٹے بڑے اور شاہزادی کے قدم چومنے کو جھکے۔ اور ابوالہول نے جھک کر کہا: "مگر تعجب ہے کہ ابھی تک کسی کو خمارویہ کے قتل کی خبر نہیں ہوئی۔"

قہرمانہ: "شاید۔ مگر صبح سے پہلے کوئی ان کے عیش میں خلل انداز نہ ہوگا۔"

شاہزادی: "اب انھیں اسی نیند میں سوتا چھوڑ کر ہم دمشق بھاگ چلیں۔"

ابوالہول: "دمشق میں ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اسی وقت مصر کا راستہ لیں

اور وہاں کے لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیں"

الغرض صبح سے پہلے ہی یہ چھوٹی جماعت چل کھڑی ہوئی۔ اور فسطاط میں داخل ہوتے ہی شاہزادی نے ایک عام دربار کیا اور مجمع عام کے سامنے خود اپنی زبان سے یہ الفاظ کہے کہ فسطاط کے لوگو۔ تم نے ہر موقع پر میرے ساتھ جو ہمدردی کی اور تمھیں جو سچی محبت میرے اور میرے خاندان کے ساتھ ہے اسکا میں نہایت ہی خلوص اور جوش دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں" پھر تمام حالات کا انکشاف کر کے کہا میں تمہاری ہی محبت و ہمدردی کی امید پر یہان آئی ہوں۔ اگر تم لوگ میرا ساتھ دینے کو تیار ہو تو یہان رہون ورنہ اپنے شوہر کے ساتھ افریقہ چلی جاؤں" سب نے بہ آواز بلند کہا "آپ یہین رہیں اور ہم آپ کے ساتھ ہیں"

اس باہمی اطمینان پر دربار ختم ہوا۔ اور اسی ہفتہ مین معلوم ہوا کہ لشکرگاہ دمشق مین جب صبح کو حجلۂ عروسی کے اندر خمارویہ کی لاش ملی تو سارے لشکر میں کہرام پڑ گیا۔ پھر جب فرمان روائے مصر کی لاش خاص اس قالین پر ملی جس نے خلیفۂ بغداد المنتصر باللہ کی زندگی بے مزہ کر دی تھی۔ تو تمام لوگ حیران رہ گئے۔ اور سب کی رائے قرار پائی کہ ابو الحوقل کی معرفت وہ قالین بغداد میں بھیج دیا جائے۔ مگر ابو الحوقل کے عوض اس کی لاش میدان سے آئی۔ آخر سب نے دونوں لاشیں دھوم دھام سے لا کر دمشق مین دفن کیں وہیں کے قصر امارت میں سب نے خمارویہ کے بیٹے ابو العساکر کو اس کا جانشین بنایا۔ اور نوعمر بادشاہ کو ساتھ لیے ہوئے بڑے کر و فر سے فسطاط میں آرہے ہیں۔ ہنوز یہ لوگ جبل مقطم کے اُسی طرف تھے کہ فسطاط والوں کی طرف سے پیام گیا آپ کو یہاں آکر حکومت کرنا ہے تو اس شرط سے آئیے کہ شاہزادی عزیزۂ مصر اور ان کے شوہر منصور کی اطاعت و نگرانی مین آپ حکومت کرین گے ورنہ ہم شہر مین نہ آنے دیں گے"

ابو العساکر اور اس کے وزرا نے مجبوراً یہ شرط قبول کی جس کے بعد حکومت مصر کا نیا دور شروع ہو گیا۔ جبکہ رعایا کے دلوں کی سچی مالک شاہزادی عزیزۂ مصر جو لیا تا تھی۔ اس کا سب مال بھی مل گیا۔ اور دونوں میاں بیوی بے غل و غش زندگی بسر کر رہے تھے۔